احسن البیان

فی تفسیر القرآن

سید فضل الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ ۛ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ

یہ کتاب (ایسی ہے) جس (کے من جانب اللہ ہونے) میں ذرا بھی شک نہیں ۔ (یہ) پرہیزگاروں کے لئے ہدایت و رہنمائی (کا ذریعہ) ہے ۔

احسن البیان

فی تفسیر القرآن

حصہ دوم

تفسیر سورۂ آل عمران و سورۂ نساء

سید فضل الرحمٰن

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

دوکان نمبر ۲۲ ، بلاک ۲ ، زینت اسکوائر ۔ ابن سینا روڈ

ایف سی ایریا ۔ کراچی ۱۹

نام کتاب	احسن البیان فی تفسیر القرآن
حصہ دوم	تفسیر سورۂ اٰل عمران و سورۃ النّساء
تعداد	۱۲۰۰
اشاعتِ اول	ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ / اکتوبر ۱۹۹۳ء
کمپوزنگ	انعام علوی کمپیوٹرز (پرائیوٹ) لمیٹڈ۔ کراچی
مطبع	اونیسٹ پرنٹرز۔ زینت اسکوائر۔ ابن سینا روڈ۔
	ایف۔ سی۔ ایریا۔ کراچی۔ ۱۹۔
ناشر	زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز۔ کراچی۔

ملنے کے پتے

۱۔ زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

دوکان نمبر ۲۲۔ بلاک نمبر ۲۔ زینت اسکوائر۔ ابن سینا روڈ۔

ایف۔ سی۔ ایریا۔ کراچی ۔۱۹

۲۔ ادارۂ مجددیہ

۵ / ۲ ۰ ایچ ۰ ناظم آباد۔ ۳۔ کراچی ۱۸

عرضِ ناشر

احسن البیان فی تفسیر القرآن کا سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی تفسیر پر مشتمل پہلا حصہ ہدیۂ ناظرین ہوچکا ہے اور اس کو توقع سے بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے ۔ اب اس کا دوسرا حصہ جو سورۂ اٰل عمران اور سورۂ نساء کی تفسیر پر مشتمل ہے ، پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے ۔

ایک سال کے قلیل عرصے میں یہ ادارہ کی تیسری پیش کش ہے ۔ اس سے پہلے احسن البیان فی تفسیر القرآن کے حصہ اول کی اشاعت کے بعد ، حُجّاجِ کرام اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے والوں کی رہنمائی کے لئے جیبی سائز کے ۱۹۲ صفحات پر مشتمل نہایت سلیس اور عام فہم زبان میں " رہبرِ حج " کے نام سے ایک کتاب پیش کی جا چکی ہے ۔ اس دیدہ زیب و دلکش کتاب میں حج و عمرہ کے تمام ارکان سمیت مقاماتِ مقدسہ کی مسنون و مقبول دعائیں (اردو ترجمہ کے ساتھ) اور ضروری مسائل شامل ہیں ۔

اگر قارئین کرام کی طرف سے اسی طرح حوصلہ افزائی ہوتی رہی تو انشاء اللہ عنقریب مزید کتب پیش کی جائیں گی ۔

ناظم ادارہ

فہرست عنوانات

پیش لفظ

از مکرمی و محترمی حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب مدظلہ العالی

سابق صدر شعبۂ اردو ۔ سندھ یونیورسٹی ۔ حیدرآباد

باسمہٖ تعالیٰ ۔ حامداً و مصلیاً

ماشاء اللہ ہمارے حضرت صاحبزادہ حافظ فضل الرحمٰن صاحب مدّ مجدہ کی مشہور تفسیر احسن البیان فی تفسیر القرآن کی دوسری جلد شائع ہو رہی ہے ۔ الحمدللہ ۔ بارک اللہ بے شک اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ان کے شاملِ حال ہے کہ دفتر کی مصروفیات کے باوجود ، وہ بڑی عرق ریزی سے مشکل اور دقیق علوم کو نہایت آسانی کے ساتھ بیان فرما دیتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے ۔ پھر حسنِ طباعت اور نفاستِ اشاعت ، نورٌ علیٰ نُور ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عاجز کے پاس الفاظ نہیں کہ اس بلند پایہ تفسیر کی کماحقہا تعریف کر سکے ۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حافظ صاحب کے فیوض و برکات کو ہمیشہ جاری و ساری رکھے اور ہمارے مرشد عالی مقام علیہ الرحمہ کے شجرۂ طیبہ کو ہر زمانے میں سر سبز و شاداب رکھے ۔ آمین ۔ ثم آمین ۔

احقر غلام مصطفےٰ خان

ایم اے ۔ ایل ایل بی ۔ پی ایچ ڈی ۔ ڈی لٹ

۴ ربیع الآخر ۱۴۱۴ ھ

تعارف

از محترمی حضرت مولانا مفتی محمد ضیاء الحق صاحب مدظلہ العالی

سابق مہتمم و مفتی واستاذِ حدیث مدرسہ امینیہ دہلی

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد!

" قرآن مجید " اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی ہے اور اس کا کلام بھی جو اسکے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا جو (هُدًى لِّلنَّاسِ) تمام انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے اور (هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ) اسکے نیک بندوں کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے ۔

" قرآن مجید " حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی معجزہ ہے جو رہتی دنیا تک للکارتا رہیگا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ ۔ ہے کوئی مائی کا لال جو اس جیسی ایک چھوٹی سی سورت بنا کر دکھا دے ۔ چودہ صدیاں گذر گئیں کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ اس چیلنج کا جواب دیتا ۔ " قرآن مجید " اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور اسے قیامت تک باقی رکھنا ہے اس لئے اسکی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لے لیا ۔ فرمایا اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ۔

ہمارا ایمان ہے کہ یہ کتاب چودہ سو سال قبل جس طرح نازل ہوئی تھی آج بعینہ اسی طرح ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اس میں ایک زیر زبر پیش جزم تشدید کی تبدیلی نہ ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے ورنہ تو کہا جائیگا معاذ اللہ ! اللہ میاں اسکی حفاظت میں ناکام ہو گئے، حفاظت نہ کر سکے ۔ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ وہ قرآن نہیں ہے بد عقیدہ لوگ ہیں ۔

" قرآن مجید " دنیا میں سب سے زیادہ چھپنے اور سب سے زیادہ پڑھی جانیوالی کتاب ہے اسے بار بار پڑھنے سے طبیعت نہیں اکتاتی ۔ اسکے مضامین میں جتنا تدبر اور غور کرو اتنا ہی لطف آتا ہے حکمت و دانائی کے دروازے کھلتے ہیں ۔ دنیا کی وہ کونسی زبان

ہے کہ جس میں قرآن مجید کا ترجمہ نہ ہوا ہو انگریزی ۔ روسی ۔ چینی ۔ جاپانی ۔ جرمنی ۔ فارسی ۔ ہندی ۔ گجراتی وغیرہ وغیرہ ۔

عربی زبان میں ضخیم تفاسیر اور اردو میں دسیوں بیسیوں ترجمے اور تفسیریں موجود ہیں اور لکھنے والے برابر لکھ رہے ہیں اور لکھتے رہینگے اسکے عجائبات کبھی ختم نہ ہونگے ۔

" قرآن مجید " کی فصاحت و بلاغت اور اعجاز کا حال اہل زبان سے پوچھو دشمنان اسلام بھی یہ کہنے پر مجبور تھے " مَا هٰذَا قَوْلُ الْبَشَر " یہ انسان کا کلام ہو ہی نہیں سکتا ۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب کی جس سے خدمت لینا چاہتا ہے لیتا ہے اور اسکے خدمت گذاروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنائی خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں ۔ پڑھتے ہیں پڑھاتے ہیں سمجھتے ہیں سمجھاتے ہیں کتنے خوش نصیب ہیں یہ لوگ ۔

ہندوستان میں سب سے پہلے قرآن مجید کا ترجمہ کرنیکا شرف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور انکے خاندان کو حاصل ہوا ۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ،شاہ رفیع الدینؒ شاہ عبدالعزیزؒ وغیرہم ۔ انکے بعد یہ سلسلہ جاری و ساری رہا ۔ تحت اللفظ ترجموں کے بعد با محاورہ ترجمے لکھے گئے اور زبان سہل سلیس اور شستہ ہوتی گئی ۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا ترجمہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کا حاشیہ ۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ ، حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کا ترجمہ و حاشیہ ، مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع عثمانیؒ کا ترجمہ اور تفسیر وغیرہ وغیرہ۔

الغرض ہندستان اور پاکستان میں اکابرین دیوبند نے قرآن مجید کی بڑی خدمت کی ہے فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۔

اسی سلسلہ کی کڑی پیش نظر تفسیر " احسن البیان فی تفسیرِ القرآن " ہے جو صاحبزادہ محترم حافظ سید فضل الرحمٰن صاحب زید مجدہم (فرزند بلند ارجمند حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ مرحوم و مغفور) نے بہت عرق ریزی سے لکھی ہے ۔ اس کا پہلا حصہ جو سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی تفسیر پر مشتمل ہے طبع ہو چکا ہے اور اس وقت میرے زیر مطالعہ ہے۔واقعی اسم بامسمیٰ ہے ۔

ابتدائی سو صفحوں میں قرآن کے بارے میں بہت مفید معلوماتی باتیں درج ہیں ۔ قرآن کی تعریف ، اسکے نام ، وجہ تسمیہ ۔ وحی متلوا اور غیر متلو ، فضائل اور آدابِ تلاوت ، مکی اور مدنی سورتوں کا فرق ۔ کل آیات ، کلمات اور حروف کی تعداد ۔ قرآن کی حفاظت وغیرہ وغیرہ ۔

اسکے بعد سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی تفسیر ، وجہ تسمیہ ، سورت کا تعارف ۔ فضائل ۔ مشکل الفاظ کے معنی با محاورہ ترجمہ اور سلیس اور سہل زبان میں تشریح ۔ زوّار اکیڈمی پبلی کیشن کی یہ پہلی پیش کش ہے ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں ۔ آمین ۔

" احسن البیان " کا دوسرا حصہ جو سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء کی تفسیر پر مشتمل ہے ، زیر طبع ہے اور عنقریب شائقین کے ہاتھوں میں پہنچے گا ۔ انشاء اللہ ۔ میں اپنی معروضات کو جناب محترم ڈاکٹر غلام مصطفے خان صاحب مدظلہ (حیدر آباد) کے ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں کہ " حقیقت یہ ہے کہ ایسی تفسیر نہ صرف عوام کے لئے بلکہ خواص کے لئے بھی مفید ہے اور قابل ستائش ہے " ۔ (جلد اول کا پیش لفظ) دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی عمر دراز کرے اور اس تفسیر کو مکمل کرنیکی ہمت اور توفیق عطا فرمائے آمین ۔

تعمیل حکم کے لئے یہ چند سطریں لکھدیں ورنہ من آنم کہ من دانم ۔

۱۷ اگست ۱۹۹۳ ء

احقر محمد ضیاء الحق دہلوی

مہتمم جامعۃ الصالحات

۸ / ۲۹۶ عزیز آباد کراچی

فون نمبر ۔ 6314987

تفسیر سورۂ اٰلِ عمران

وجہ تسمیہ ۔ اس سورت کے چوتھے رکوع میں اٰل عمران (عمران کی اولاد) کا ذکر ہے ۔ اس لئے اس کا نام اٰل عمران رکھ دیا گیا ۔ اس کا دوسرا نام مُجادلہ بھی ہے کیونکہ یہ سورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُلوہیت اور مباحثہ کے بارے میں نازل ہوئی ۔

عمران حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہ السلام کے والد کا نام تھا ۔ حضرت مریمؑ کے والد کا نام بھی عمران تھا ۔ دونوں عمرانوں کے درمیان کئی صدیوں کا فاصلہ ہے ۔ مفسرین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اس سورت میں عمران کا مصداق کون سے عمران ہیں ۔ بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ کے والد اور بعض کے نزدیک حضرت مریم کے والد ہیں ۔ اگر یہاں عمران سے مراد حضرت موسیٰ کے والد ہیں تو اولاد سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں ۔

تعارف ۔ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ، اس میں ۲۰ رکوع ۲۰۰ آیات ، ۳۵۴۲ کلمات اور ۱۵۳۲۶ حروف ہیں ۔ سورۂ بقرہ میں خاص طور پر بنی اسرائیل کو خطاب تھا ۔ اس سورت کے ابتدائی نصف سے زائد حصہ میں عیسائیوں کو خطاب ہے ۔ پھر کچھ آیتوں میں یہود و نصاریٰ دونوں کو خطاب ہے ۔ سورت کے آخری حصہ میں اسلامی تاریخ کے دو اہم واقعات ، غزوۂ بدر اور غزوۂ احد اور ان کے اسباب و نتائج کا تجزیہ ہے ۔

خلاصۂ مضامین

رکوع ۱ :۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان ہے ۔ پھر قرآنِ کریم کے سچی کتاب ہونے اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے اور پہلی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کا بیان ہے ۔ اس کے بعد قرآنِ کریم کے منکرین کا دنیا میں ذلیل و خوار ہونا مذکور ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم اور قدرتِ کاملہ کا اثبات ، قرآنِ کریم کی جن آیتوں میں صاف صاف احکام ہیں ان پر عمل کرنے کی ہدایت اور متشابہات میں پڑنے کی ممانعت ہے ۔ آخر میں اہل علم کی تعریف اور ان کی دعا کا بیان ہے ۔

رکوع ۲ :۔ مال و دولت و اولاد کا کافروں کے ذرا بھی کام نہ آنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو جہنم کا ایندھن قرار دینا فرعون اور اس سے پہلی قوموں کا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلانا اور ان کو نافرمانی کی سزا ملنا ۔ جنگ بدر کا حال ، فانی اشیاء سے محبت اور ان کو مقصد زندگی بنا لینے کی ممانعت اور آخرت کی فکر کرنے کی تلقین ، پرہیزگاروں کے لئے اجر اور ان کی صفات کا بیان ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے نزدیک اسلام کا پسندیدہ دین ہونا اور اہل کتاب کا حسد اور ضد کی بنا پر اس کا انکار کرنا مذکور ہے ۔

رکوع ۳ :۔ پیغمبروں اور نیک لوگوں کو نا حق قتل کرنے پر یہودیوں کے لئے درد ناک عذاب کی جزا اور ان کے اس عقیدے کی تردید کہ ان کو جہنم کی آگ چند روز سے زیادہ نہ چھوئے گی ۔ آخرت میں اعمال کے مطابق جزا و سزا کا ملنا ۔ اور قیامت کے ہولناک نتائج کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اختیار و قدرت کا بیان ہے ۔ مسلمانوں کو کافروں سے دوستی کی ممانعت اللہ تعالیٰ سے کسی کے ظاہر و باطن کا مخفی نہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کا آسمانوں اور زمین کے رازوں سے واقف ہونا اور اپنے بندوں پر بہت مہربان ہونا مذکور ہے ۔

رکوع ۴ :۔ اتباع رسول ہی میں دنیا و آخرت کی فوز و فلاح کا مضمر ہونا مذکور ہے ۔ انبیاء علیہم السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان سے ہونا ، حضرت مریمؑ کی پیدائش و پرورش ، حضرت زکریاؑ کی دعاء ، اس کی قبولیت اور ان کو بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری ۔ بیٹے کا نام اور اس کی کچھ صفات اور پھر حضرت زکریاؑ کے بیٹے حضرت یحیٰؑ کی پیدائش کا حال مذکور ہے ۔

رکوع ۵ :۔ حضرت مریمؑ کی فضیلت ، ان کو بندگی اور عبادت کی تلقین ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات اور حضرت مریمؑ کی کفالت کا بیان ۔ حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی بشارت ، باپ کے بغیر بیٹے کی پیدائش کا بیان ، حضرت عیسیٰؑ کے خدا کا بیٹا ہونے کی تردید ، یہود کا حضرت مریمؑ پر تہمت لگانا ، حضرت عیسیٰؑ کی نبوت اور معجزے ، حضرت عیسیٰؑ کے حواری اور ان کی دعاء اور کافروں کی خفیہ تدبیر کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا خفیہ تدبیر کرنا ۔

رکوع ۶ :۔ حضرت عیسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ کے وعدے ، نیک لوگوں کا اجر ، حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش

کی مثال ۔ نجران کے عیسائیوں کو مُباہلہ کی دعوت ۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں قرآن کے بیان کردہ واقعات و حقائق کی تائید و تصدیق ۔

رکوع ۷ : ۔ نجران کے عیسائیوں کو دعوت اتحاد ۔ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو حضرت ابراہیم کے بارے میں بلا علم مباحثہ کرنے پر تنبیہ ، حضرت ابراہیم کا مسلک ۔ اہل کتاب کی گمراہی ۔ ان کا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کرنا اور حق کو باطل سے ملانا ۔

رکوع ۸ : ۔ اہل کتاب کی چالاکی ، مکاری اور اسلام دشمنی کا ذکر ، ہدایت کا منجانب اللہ ہونا ، نبوت و شریعت کے عطا ہونے کا انحصار اللہ تعالیٰ کے فضل و مہربانی پر ہونا اور اہل کتاب کی خیانتوں کا بیان ہے ۔ پھر خیانت کرنے والوں کا انجام ، اہل کتاب کی دھوکہ دہی ، نبی کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا اور لوگوں کو اس کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرنا مذکور ہے ۔

رکوع ۹ : ۔ انبیاء کا عہد ، عہد شکنوں کو نافرمان قرار دینا ، دینِ حق کی مخالفت ، انبیاء کا سلسلہ ، اسلام کے سوا کسی اور دین کا قابل قبول نہ ہونا ، ہدایت سے محروم لوگ ، ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ، سچی توبہ کرنے والوں کے لئے مغفرت ، کفر کی حالت پر مرنے والوں سے قیامت کے روز ان کے کفر کے بدلے کسی کا فدیہ قبول نہ کیا جانا اور ان کو گناہوں کی پوری سزا ملنے کا بیان ہے ۔

رکوع ۱۰ : ۔ اِنفَاق فی سبیل اللہ کا معیار ۔ بنی اسرائیل کا اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں میں سے بعض کا اپنے اوپر حرام کرنا ۔ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والوں کو بے انصاف قرار دیا جانا ، ملت ابراہیمی کی اتباع کرنے کی تاکید ، بیت اللہ کی عظمت اور اس میں خونریزی کی ممانعت ، حجِ بیت اللہ کی فرضیت ، اہل کتاب کا انکار اور اہل ایمان کو کفار کی دھوکہ بازیوں سے محتاط رہنے کی تلقین ہے ۔

رکوع ۱۱ : ۔ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرنے کا حکم جس طرح اس سے ڈرنا چاہیئے ۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی تاکید ۔ اہل عرب کی دشمنیوں کو ان کے دلوں میں الفت پیدا کر کے ختم کرنا اور ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا ۔ فرقہ بندی کی مذمت ، بد کردار لوگوں کا انجام اور متقیوں کے حال کا بیان ہے ۔

رکوع ۱۲ : ۔ امتِ مسلمہ کو بہترین امت قرار دینا ، ان کے اس شرف کی وجہ ، اہل کتاب کو ایمان لانے کی نصیحت ، اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار ، انبیاء کے قتل اور نافرمانی میں حد سے تجاوز کی بنا پر اہلِ کتاب پر عتاب الٰہی ۔ سب اہلِ کتاب کا برابر نہ ہونا ، اللہ والوں کی خصوصیات ، کافروں کے

لئے دائمی عذاب جہنم ، دنیاوی زندگی میں مال خرچ کرنے والے کافروں کی مثال ، کافروں کو اپنا راز دار بنانے کی ممانعت ، اہل کتاب کا مسلمانوں کا دشمن ہونا اور ان سے حسد کرنا ۔

رکوع ۱۳ :۔ غزوۂ احد کا بیان ، غزوۂ بدر میں کامیابی پر شکر گزاری کی تاکید ۔ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کی آمد اور اس مدد کا مقصد ، توبہ قبول کرنا اور کسی کو ایمان کی توفیق دیکر بخش دینا اور کفر کی سزا میں کسی کی گرفت کرنا مذکور ہیں ۔

رکوع ۱۴ :۔ سود کی ممانعت ، سود خوری کی سزا ، متقیوں کی صفات اور ان کا اجر ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے گزری ہوئی قوموں کو پیش آنے والے واقعات کا لوگوں کے لئے باعث عبرت ہونا ، جنگ احد میں مسلمانوں کے غلبہ کی خبر ، گردش ایام ، مومنوں کی آزمائش ، اور جنت میں داخلے کی شرط کا بیان ہے ۔

رکوع ۱۵ :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے رسولوں کی طرح ایک رسول ہونا آپ کی رحلت کے بعد دین سے منحرف ہونے والوں کا اپنا ہی نقصان کرنا ۔ موت کا مقررہ وقت پر آنا ، حضرات انبیاء اور ان کے ساتھی ، اللہ والوں کی دعا ۔

رکوع ۱۶ :۔ کافروں کے کہنے پر چلنے کی ممانعت ۔ کافروں کے دل میں ہیبت ڈالنا ، مسلمانوں کی آزمائش ۔ جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو پوری طرح نہ ماننے پر مسلمانوں کا نقصان اٹھانا ، پھر رحمت الہیٰ کا نزول ۔ منافقوں کے وسوسے ۔ آزمائش کا مقصد ۔

رکوع ۱۷ :۔ منافقوں کی چال ۔ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہونا ۔ اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں پر انعامِ الہیٰ ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی ۔ نصرتِ الہیٰ کی نوید اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کی تاکید ۔ نبی کی شان ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی ۔ ابتلا کا شکوہ ۔ آزمائش کا مقصد ، منافقوں کی حیلہ سازی ۔ حیاتِ شہداء ۔

رکوع ۱۸ :۔ احد میں شکست کے بعد واپس جاتے ہوئے ابوسفیان کا مدینہ پر دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ اور خبر ملنے پر دشمن کا پیچھا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کو تیاری کا حکم دینا اور صحابہ کرام کا زخموں سے چور ہونے کے باوجود آپ کے حکم پر لبیک کہنا ۔ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہونا ۔ شیطان سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ۔ ایمان کے بدلے کفر خریدنا ۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کھوٹے کھرے کا فرق واضح کر کے منافقوں کو مسلمانوں سے جدا کر دینا ، بخل کا انجام ۔

رکوع ۱۹ :۔ یہودیوں کی گستاخی اور کٹ حجتی ۔ موت کا ذائقہ ۔ جان و مال کا امتحان ۔ اہل کتاب کا عہد ۔ کافروں اور منافقوں کی خوش فہمیاں ۔

رکوع ۲۰ :۔ آیات الہٰی میں غور و فکر ۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے دعا کرتے رہنا ۔ نیک لوگوں کا اجر ۔ دنیا میں کفار کی خوشحالی ، مومنوں کی کامیابی کا اصول ۔

فضائلِ سورۂ اٰلِ عِمران

مُسندِ احمد ؒمیں حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن پڑھا کرو قیامت کے دن یہ اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا ۔ دونورانی سورتوں بقرہ اور اٰل عمران کو پڑھتے رہا کرو ۔ قیامت کے دن یہ دونوں اس طرح آئیں گی کہ گویا دو سائبان ہیں یا دو ابر ہیں یا پر کھولے ہوئے پرندوں کی دو جماعتیں ہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ سے اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کریں گی ۔

مسند احمدؒ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز قرآن اور قرآن پڑھنے والوں کو بلوایا جائیگا ۔ آگے آگے سورۂ بقرہ اور سورۂ اٰل عمران ہوں گی ، بادل کی طرح سائے اور سائبان کی طرح یا پر کھولے ہوئے پرندوں کے جھرمٹ کی طرح ۔ یہ اپنے پڑھنے والوں کی اللہ تعالیٰ سے پر زور سفارش کریں گی ۔

یزید بن اسود جرشی نے حدیث بیان کی کہ ان دونوں سورتوں کو دن میں پڑھنے والا دن بھر نفاق سے بَری رہتا ہے اور رات کو پڑھنے والا رات بھر نفاق سے بَری رہتا ہے ۔ (ابن کثیر ۳۴۰/۱)

حروفِ مقطعات

الٓمّٓ ۔ یہ حروفِ مقطعات ہیں ۔ ان کے معنی و مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں ۔

صفاتِ باری تعالیٰ

۲ ۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں وہی ہمیشہ سے زندہ اور قائم ہے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں لفظ اللہ ، اسم ذات ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ

ہے جو تمام کمالات کی جامع اور تمام نقائص سے پاک ہے ۔ وہی دانا ۔ بینا ، صاحب قدرت و ارادہ ہے ۔ وہ ہمیشہ سے زندہ اور موجود ہے اور ہمیشہ زندہ اور قائم رہے گا اسی لئے اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ۔

عربی زبان میں **حَیّ** زندہ کو کہتے ہیں ۔ یہاں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت حیات بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والا اور موت سے بالاتر ہے ۔ اس کی تمام صفات ازلی و ابدی ہیں ۔

قَیّوم کے معنی کھڑا ہونے کے ہیں ۔ یہ قِیَام سے نکلا ہے اور مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو خود قائم رہ کر دوسروں کو قائم رکھتا اور سنبھالتا ہے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے جس میں کوئی مخلوق شریک نہیں ہوسکتی ۔ اللہ تعالیٰ کے قیّوم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح ہر چیز اپنی ہستی کے لئے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اسی طرح بقائے ہستی میں بھی اس سے بے نیاز نہیں ۔ جس طرح سایہ اصل شئے کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ کائنات اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہی کی شان اعلیٰ ہے ۔ (معارف القرآن ۶۱۲ / ۰۱ مظہری ،۳۵۰ / ۱) ۔

عیسائیوں کے تین عقیدے مشہور تھے ۔

۱) ۔ تثلیث یعنی خدا اور عیسیٰ اور روح القدس تینوں مل کر ایک خدا ہے ۔

۲) ۔ مسیح خدا ہے اور وہ انسان کی شکل میں آیا ہے ۔

۳) ۔ مسیح زار کا بیٹا ہے ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے ان تینوں مشہور عقائد کا رد فرما دیا ہے ۔ **اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلاَّ ھُوَ** سے پہلا عقیدہ باطل ہوگیا ۔ پھر **حَیُّ قَیُّوْمُ** کے ذریعہ دوسرے اور تیسرے عقیدے کو غلط کردیا گیا کیونکہ حضرت عیسیٰ ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے ۔ گویا حضرت عیسیٰ اپنی پیدائش میں ماں کے محتاج ہوئے اور فانی بھی ہو گئے ۔ لہذا جو فانی ہو وہ قیوم نہیں ہوسکتا اس لئے وہ خدا بھی نہیں ہوسکتا ۔ (حقانی ۲/۳۳) ۔

قرآن کی تصدیق

۳ ۔ نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰۃَ وَالْاِ نْجِیْلَ ۔

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے آپؐ پر کتاب برحق نازل کی جو اپنے

سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے توریت اور انجیل کو نازل کیا ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں پر کتابوں کا اترنا ، اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین اور احکم الحاکمین ہے اور انبیاء و مرسلین خدا نہیں بلکہ اس کے برگزیدہ بندے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بندوں تک پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے ۔ اگر انبیاء و مرسلین خدا ہوتے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل نہ ہوتی ۔ وحی بندوں پر نازل ہوتی ہے ۔ خدا پر وحی نازل نہیں ہوتی (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۳۴۰ / ۱) ۔

قرآنِ کریم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا جو مضمون بیان کیا ہے وہ کوئی قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں بلکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو انبیاء علیہم السلام بھیجے انہوں نے بھی اسی کا اعلان کیا اور جو آسمانی کتابیں ، توریت و انجیل وغیرہ قرآن کریم سے پہلے نازل فرمائیں ۔ ان سب میں بھی توحید باری تعالیٰ کی تاکید موجود ہے ۔ قرآن کریم نے توحید باری کے سلسلے میں کوئی نیا دعویٰ بھی پیش نہیں کیا بلکہ اس نے تو اسی دعوے کی تصدیق و تائید کی ہے جو سابقہ انبیاء کرتے چلے آئے تھے اور جو سابقہ آسمانی کتابوں میں واضح طور پر بیان کیا گیا تھا ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی توحید کے اس مضمون کو سمجھنے اور ماننے میں لوگوں کو کوئی دشواری یا الجھن نہیں ہونی چاہئے ۔ (معارف القرآن ۱۵ / ۲) ۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے آپ پر دین حق کا حامل قرآن نازل فرمایا جو حق و باطل ، ہدایت و ضلالت اور گمراہی و راہ راست میں فرق کرتا ہے اور جو آسمانی کتابیں اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں ، ان سب کی تصدیق کرتا ہے ۔ اور یہ تمام کتابیں لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اتری تھیں اور ان میں سے کسی کتاب میں بھی حضرت عیسیٰ کی خدائی اور خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ موجود نہیں ۔ اس لئے جو یہود اور عیسائی پہلی کتابوں کو مانتے ہیں ان پر قرآنِ کریم کی تصدیق بھی لازم ہے ۔

منکرین کو عذاب کی وعید

۴ ۔ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ؕ

اس سے پہلے ، اس نے لوگوں کی ہدایت کے لئے ، اور حق و باطل میں فرق

کرنے والا (قرآن) بھی اتارا ۔ بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے منکر ہیں ، ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ زبردست انتقام لینے والا ہے ۔

تشریح :۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے برحق ہونے کی ایک اور دلیل بیان فرمائی ہے کہ یہ بات تو تم بھی مانتے ہو کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے توریت و انجیل نازل فرمائی تھیں ۔ ان کے کتاب الہیٰ ہونے کی کیا دلیل ہے ؟ جو دلیل ان کے لئے ہے وہی قرآن کریم کے لئے ہے ۔ پس قرآن کریم بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی رحمت سے نازل فرمایا ۔ ایسے واضح دلائل کے باوجود بھی اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرے گا تو اس کے لئے شدید عذاب ہے اور وہ خدا جس نے لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنے فضل سے کتابیں نازل فرمائی ہیں زبردست بھی ہے اور بدلہ لینے پر کامل قدرت بھی رکھتا ہے ۔ (حقانی ۳۴ / ۲) ۔

کائنات کا رازداں

۵ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ؕ

بیشک اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ۔ نہ زمین میں اور نہ آسمان میں ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خوب واضح فرمادیا ہے کہ جس طرح اس کا اختیار کامل ہے اسی طرح اس کا علم بھی بہت وسیع ہے ۔ وہ آسمان و زمین کے غیب کو بخوبی جانتا ہے ۔ اس پر کسی جہان کی کوئی چیز اور کوئی ذرہ مخفی نہیں خواہ وہ کامل ہو یا جزو ۔ ظاہر ہے حضرت عیسیٰ کو ایسا کامل علم حاصل نہ تھا ۔ وہ صرف اسی قدر جانتے تھے جس قدر اللہ تعالیٰ نے انہیں بتادیا تھا ۔ اس لئے وہ خدا نہیں ، خدا کے بندے اور رسول تھے ۔

قدرتِ کاملہ

٦ ۔ هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ

وہ وہی ذات ہے جو (ماں کے) پیٹ میں ، جس طرح چاہتی ہے تمہاری صورتیں بناتی ہے ۔ (وہی اللہ ہے) اس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ وہی زبردست اور حکمت والا ہے ۔

يُصَوِّرُكُمْ ۔ وہ تمہاری صورتیں بناتا ہے ۔ وہ تمہیں پیدا کرتا ہے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے ۔ تَصْوِیْرٌ سے مضارع ۔

اَرْحَامِ بچہ دانیاں ۔ واحد رَحِمٌ و رِحْمٌ ۔

كَيْفَ ۔ کیسے ۔ جس طرح ۔

يَشَاءُ ۔ وہ چاہتا ہے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے ۔ اسی نے انسان کو بطن مادر کی اندھیریوں میں اپنی حکمتِ بالغہ اور قدرتِ کاملہ کے ساتھ بنایا ۔ ان کی صورتوں اور رنگوں میں ایسی صنعتکاری فرمائی کہ اربوں انسانوں میں سے بھی کسی ایک کی صورت دوسرے سے ایسی نہیں ملتی کہ امتیاز نہ رہے ۔ وہ اچھی ، بری ، نیک و بد ، خوبصورت و بدصورت ، جیسی چاہتا ہے ، ماں کے پیٹ میں تمہاری ویسی ہی صورتیں بنا دیتا ہے ۔ اس کے سوا علم و قدرت میں یہ کمال کسی اور کو حاصل نہیں ۔ اس لئے صرف وہی عبادت کے لائق ہے ۔ وہی غالب اور حکمت والا ہے ۔

اس آیت میں یہ اشارہ بھی فرمادیا کہ حضرت عیسیٰ بھی اور انسانوں کی طرح اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں ۔ اس لئے نہ تو وہ خدا ہوسکتے ہیں اور نہ خدا کے بیٹے ۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ بھی بطن مادر سے پیدا ہوئے ہیں اور بطن مادر میں جو صورت بنتی ہے وہ مخلوق ہے اور خالق کی محتاج ہے اور خدا محتاج نہیں ہوتا ۔ (معارف القرآن ۱۸۰۱، ۱۰۲ / ابن کثیر ۳۴۴ / ۱) ۔

محکم و متشابہ آیات

۷ ۔ هُوَالَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ؕ

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے آپ پر کتاب (قرآن) نازل فرمائی ۔ اس میں بعض آیتیں محکم (صاف صاف احکام بیان کرتی)

ہیں وہی (احکام) اُم الکتاب ہیں (یعنی انہی پر شرعی احکام کا دارومدار ہے) اور کچھ دوسری آیتیں متشابہات ہیں (جن کے کئی کئی معنی ہیں) پھر جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس (کتاب) کی انہی متشابہ آیات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ ان کو غلط معنی دیکر فتنہ برپا کریں حالانکہ ان کے اصل معنی و مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ اور جو لوگ علم میں پختہ اور راسخ ہیں وہ (شک و شبہ میں پڑنے کی بجائے) کہتے ہیں کہ ہم تو اس پر ایمان لائے کہ یہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے اور (سمجھانے سے تو) علقمند ہی سمجھتے ہیں ۔

مُحۡکَمٰتٌ ۔ واضح ۔ صاف صاف معنوں والی ۔ اِحْکَام سے اسم مفعول ۔

یہ وہ آیات ہیں جنکی مراد واضح اور متعین ہو اور جو عربی زبان اور اسکے قواعد کو اچھی طرح جاننے والے پر ظاہر اور واضح ہو یا غور و تامل کے بعد کلام کا مقتضا سمجھ میں آ جاتا ہو ۔ انہی سے احکام اخذ کئے جاتے ہیں اور انہی پر دین اور شریعت کا دارومدار ہے اور یہ تمام آیات کی سردار ہیں ۔ اپنا مطلب واضح کرنے کے لئے ان کو دوسری آیات کی ضرورت نہیں بلکہ دوسری آیات کو ان سے ملا کر ان کا مطلب نکالا جاتا ہے ۔ (مظہری ۸ / ۲) ۔

اُمُّ الْکِتٰبِ ۔ کتاب کی اصل ۔ اصولِ قرآن ۔ ہر شے کی اصل کو اُمّ کہتے ہیں ۔

مُتَشٰبِھٰتٌ ۔ ملتی جلتی ۔ کئی کئی معنوں والی ۔ تَشَابُہٌ سے اسم فاعل یہ جمع ہے اس کا واحد مُتَشَابِہ ہے ۔

یہ وہ آیات ہیں جنکی تفسیر و معانی عربی زبان و قواعد جاننے والے پر ظاہر اور واضح نہ ہوں ان کی صحیح مراد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ۔ جب تک اللہ تعالیٰ کسی کو ان کا علم نہ دے ، محض عربی دانی اور قیاس آرائی سے کوئی شخص ان کی مراد نہیں جان سکتا ۔ البتہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم و احسان سے ان کے جس قدر حصے سے جس کسی کو آگاہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو آگاہ کر دیتا ہے ۔ لہذا متشابہ آیات سے کھینچ تان کر اپنی رائے کے مطابق کوئی معنی نکالنا صحیح نہیں ۔ (معارف القرآن ۲/۲۱)

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں یہ بتایا گیا ، کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے ، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ وہی سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے ۔ اس کی قدرت اور حکمت کی کوئی انتہا نہیں ۔ اس نے کسی حکمت و مصلحت سے حضرت عیسیٰؑ کو باپ کے بغیر اور حضرت حوّا کو

ماں کے بغیر اور حضرت آدمؑ کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا فرمایا ۔ وہ جس مخلوق کو جس طرح چاہتا ہے پیدا فرما دیتا ہے ۔ اس کی حکمتوں کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا ۔ اگلی آیت میں محکم و متشابہ آیات کا بیان ہے ۔ محکم وہ آیات ہیں جن کے معنی صاف اور واضح ہیں اور انہیں پر احکام دین کا دارومدار ہے جبکہ متشابہ آیات کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک راز ہیں ۔ ان پر ایمان لانا ضروری ہے ۔ ان کی مزید تحقیق و کُرید کرنے کی اجازت نہیں ۔

تشریح ۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے ، وہ طبعی طور پر کفر اور بدعت کی طرف مائل ہیں ۔ ایسے لوگ محکمات سے آنکھیں بند کر کے متشابہات کی کھوج اور کُرید میں لگے رہتے ہیں اور ان سے اپنی حسب منشا معانی نکال کر ، ان کی غلط تاویل کر کے ، لوگوں کو غلط فہمی اور فتنہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ حالانکہ متشابہات کی اصل مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک راز ہیں ۔ عام لوگوں کو ان کا علم عطا کرنا نہ تو مقصود ہے اور نہ ان کے لئے اس کا حصول ممکن ہے ۔ اس کے بر عکس جو لوگ علم میں پختہ اور راسخ ہیں ان کو متشابہات کے بارے میں کوئی شک و شبہ لاحق نہیں ہوتا ۔ وہ متشابہات اور محکمات سب کو حق سمجھتے ہیں اور سب پر ایمان رکھتے ہیں ۔ انہیں یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیتیں ایک ہی سر چشمہ سے آتی ہیں ۔ اسی لئے وہ متشابہات کو محکمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو حصہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا اس کو وہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہی بہتر جاننے والا ہے ۔ اسی میں سلامتی اور احتیاط ہے ۔ (مظہری ۹ ۔ ۱۲ / ۲ ، معارف القرآن ۲۱ ، ۲۲ / ۲) ۔

ابن ابی حاتم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ پختہ علم والے کون ہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ جس کی قسم سچی ہو اور جس کی زبان سچ بولنے والی ہو اور جس کا دل سلامت ہو اور جس کا پیٹ حرام سے بچا ہوا ہو اور جس کی شرمگاہ زنا کاری سے محفوظ ہو ، وہ مضبوط اور پختہ علم والے ہیں ۔ (ابن کثیر ، ۳۴۴ / ۱) ۔

پھر فرمایا کہ عقل سلیم والے ہی قرآن کریم سے نصیحت حاصل کرتے ہیں کیونکہ عقل کی سلامتی کا یہی تقاضا ہے کہ جس کا علم نہ ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے جو دانا ، بینا اور سب کچھ جاننے والا ہے ۔

امام احمدؒ کی ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے چند لوگوں کو قرآن کریم کے بارے میں

جھگڑتے ہوئے دیکھا، آپؐ نے فرمایا سنو! تم سے پہلے لوگ بھی اسی میں ہلاک ہوئے کہ انہوں نے کتاب اللہ کی آیتوں کو ایک دوسرے کے خلاف بتا کر اختلاف کیا حالانکہ اس کی ہر آیت ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے ۔ تم ان میں اختلاف نکال کر ایک کو دوسری کے متضاد نہ بتاؤ جو کچھ جانتے ہو وہی کہو اور جو تم نہیں جانتے اس کو جاننے والوں کو سونپ دو ۔ (ابن کثیر، ۳۴۴/ ۱) ۔

طلبِ استقامت

۹۰۸ ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

(اور عقلمند لوگ یہ دعا بھی کرتے رہتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا اور خاص اپنے پاس سے رحمت (توفیق استقامت) عطا فرما ۔ بیشک تو بڑا دینے والا ہے ۔ اے ہمارے پروردگار! بیشک تو ایک دن جس کے آنے میں ذرا بھی شبہ نہیں، سب کو جمع کرے گا ۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ۔

تُزِغْ ۔ تو ٹیڑھا کرتا ہے ۔ تو پھیرتا ہے ۔ اِزَاغَۃٌ سے مضارع ۔
هَبْ ۔ تو بخشش کر ۔ تو عطا کر ۔ وَهْبٌ و هِبَۃٌ سے امر ۔
لَدُنْكَ ۔ تیری طرف سے ۔ اپنے پاس سے ۔ ظرف مکان ہے ۔
وَهَّابٌ بہت ہبہ کرنے والا ۔ بہت عطا کرنے والا ۔ ایسی بخشش کرنے والا جو واپس نہ ہو ۔ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے ۔ وَهْبٌ و هِبَۃٌ سے مبالغہ ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہدایت ہو یا گمراہی سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے حضرت نواس بن سمعان کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی دل ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو ۔ وہ جب تک چاہتا ہے اس کو حق پر قائم رکھتا ہے ۔ اور جب چاہتا ہے اس کو حق سے پھیر دیتا ہے ۔ وہ قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے لہذا جن لوگوں کو دین پر قائم رہنے کی فکر ہوتی ہے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دین پر استقامت کی دعاء مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے دلوں کو ہدایت پر جمانے کے بعد ان لوگوں کے دلوں کی طرح نہ کر جو متشابہ کے پیچھے پڑ کر خراب ہوجاتے ہیں بلکہ

ہمیں اپنی رحمت سے صراطِ مستقیم پر قائم رکھ اور ہمارے ایمان و یقین کو بڑھا ۔ بیشک تو بہت دینے والا ہے ۔ (مظہری ۲/۱۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیشہ استقامت کی دعا مانگا کرتے تھے ۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ یہ دعا مانگا کرتے تھے ۔ **یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِکَ** اے دلوں کے پھیرنے والے ! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ ۔ (عزت و ذلت کی ترازو) اللہ کے ہاتھ میں ہے اور قیامت تک وہ کسی قوم کو اونچا اور کسی قوم کو نیچا کرتا رہے گا ۔ (ابن کثیر ۱/۳۴۸)

صحیحین میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کی روایت سے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دل کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی پَر کسی میدان میں پڑا ہوا ہو اور ہوائیں اس کو الٹ پلٹ کر رہی ہوں ۔ مظہری (۲/۱۳) ۔

پھر فرمایا کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو قیامت کے دن اپنی تمام مخلوق کو جمع کرنے والا ہے اور ان کے بھلے بُرے اعمال کا بدلہ دینے والا ہے ۔ اس دن کے آنے میں اور تیرے وعدوں کے سچ ہونے میں کوئی کلام نہیں ۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا ۔

کفار و مشرکین کو تنبیہ

۱۰ ، ۱۱ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ؕ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاَخَذَھُمُ اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ ؕ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۙ

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں نہ تو ان کے اعمال ہی ان کے کچھ کام آئیں گے اور نہ ہی اولاد ۔ اور یہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں ۔ ان کی حالت بھی آلِ فرعون اور ان سے پہلے لوگوں جیسی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا ۔ اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے ۔

تُغْنِیَ ۔ وہ کام آتی ہے ۔ وہ فائدہ دیتی ہے ۔ اِغْنَاءٌ سے مضارع ۔

وَقُوْدُ ۔ آگ جلانے کا ایندھن ۔

کَدَاْبِ ۔ جیسا معاملہ ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں کافروں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جس طرح فرعون و آلِ فرعون اور دوسری قوموں عاد و ثمود اور قوم لوط وغیرہ کو ان کے کفروشرک، انبیاء کو جھٹلانے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے انکار کی سزا ملی تھی اور ان کے مال اور اولاد ان کو اللہ تعالیٰ کے قہر سے نہ بچا سکے ۔ اسی طرح اگر انہوں نے بھی حق کو قبول نہ کیا تو ان کو بھی سزا ملے گی اور ان کی نافرمانیوں اور بد اعمالیوں کے سبب ان کو بھی ان کے مال سمیت ایندھن کے طور پر جہنم میں ڈالدیا جائیگا ۔ پھر ان کا مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں ان کے ذرا بھی کام نہیں آئیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے اور اس کا عذاب دردناک ہے ۔ کوئی کافر اس سے نہیں بچ سکتا ۔ البتہ مسلمانوں کا مال اور اولاد آخرت میں ان کے کام آئیں گے کیونکہ انہوں نے اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے دین کی تعلیم میں لگایا اور اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کئے ۔

مسلمانوں کا غلبہ

۱۲ ۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

(اے نبی ! صلی اللہ علیہ وسلم) ان کافروں سے کہدیجئے کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور (مرنے کے بعد) جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ (دوزخ) بہت ہی برا ٹھکانا ہے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ کافر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں، بہت جلد مغلوب ہوں گے اور مسلمانوں سے شکست کھائیں گے اور آخرت میں ان کو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالدیا جائیگا جو بہت ہی بری جگہ ہے ۔ مقاتل نے بیان کیا کہ اس آیت کا نزول بدر کے واقعہ سے پہلے ہوا تھا اور اس میں کافروں سے مراد مشرکین مکہ ہیں ۔ چنانچہ بدر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر غالب آگیا اور تمہیں ہنکاکر جہنم کی طرف لے گیا ۔ (مظہری ۱۵/ ۲) ۔

پس بدر کی فتح نے ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے سچے اور پسندیدہ دین کو اور اس دین پر چلنے والوں کو عزت و سر بلندی عطا فرمانے والا ہے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اطاعت گزار امت کا خود مدد گار ہے ۔ وہ اپنی باتوں کو ظاہر اور غالب کرنے والا ہے ۔ (ابن کثیر ۱/۳۵۰) ۔

نصرتِ الٰہیٰ

۱۳ ۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ؕ

بیشک تمہارے لئے ان دو گروہوں میں جو (بدر کے دن) باہم مقابل ہوئے تھے ، اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی تھی ۔ ایک گروہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا جو مسلمانوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے دو چند دیکھ رہا تھا ۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے فتح دے دیتا ہے ۔ بیشک (اس واقعہ) میں دیکھنے والوں کے لئے بڑی عبرت ہے ۔

فِئَتَيْنِ ۔ دو گروہ ۔ واحد فِئَةٌ ۔

اَلْتَقَتَا ۔ وہ دونوں باہم مل گئیں ۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں ۔ اِلْتِقَاءٌ سے ماضی ۔

تشریح ۔ اس آیت میں جنگ بدر کی کیفیت بیان کی گئی ہے جس میں کفار کی تعداد ایک ہزار تھی ۔ ان کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے ۔ دوسری طرف مسلمان مجاہدین صرف تین سو تیرہ تھے ۔ ان کے پاس کل ستر اونٹ ، دو گھوڑے ، چھ زرہیں اور اسی تلواریں تھیں ۔ کفار کو مسلمان لشکر جو حقیقت میں بہت قلیل تھا ، دیکھنے میں اپنے سے دو گناہ نظر آ رہا تھا جس سے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا ۔ آخر جب دونوں جماعتوں کا آمنا سامنا ہوا تو کفار نے عبرت ناک شکست کھائی اور وہ پیش گوئی جو اس سے پہلی آیت میں کی گئی تھی سچ ثابت ہوئی ۔ مشرکین کے ستر آدمی مارے گئے جن میں ابو جہل ، عتبہ بن ربیعہ ، شیبہ بن ربیعہ ، ابوالبختری ، زمعہ بن الاسود ، عاص بن ہشام ، امیہ بن خلف وغیرہ بڑے بڑے سردار بھی تھے ، ستر آدمی گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے ۔ یہ تائید الٰہیٰ کے سبب ہوا ۔ وہ جس کو چاہے فتحیاب کرے ۔ ظاہری سامان و اسباب ، نصرت الٰہیٰ کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا ۔ بہر حال ایک مختصر سی بے سروسامان جماعت کو ایک ایسی مضبوط جماعت کے مقابلہ میں جو ہر طرح کے سامان حرب و ضرب سے لیس تھی اور تعداد کے اعتبار سے بھی مسلمانوں سے تین گنا تھی ، فتحیاب کرنا چشم بصیرت والوں کے لئے بہت بڑا عبرت ناک واقعہ ہے ۔ (معارف القرآن ۲۵،۲۶ / ۲ ، حقانی ۴۰ / ۲) ۔

فانی اشیاء کی محبت

۱۴ ۔ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝

لوگوں کے لئے مرغوب چیزوں کی محبت زینت دی گئی ہے ۔ جیسے عورتیں ، بیٹے (اولاد) اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیر ، نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ۔ یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے ۔ اور اچھا ٹھکانا تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے ۔

زُيِّنَ وہ زینت دی گئی ۔ وہ آراستہ کی گئی ۔ وہ خوبصورت کی گئی ۔ زَيْنٌ سے ماضی مجہول

الشَّهَوٰتِ ۔ مرغوبات ، خواہشیں ۔ وہ چیزیں جن کے لئے نفس میں انتہائی رغبت اور کامل میلان پیدا ہو ۔ واحد شَہْوَۃٌ ۔ صاحب کشاف ؒ نے لکھا ہے کہ یہاں دنیوی اشیاء سے نفرت دلائی گئی ہے اور ثواب عنداللہ کی طرف رغبت پیدا کی گئی ہے اور مشتہیات کہنے کی بجائے شہوات کا لفظ استعمال کر کے دنیاوی اشیاء سے نفرت دلانے میں زور اور مبالغہ پیدا کیا گیا ہے ۔ (مظہری ۱۷/ ۲) ۔

الْقَنَاطِيْرِ ۔ خزانے ۔ ڈھیر ۔ انبار ۔ تہ بہ تہ چنا ہوا کثیر مال ۔ واحد قِنْطَارٌ ۔ اس کی مقدار کے تعین میں مفسرین کا اختلاف ہے ۔ بعض نے ایک ہزار دینار ۔ بعض نے بارہ ہزار ۔ چالیس ہزار ۔ ساٹھ ہزار ۔ اسی ہزار وغیرہ وغیرہ بتائے ہیں ۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ بہت زیادہ مال کو قِنطَار کہتے ہیں ۔ (مظہری ۱۸/ ۲) ۔

الْمُقَنْطَرَةِ ۔ ڈھیروں جمع کیا ہوا مال ۔ یہ بھی قِنطَار ہی سے بنا ہے اور تاکید کے لئے لایا گیا ہے قَنَاطِيْرُ سے قِنطَار کی جمع اور مُقَنْطَرَةٌ سے جمع الجمع مراد لی گئی ہے یعنی ڈھیروں ڈھیر ۔ (مظہری ۱۸/ ۲) ۔

الْمُسَوَّمَةِ نشان کیا ہوا ۔ ممتاز ۔ خوبصورت ۔ جنگل میں آزادی سے چرنے والے ۔ تَسْوِيْمٌ سے اسم مفعول ۔

اَنْعَامِ اس کا اطلاق اونٹ ، گائے ، بھینس اور بکری پر ہوتا ہے ۔ امام ابو حنیفہ ؒ نے فرمایا

کہ اس کا اطلاق جنگلی چوپایوں پر بھی ہوتا ہے ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیتوں میں کفار و مشرکین کا حال بیان فرمایا تھا کہ وہ مال و دولت کے نشہ میں چور ہیں اس لئے حق کو قبول نہیں کرتے ۔ اس آیت میں حبِ دنیا کو ایمان و اسلام کی مخالفت کا اصل سبب قرار دیا گیا ۔ کوئی جاہ و مال کے لالچ میں حق کی مخالفت کرتا ہے ، کوئی نفسانی خواہشات کی وجہ سے اور کوئی اپنی آبائی رسوم کی محبت میں حق کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاتا ہے ، حالانکہ دنیاوی عیش و عشرت کے سامان محض چند روزہ ہیں ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ بعض دنیوی چیزوں میں انسان کے لئے طبعی طور پر کشش و رغبت رکھی گئی ہے اس لئے یہ چیزیں اسے بہت پسند ہیں ۔ ان کو عزیز رکھنا بذات خود گناہ نہیں بلکہ ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے شرعی حدود و قیود کا خیال رکھنا ضروری ہے ۔ یہ صرف دنیا میں کام آنیوالی چیزیں ہیں ۔ دنیا خود بھی فانی ہے اور اس کے تمام سامان بھی فانی ہیں ۔ جونہی انسان دنیا سے اٹھ جاتا ہے ، ان اشیاء سے اس کا تعلق بھی ٹوٹ جاتا ہے ۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ انہیں مقصد زندگی نہ بنائے بلکہ شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھائے اور اس کے ساتھ ہی آخرت کا سامان بھی کرے کیونکہ آخرت کی زندگی ہی اصل اور باقی رہنے والی ہے مگر اکثر لوگ ان دنیوی چیزوں پر فریفتہ ہو کر آہستہ آہستہ انہی کو اپنا مقصد حیات بنا لیتے ہیں ، آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں ۔

یہاں سب سے پہلے عورت اور اس کے بعد اولاد کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ انسان جن چیزوں کے حصول کی کوشش کرتا ہے ان کا اصل سبب عورت یا اولاد کی ضروریات ہوتی ہیں ۔ اس کے بعد سونے چاندی ، مویشی اور کھیتی کا ذکر ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے دل میں طبعی طور پر ان چیزوں کی محبت ڈالنے میں بے شمار حکمتیں ہیں ۔ ایک یہ کہ اگر انسان طبعی طور پر ان چیزوں کی طرف مائل نہ ہوتا تو دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ۔ نہ کوئی کھیتی کی مشقت اٹھاتا اور نہ کوئی صنعت و تجارت میں روپیہ اور محنت صرف کرتا ۔ دوسرے یہ کہ اگر انسان کے دل میں دنیوی نعمتوں سے رغبت و محبت نہ ہو تو اس کو اخروی نعمتوں میں بھی کوئی دلچسپی نہ رہے گی ۔ اس لئے نہ تو وہ جنت کے حصول کے لئے نیک اعمال میں کوشش کرے گا اور نہ دوزخ سے بچنے کے لئے بُرے اعمال سے بچنے کی کوشش کرے گا ۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے امتحان کے طور پر انسان کے دل میں ان چیزوں کی محبت پیدا کی ہے تاکہ وہ یہ جان لے کہ کون ان چیزوں کی محبت میں مبتلا ہو کر آخرت کو بھلا بیٹھا ہے اور کون ان چیزوں کی اصل حقیقت اور ان

کے فانی ہونے کو ذہن میں رکھ کر ان کو بقدر ضرورت حاصل کرتا ہے اور ان چیزوں کے خالق و مالک کو یاد رکھتا ہے یا ان کی محبت میں مبتلا ہو کر اپنے خالق کو اور آخرت میں اس کے سامنے پیشی اور حساب و کتاب کو بھلا بیٹھتا ہے ۔ (معارف القرآن ۲۸۔۳۰/ ۲) ۔

متقیوں کے لئے انعامات

۱۵ ۔ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ؕ

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے کہدیجئے کہ (اے لوگو !) کیا میں تمہیں ان چیزوں سے بہت بہتر چیز نہ بتاؤں ۔ (وہ یہ کہ) جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ، ان کے لئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور (ان کے لئے) پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی رضا ہے اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ جو لوگ دنیا کی ناقص اور فانی نعمتوں میں مست ہیں ، آپ ان سے فرما دیجئے کہ میں تمہیں ان سے بہتر نعمتوں کے بارے میں بتاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں اور اس کی فرماں برداری کرنے والوں کو آخرت میں ملیں گی ۔ وہ نعمتیں یہ ہیں ۔

۱۔ سرسبز باغات (جنتیں) جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ، کہیں شہد کی ، کہیں دودھ کی ، کہیں شراب طہور کی اور کہیں نفیس پانی کی ۔ ان کے علاوہ جنت میں ایسی نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی کان نے سنی ہوں گی اور نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں گی اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال تک گزرا ہوگا ۔

۲۔ متقی لوگ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے ۔ نہ یہ وہاں سے نکالے جائیں گے ، نہ ان کو دی ہوئی نعمتیں کبھی کم ہوں گی اور نہ فنا ہوں گی ۔

۳۔ پرہیزگار لوگوں کے لئے جنت میں ہر طرح سے پاک و صاف بیویاں ہوں گی ۔

۴۔ ان لوگوں کو جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے ۔ (معارف القرآن ۱۳/ ۲ ، ابن کثیر ۳۵۲/ ۱) ۔

متقیوں کی صفات

۱۶، ۱۷ ۔ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۔

یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے ۔ پس تو ہمارے گناہ معاف فرمادے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا ۔ یہ لوگ صبر کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں اور بندگی میں لگے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں (مال) خرچ کرتے رہتے ہیں اور رات کے آخری حصہ میں (اٹھ کر) اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں ۔

اَلْقٰنِتِيْنَ فرماں بردار ۔ عبادت گزار ۔ خشوع و خضوع پر قائم رہنے والے ۔ قُنُوْتٌ سے اسم فاعل ۔

اَسْحَارِ اخیر شب ۔ صبح کے اوقات ۔ سحر اس وقت کو کہتے ہیں جب رات کا اندھیرا صبح کے اجالے سے مل رہا ہو ۔ یہ جمع ہے اس کا واحد سَحَرٌ ہے ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی اور پرہیز گار بندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں ۔

۱) ۔ پرہیزگار لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم تجھ پر اور تیری کتاب پر اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ۔ اس لئے ہمارے اس ایمان کے باعث تو ہماری خطاؤں کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرماکر ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے ۔

۲) ۔ یہ متقی لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں حرام و ممنوع چیزوں سے الگ رہتے ہیں یعنی صبر کرتے ہیں ۔ عربی میں لفظ صبر کے بعد عن یا علیٰ آتا ہے ۔ اگر عن آئے تو صبر کے معنی روکنا اور باز رکھنا کے ہوتے ہیں اور اگر صبر کے بعد علیٰ آئے تو اس کے معنی پابند بنانا ہوتے ہیں اس آیت میں لفظ صبر کے بعد نہ عن ہے اور نہ علیٰ اس لئے یہاں مطلق معنی مراد ہیں یعنی روکنا بھی اور پابند رکھنا بھی ۔ مطلب یہ ہے کہ متقی لوگ اپنے نفسوں کو بُری باتوں سے روکتے اور اچھی باتوں کا پابند بناتے ہیں ۔

۳) ۔ یہ متقی لوگ سچے ہیں ۔ یعنی یہ لوگ اپنے ایمان کے دعوے میں سچے ہیں کیونکہ یہ تمام

اعمال خیر بجالاتے ہیں خواہ نفس پر بھاری ہی ہوں۔

۴) ۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے ہمیشہ اس کی اطاعت میں لگے رہتے ہیں۔

۵) ۔ یہی لوگ جائز طریقوں سے کما کر، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے، جہاں جہاں اس نے مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے، اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں یعنی صلۂ رحمی میں، برائیوں کے روکنے میں، ہمدردی اور خیر خواہی کرنے میں، حاجتمندوں، مسکینوں اور فقیروں کے ساتھ احسان کرنے میں سخاوت سے کام لیتے ہیں۔

۶) ۔ یہ لوگ سحر کے وقت یعنی رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر استغفار کرتے ہیں۔ظاہری اور باطنی اطاعت گزاریوں کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں کا اقرار کرتے ہوئے اس سے معافی طلب کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا جو تقاضا ہے بندے سے ویسی عبادت ہو ہی نہیں سکتی۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کماحقہ شکر ادا کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں پھر بھی بندے کو ہر وقت اس کی ان گنت نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیئے۔

معافی طلب کرنے کے لئے سحر کا وقت اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس وقت کی نیند نفس کے لئے نہایت مرغوب اور پسندیدہ ہوتی ہے۔ اور ایسے وقت میں جاگنا نفس پر شاق گزرتا ہے۔ لہذا ایسے وقت میں نفس کی مخالفت کرتے ہوئے نیند کو قربان کرنا نفس کے خلاف ایک نہایت سخت مجاہدہ ہے جو کمالِ ایمان کی دلیل ہے۔ نیز یہ وقت دعا کی قبولیت کا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر رات کو جب آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ میں ہی (سارے جہان کا خود مختار) بادشاہ ہوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی چاہے اور میں اس کی مغفرت کروں۔ (مظہری ۲۳،۲۲/ ۲)۔

الوہیتِ ربانی کی شہادت

۱۸۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔

اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور علم والوں نے انصاف کے ساتھ گواہی دی کہ اس کے

سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ اس کے سوا کسی کی بندگی جائز نہیں ۔ وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے ۔

ربطِ آیات ۔ سورت کی ابتداء میں نجران کے نصاریٰ سے خطاب تھا جس میں توحید کا اثبات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا ابطال تھا ۔ درمیان میں چند دوسرے مضامین کا ذکر تھا ۔ اس کے بعد پھر توحید کا مزید بیان ہے کیونکہ توحید کی شہادت ہی ایمان کی اصل ہے اور توحید ہی پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مندی کا دارومدار ہے ۔

شانِ نزول علامہ بغوی ؒ نے کلبی کی روایت سے بیان کیا کہ شام کے یہودی علماء میں سے دو بڑے عالم مدینہ منورہ آئے ۔ مدینہ کی بستی کو دیکھ کر وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ بستی تو اس بستی سے بہت مشابہ ہے جس کے لئے تورت میں پیشگوئی آئی ہے کہ اس میں آخری نبی قیام پذیر ہوں گے ۔ پھر ان کو اطلاع ملی کہ بستی میں کوئی بزرگ ہیں جن کو لوگ نبی کہتے ہیں چنانچہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ تمام صفات جو آپ کے بارے میں توریت میں مذکور تھیں ، آپ میں پاکر پہچان گئے اور عرض کیا ۔ کیا آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں ؟ آپ نے فرمایا ہاں ۔ پھر عرض کیا ۔ کیا آپ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں ؟ آپ نے فرمایا ہاں میں محمد بھی ہوں اور احمد بھی (صلی اللہ علیہ وسلم) ۔

پھر عرض کیا کہ ہم آپ سے ایک سوال کرتے ہیں ، اگر آپ نے اس کا صحیح جواب دیا تو ہم ایمان لے آئیں گے ۔ آپ نے فرمایا کہ پوچھو ۔ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے بڑی شہادت کونسی ہے ؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ آپ نے ان کو پڑھکر سنائی تو اسی وقت وہ دونوں مسلمان ہو گئے ۔ (معارف القرآن ۳۵/ ۲ ، مظہری ۲۳/ ۲) ۔

تشریح حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام سے چار ہزار سال پہلے ارواح کو پیدا کیا ، ارواح کی تخلیق سے چار ہزار سال پہلے رزق کو پیدا کیا اور مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے جب وہ خود ہی تھا ۔ نہ آسمان تھا ، نہ زمین ، نہ نیک ، نہ بد ، اس نے خود ہی اپنے ایک ہونیکی شہادت دی اور فرمایا **شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ** ۔

اللہ تعالیٰ خود اپنے واحد و یکتا ہونیکی شہادت دیتا ہے ۔ پس اس کی شہادت کافی ہے ۔ وہ سب سے زیادہ سچا شاہد ہے ۔ سب سے زیادہ سچی بات اسی کی ہے ۔ وہ سب کا خالق ہے ۔ تمام مخلوق اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور اسی کی محتاج ہے ۔ وہ سب سے بے نیاز ہے ۔ اِلٰہ ہونے میں بھی وہ یکتا اور لاشریک ہے ۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔

پھر فرمایا کہ فرشتے اور اہل علم بھی شاہد ہیں یعنی فرشتے اور ایماندار جن و انس اپنے دل سے مانتے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتے ہیں۔

فَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ شَاہِدٌ
یَدُلُّ عَلیٰ اَنَّہٗ وَاحِدٌ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شہادت کے ساتھ فرشتوں اور علماء کی شہادت کو ملا کر علماء کی فضیلت اور خصوصیت بیان فرمائی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں اس آیت کی تلاوت فرمائی اور الحکیم تک پڑھکر فرمایا **وَ اَنَا عَلیٰ ذٰلِکَ مِنَ الشّٰہِدِیْنَ یَا رَبِّ** یعنی اے میرے پروردگار میں بھی اس پر شاہد ہوں۔

حضرت اعمش کی روایت میں ہے کہ جو شخص اس آیت کی تلاوت کے بعد **اَنَا عَلیٰ ذٰلِکَ مِنَ الشّٰہِدِیْنَ** کہے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے بندے نے ایک عہد کیا ہے اور میں سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والا ہوں اس لئے میرے بندے کو جنت میں داخل کر دو۔ (ابن کثیر ۳۵۴،۳۵۳ / ۱)۔

اللہ کا پسندیدہ دین

۱۹۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ قف وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ ط وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ط

بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہے اہل کتاب نے علم حاصل ہونے کے بعد بھی جو اس دین سے اختلاف کیا تو وہ محض آپس کی ضد سے کیا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی جلد حساب لینے والا ہے۔

ربطِ آیات ۔ توحید کی شہادت کے بعد ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ دین صرف اسلام ہے کیونکہ اسلام کے معنی اپنے آپ کو خدائے وحدہ لاشریک کے سپرد کر دینے کے ہیں اور مسلمان اس بندے کو کہتے ہیں جس نے اپنے آپ کو ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہو اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہو۔ تمام انبیاء کرام کا یہی دین رہا

ہے کہ ایک خدا کی اطاعت اور فرماں برداری کی جائے ۔ پس جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں اور ان کی اور حضرت مریم کی تصویروں کو پوجتے ہیں یا جو لوگ درختوں ، پتھروں ، چاند ، سورج اور ستاروں کو پوجتے ہیں ان کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھوی ۴۶۲/ ۱) ۔

تشریح ۔ قرآن کریم کی اصطلاح میں دین کا لفظ ان اصول و احکام کے لئے بولا جاتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء میں مشترک ہیں ۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے **شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا** ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین جاری فرمادیا جس کی وصیت تم سے پہلے (حضرت) نوح (علیہ السلام) اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو کی گئی تھی ۔

تمام انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی دین تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے جامع کمالات اور تمام نقائص سے پاک ہونے اور اس کے سوا کسی کے عبادت کے لائق نہ ہونے پر دل سے ایمان اور زبان سے اقرار ، روز قیامت اور اس میں حساب وکتاب اور جزا و سزا اور جنت و دوزخ پر دل سے ایمان لانا اور زبان سے اقرار کرنا ، اس کے بھیجے ہوئے ہر نبی و رسول اور ان کے لائے ہوئے تمام احکام پر ایمان لانا ۔

اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے کا نام اسلام ہے ۔ اس معنی کے اعتبار سے ہر نبی اور رسول کے زمانے میں جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کے لائے ہوئے احکام میں ان کی فرماں برداری کی وہ سب مسلمان کہلانے کے مستحق تھے اور ان کا لایا ہوا دین ، دین اسلام اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول تھا ۔ اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا ۔

وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (یونس ۷۲) اور مجھے حکم ہے کہ میں فرماں بردار یعنی مسلمان رہوں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو اور اپنی امت کو امت مسلمہ فرمایا ۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۔ (البقرۃ ۱۲۸) ۔

اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری نسل میں بھی ایک فرماں بردار گروہ پیدا کر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے بھی اسی معنیٰ کے اعتبار سے کہا تھا۔
وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (اٰل عمران ۵۲) آپ گواہ رہیۓ کہ ہم مسلمان ہیں۔
اب اسلام کا لفظ اس دین اور شریعت کے لئے خاص ہوگیا ہے جو سب سے آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے اور جس نے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اب قیامت تک یہی دین اسلام کے نام سے باقی رہے گا۔ سابقہ کوئی شریعت اسلام کہلانے کی مستحق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف وہی دین مقبول اور اسلام کہلانے کا مستحق ہے جو قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہو۔ اس کے سوا نہ کوئی دین مقبول ہے اور نہ نجات کا ذریعہ جیسا کہ ارشاد ہے۔
وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (اٰل عمران ۸۵) جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائیگا۔
پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اسلام کے بارے میں اس وجہ سے اختلاف نہیں کیا تھا کہ انہیں اس کے بارے میں کچھ شک و شبہ تھا یا وہ اس کی حقانیت سے واقف نہ تھے کیونکہ توریت و انجیل وغیرہ آسمانی کتب کے ذریعہ ان پر اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقانیت پوری طرح واضح اور ظاہر کر دی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے حسد و عناد، ضد اور مال و عہدے کی محبت میں اسلام اور مسلمانوں سے اختلاف کرتے تھے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتا ہے اور توحید و اسلام کو نہیں مانتا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی اس تکذیب کا بہت جلد حساب لینے والا ہے اور کتاب اللہ کی مخالفت کی وجہ سے اس کو سخت عذاب دے گا۔ (معارف القرآن ۳۶، ۲/۱۰۲، ابن کثیر ۳۵۴/ ۱)۔

اہلِ کتاب کی کٹ حجتی

۲۰۔ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَ مَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ؏
(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پس اگر وہ (اپنی ضد کے باعث) آپ سے حجت کریں تو آپ کہدیجئے کہ میں نے اور میرے ماننے والوں نے تو اپنا رُخ اللہ

تعالیٰ کی طرف کر لیا اور آپ اہل کتاب اور ان پڑھوں (مشرکین عرب) سے پوچھئے کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو ۔ پھر اگر وہ اسلام لے آئیں تو انہوں نے بھی ہدایت پالی اور اگر وہ روگردانی کریں تو آپؐ کے ذمہ تو صرف احکام پہنچا دینا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے ۔

تشریح ۔ اگر دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت ثابت و واضح ہونے کے بعد بھی اہل کتاب آپؐ سے صریح اور واضح امور میں کٹ حجتی اور جھگڑا کریں تو آپؐ ان سے کہدیجئے کہ میں نے اور میری اتباع کرنے والوں نے تو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے اور اسلام اور توحید کی راہ اختیار کر لی ہے ، ہم تو خاص اسی کی عبادت کریں گے جس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ اس جیسا کوئی اور ہے ۔ نہ اس کی اولاد ہے نہ بیوی ۔

سابقہ انبیاء کا دین اور طریقہ بھی یہی رہا ہے ۔ پس اگر تم سابقہ انبیاء کی تعلیم کے خلاف کسی کو خدا اور خدا کا بیٹا بناتے ہو تو بناؤ ۔ میں اور میری اتباع کرنے والے اس سے بری ہیں ۔ آپؐ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور امی لوگوں (مشرکین عرب) سے کہدیجئے کہ کیا تم ہماری طرح اسلام میں داخل ہوتے ہو ۔ پس اگر یہ لوگ بھی تمہاری طرح اسلام لے آئیں تو یہ بھی ہدایت یافتہ ہو جائیں گے ۔ اور اگر یہ تمہاری طرح اسلام لانے سے منہ موڑیں اور اپنے عقیدے پر قائم رہیں تو اس میں آپؐ کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ آپؐ کے ذمہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دینا ہے ۔ ہدایت دینا نہیں ، سو وہ آپؐ کر چکے اور اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو نگاہ میں رکھے ہوئے ہے ۔ وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دیگا (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس ۔ ۱/۴۶۳) ۔

اہل کتاب کے کرتوت

۲۱ ، ۲۲ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ لا وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ لا فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ز وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۔

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور وہ ایسے لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں جو لوگوں کو انصاف کرنے

کا حکم دیتے ہیں تو اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ ان کو درد ناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں اکارت گئے اور ان کا کوئی بھی مدد گار نہیں ۔

بِالْقِسْطِ ۔ انصاف کے ساتھ ۔ عدل کے ساتھ ۔ برابری کے ساتھ ۔ جمع اَقْسَاطٌ ۔
حَبِطَتْ ۔ وہ ضائع ہو گئے ۔ وہ غارت ہو گئے ۔ وہ اکارت گئے ۔ حبط سے ماضی ۔
ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں اہل کتاب کے عنوان سے یہود و نصاریٰ دونوں کو خطاب تھا ۔ ان آیات میں یہود کے کرتوتوں کا بیان ہے کہ انبیاء اور ان کی امتوں کے علماء کو قتل کرنا یہود کا خاص شیوہ ہے ۔ روح المعانی میں ابن ابی حاتم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ بنی اسرائیل نے ایک وقت میں تینتالیس نبیوں کو قتل کیا ۔ ان (بنی اسرائیل) کی نصیحت کے لئے (ان کی قوم میں سے) ایک سو بزرگ کھڑے ہوئے تو (انہوں نے) اسی دن ان کا بھی کام تمام کر دیا ۔

تشریح ۔ ان آیات میں اہل کتاب کے کرتوت بیان کئے گئے ہیں ۔ یہ لوگ غلط اور حرام کام کرتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں اور اپنے رسولوں کے ذریعہ جو احکام بندوں تک پہنچائے تھے یہ ان کو جھٹلاتے رہتے تھے ۔ یہی نہیں بلکہ یہ لوگ اس قدر سرکش تھے کہ اللہ تعالیٰ کے جو نیک بندے ان کو حق و انصاف کی بات بتاتے اور ان کو راہ راست پر آنے کے لئے کہتے تو یہ لوگ ان کو بھی تہ تیغ کر دیتے تھے ۔

ایک حدیث میں ہے کہ حق کو نہ ماننے اور اہل حق کو ذلیل جاننے ہی کا نام کبرو غرور ہے ۔

مسند ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ، قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب کسے ہوگا ؟ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہوگا یا ایسے شخص کو قتل کیا ہو جس نے اچھی بات کا حکم کیا اور بُری بات سے منع کیا ۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ۔ **اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ** سے **مِّنْ نّٰصِرِیْنَ** تک ۔ اور ارشاد فرمایا کہ اے ابو عبیدہ ، بنی اسرائیل نے تینتالیس نبیوں کو دن کے ابتدائی حصہ میں ایک ساعت میں قتل کیا ۔ اس پر بنی اسرائیل کے ایک سو ستر عابد و زاہد لوگ کھڑے ہوگئے اور بنی اسرائیل کو بھلائی کا حکم دینے لگے اور ان کو بُرائی سے روکنے لگے ۔ بنی اسرائیل نے ان کو بھی اسی دن کے آخری حصہ میں قتل کر دیا ۔ اللہ

تعالیٰ نے اس آیت میں بنی اسرائیل کے انہی لوگوں کا ذکر کیا ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی سرکشی اور تکبر کی بنا پر دنیا میں بھی ذلیل و پست کر دیا اور آخرت میں بھی ان کے لئے بد ترین ذلت و رسوائی کا عذاب تیار ہے ۔ اسی لئے دنیا میں بھی ان کے اعمال غارت ہوئے اور آخرت میں بھی برباد ۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچانے کے لئے نہ تو ان کو کوئی سفارشی ملے گا اور نہ ان کا کوئی مدد گار ہوگا (ابن کثیر ۳۵۵/ ۱) ۔

کتاب اللہ سے انحراف

۲۳ ، ۲۴ ۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْباً مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّاماً مَّعْدُوْدٰتٍ ص وَّغَرَّهُمْ فِىْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۔

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپؐ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب میں سے کچھ حصہ دیا گیا اور ان کو اسی کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ (کتاب) ان کے درمیان فیصلہ کر دے ۔ پھر بھی ان میں سے بعض لوگ رو گردانی کرتے ہیں اور وہ تو (در حقیقت) ہیں ہی اعراض کرنے والے ۔ یہ اس لئے کہ وہ کہہ چکے ہیں کہ ہمیں دوزخ کی آگ ہر گز نہیں چھوئے گی مگر گنتی کے چند روز تک اور ان کی افترا پردازیوں نے انہیں اپنے دین کے متعلق مغرور کر دیا ہے (دھوکہ میں ڈال رکھا ہے) ۔

نَصِيْباً : حصہ ۔ ٹکرا ۔ قسمت ۔

يُدْعَوْنَ : وہ بلائے جاتے ہیں ۔ ان کو دعوت دی جاتی ہے ۔ دُعَاءٌ و دَعْوَةٌ سے مضارع مجہول ۔

مُعْرِضُوْنَ: اعراض کرنے والے ۔ رو گردانی کرنے والے ۔ کنارہ کشی کرنے والے ۔ اِعْرَاضٌ سے اسم فاعل ۔

غَرَّهُمْ اس کو فریب میں رکھا ۔ اس نے ان کو بھول میں رکھا ۔ غُرُوْرٌ سے ماضی ۔

يَفْتَرُوْنَ : وہ افترا کرتے ہیں ۔ وہ بہتان لگاتے ہیں ۔ اِفْتِرَاءٌ سے مضارع ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں اسلام کی حقانیت کو دلائل و براہین سے واضح فرما کر اہل کتاب کو اسلام میں داخل ہونیکی دعوت دی گئی مگر ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے کی بجائے اس سے اعراض کیا ۔ ان آیات میں فرمایا کہ اہل کتاب کا اسلام سے اعراض کرنا نہایت عجیب ہے کیونکہ یہ لوگ تو تورات و انجیل کے عالم ہیں اور تورات و انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات اور نشانیاں بیان کی گئی ہیں یہ لوگ ان سے پوری طرح واقف ہیں مگر پھر بھی اسلام سے روگردانی کرتے ہیں ۔

شانِ نزول ۔ ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے عکرمہ سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت بیان کی کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المدارس (یہودیوں کے مدرسے) میں جاکر یہودیوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی ۔ ان میں سے نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے سوال کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کس دین پر ہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور دین پر ہوں ۔ انہوں نے کہا کہ (حضرت ابراہیم تو یہودی تھے ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو ، تورات لا کر یہ مضمون اس میں دکھا دو ۔ چونکہ تورات میں یہ لغو بات لکھی ہوئی نہ تھی اس لئے انہوں نے تورات لانے سے انکار کر دیا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (جلالین ۱۵۴ ، ۱۵۵) ۔

کلبی نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ خیبر کے باشندوں میں ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ۔ تورات میں زنا کی سزا سنگساری مقرر تھی مگر چونکہ زنا کرنے والے با اثر لوگ تھے اس لئے یہود نے ان کو سنگسار کرنا مناسب نہ سمجھا ۔ پھر انہوں نے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس امید پر پیش کیا کہ شاید اس سزا میں تخفیف ہو جائے مگر آپؐ نے دونوں کو رجم (سنگسار) کرنے کا حکم دیا ۔ نعمان بن اوفی اور بحری بن عمرو اس سزا کو سن کر کہنے لگے ۔ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کا فیصلہ غلط ہے ۔ ان کے لئے سنگساری کا حکم نہیں ۔ آپؐ نے فرمایا کہ تورات لے آؤ میری اور تمہاری بات کا فیصلہ اس سے ہو جائے گا ۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ نے انصاف کی بات کہی ہے ۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تم میں تورات کا سب سے بڑا عالم کون ہے ۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ ایک فدک کا باشندہ ہے جس کی ایک آنکھ ہے اور اس کو ابن صُوریا کہتے ہیں ۔ چنانچہ یہودیوں نے ابن صُوریا کو بلوالیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ابن صُوریا کے حالات بتادئے ۔ جب ابن صُوریا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم ابن صُوریا ہو ۔

اس نے عرض کیا ہاں ۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم یہود کے سب سے بڑے عالم ہو ۔ اس نے کہا کہ لوگ ایسا ہی خیال کرتے ہیں ۔ آپؐ نے تورات کا وہ حصہ طلب فرمایا جس میں رجم کا حکم مذکورہ تھا اور فرمایا کہ اس کو پڑھو ۔ ابنِ صُوریا نے تورات پڑھنی شروع کی اور رجم کی آیت پر پہنچا تو اس پر اپنی ہتھیلی رکھ کر اس سے آگے پڑھنے لگ گیا ۔ حضرت عبداللہ بن سلام بول اٹھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ رجم کی آیت کو چھوڑ گیا ہے ۔ پھر حضرت عبداللہ نے اس کا ہاتھ رجم کی آیت سے ہٹا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہاں موجود تمام یہودیوں کو رجم کی آیت پڑھکر سنائی کہ مُحْصَن اور مُحْصَنَہ جب زنا کریں اور شہادت سے ثابت ہو جائے تو ان کو سنگسار کر دیا جائے اور اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی سزا بچہ پیدا ہونے تک موقوف رکھی جائے ۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو سنگسار کرادیا اور یہودی ناراض ہو کر واپس چلے گئے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۲۷، ۲۸/ ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے اس دعوے میں بھی جھوٹے ہیں کہ ان کا تورات و انجیل پر ایمان ہے کیونکہ ان کتابوں کی ہدایت کے مطابق جب ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ منہ پھیر لیتے ہیں جس سے ان کی سرکشی تکبر اور عناد و مخالفت ظاہر ہوتی ہے ۔ پھر انہوں نے اپنی سرکشی اور حق کی مخالفت میں اندھے ہو کر اپنی طرف سے یہ بھی گھڑ لیا کہ ہم تو چند روز ہی آگ میں رہیں گے یعنی صرف سات روز یا چالیس روز ۔ ان کے خیال میں دنیا کی کل مدت سات ہزار سال ہے ۔ ہر ہزار سال کے بدلے ایک دن دوزخ میں رہیں گے یا زیادہ سے زیادہ چالیس روز تک دوزخ میں رہیں گے یعنی جتنے دن بچھڑے کی پوجا کی تھی ۔ اس کا مفصل بیان سورۂ بقرۃ کی آیت نمبر ۸۰ میں گزر چکا ۔ یہ محض ان کا من گھڑت خیال ہے ورنہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بات کہی اور نہ ان کے پاس کوئی کتابی دلیل ہے ۔

اسی طرح انہوں نے اپنی طرف سے دین میں بہت سی باتیں گھڑ رکھی ہیں ۔ مثلاً ایک تو یہی کہ ہمیں صرف سات یا چالیس روز دوزخ کی آگ چھوئے گی ۔ دوسرے یہ کہ ہمارے اسلاف جو انبیاء تھے ، ہماری شفاعت کریں گے ۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ ان کی اولاد کو عذاب نہیں دے گا (ابن کثیر ۳۵۵ / مظہری ۲۸/ ۲) ۔

یہود کی بے بسی

۲۵ ۔ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۔ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۔

پھر جب ہم ان کو اس دن جمع کریں گے جس کے آنے میں ذرا بھی شبہ نہیں تو ان کا کیا حال ہوگا ۔ اور (اس دن) ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور ان پر (کسی قسم کا) ظلم نہیں کیا جائیگا ۔

وُفِّيَتْ ۔ اس کو پورا پورا دیا گیا ۔ وہ پوری کی گئی ۔ تَوْفِیۃ سے ماضی مجہول ۔
كَسَبَتْ ۔ اس نے کمایا ۔ اس نے کام کیا ۔ کَسْبٌ سے ماضی ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کو ڈانٹ ڈپٹ کر تنبیہ فرمائی ہے کہ قیامت کے روز ان کا کیا حال ہوگا؟ جب ان کو ایک یقینی دن کے حساب اور جزا و سزا کے لئے جمع کیا جائیگا ، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ، اس کے رسولوں کی تکذیب کی انبیاء اور اہل حق علماء کو قتل کیا ۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے ایک ایک عمل کا حساب لے گا اور انہیں اپنے تمام اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی ۔ اس روز ہر شخص کو اس کے کئے کا پوراپورا بدلہ دیا جائے گا ۔ کسی کی حق تلفی نہیں کی جائے گی ۔ (ابن کثیر ۳۵۶/ ۱) ۔

اختیارِ کامل

۲۶ ۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۔ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کہئے کہ اے ملک کے مالک اللہ ! تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور توہی جس کو چاہتا ہے عزت دیتا اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے ۔ تیرے ہی اختیار میں سب بھلائی ہے ۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے ۔

تُؤْتِي تو دیتا ہے ۔ تو عطا کرتا ہے ۔ اِیْتَاءٌ سے مضارع ۔

تَشَاءُ ۔ تو چاہے ۔ تو ارادہ کرے ۔ مَشِیْئَۃٌ سے مضارع ۔
تَنْزِعُ ۔ تو چھین لیتا ہے ۔ تو اکھاڑ پھینکتا ہے ۔ تو گرادیتا ہے ۔ نَزْعٌ سے مضارع ۔

ربطِ آیات ۔ کفار دنیا اور اس کے سامان پر مغرور تھے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کو فقر و فاقہ اور افلاس کی وجہ سے حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی کے جواب میں فرمایا کہ سلطنت و دولت اور عزت و ذلت سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم اس طرح دعا مانگو ، ہم تمہیں ایسی بے مثال سلطنت عطا کریں گے کہ اس کو دیکھ کر یہ مذاق اڑانے والے بھی حیران و دنگ رہ جائیں گے ۔ گویا یہ ایک طرح کی پیشن گوئی تھی کہ عنقریب دنیا کی کایا پلٹ ہونے والی ہے اور یہ بے سروسامان مسلمان عزت و سلطنت کے مالک بن جائیں گے ۔ اور جو لوگ اس وقت بادشاہت کر رہے ہیں وہ اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے ذلت کے گڑھے میں جا گریں گے (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ، ۴۶/ ۱) ۔

شانِ نزول ۔ علامہ بغوی ؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انس بن مالکؓ نے بیان فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو آپؐ نے اپنی امت کے لئے فارس اور روم کی حکومتوں کا وعدہ فرمایا ۔ اس پر منافق اور یہود کہنے لگے کہ کہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کہاں فارس اور روم کی حکومتیں ۔ وہ ان سے کہیں طاقتور اور مضبوط ہیں ۔ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے مکہ اور مدینہ کافی نہیں کہ فارس اور روم کی حکومت کا لالچ کرنے لگے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ (مظہری ۲۹/ ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں قوموں کے عروج و زوال اور ملکوں کے انقلابات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو نہایت بلیغ انداز میں بیان کیا گیا ہے اور فارس و روم کی فتوحات کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے پورا ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ جو لوگ دنیا کے انقلابات سے بے خبر ہیں ، قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ سے ناواقف ہیں ، قوم نوح اور عاد و ثمود کے واقعات سے غافل ہیں ان کو تنبیہ کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہاں کا خالق و مالک ہے ۔ وہ جیسے چاہتا ہے اپنے ملک میں تصرف کرتا ہے ۔ ہر قسم کی طاقت و قدرت اسی کے اختیار میں ہے کوئی بھی اس کی اجازت اور اس کی طرف سے حق ملکیت عطا ہوئے بغیر کسی چیز میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ۔ وہ اپنے ملک میں سے جس کو جتنا چاہتا ہے دے دیتا ہے اور جس سے جتنا چاہتا ہے واپس لے لیتا

ہے ۔ وہ بلا شبہ اس پر قادر ہے کہ غریبوں اور فقیروں کو تخت و تاج کا مالک بنا دے اور بڑے بڑے بادشاہوں سے حکومت و دولت چھین لے وہ جس کو چاہتا ہے دنیا یا آخرت یا دونوں جہاں میں اپنی مدد و توفیق اور ثواب عطا کر کے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بد بختی، عدم توفیق اور عذاب دیکر ذلیل کر دیتا ہے ۔ ہر قسم کی بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے وہی قادر مطلق ہے جس طرح وہ خیر عطا کرنے پر قادر ہے اسی طرح خیر نہ دینے پر بھی قادر ہے کیونکہ قدرت کے معنی ہی یہ ہیں کہ اگر وہ چاہے تو کرے اور چاہے تو نہ کرے ۔ (مظہری ۲۹ ، ۳۰ /۲)

قدرتِ خداوندی

۲۷ ۔ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ تُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ ز وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ز وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ

تو ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور تو ہی مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو پیدا کرتا ہے ۔ اور تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے ۔

تُوْلِجُ ۔ تو داخل کرتا ہے ۔ تو لاتا ہے ۔ اِیْلَاجٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ اے اللہ ! جس طرح نور کو ظلمت سے اور ظلمت کو نور سے بدلنا اور عزت کو ذلت سے اور ذلت کو عزت سے بدلنا تیری ہی قدرت میں ہے بالکل اسی طرح رات کے ایک حصہ کو دن میں داخل کر دینا جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے اور دن کے کسی حصہ کو رات میں داخل کر دینا جس سے رات بڑی ہو جاتی ہے ، بھی تیرے ہی اختیار و قدرت میں ہے ۔ اس طرح کسی موسم میں دن طویل ہو جاتا ہے اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے اور کسی موسم میں رات طویل ہوجاتی ہے اور دن چھوٹا ہو جاتا ہے ۔ اور جاندار کو بے جان سے نکالنا اور بے جان کو جاندار سے نکالنا بھی تیری ہی قدرت میں ہے جیسے انڈے سے جانور اور جانور سے انڈا یا سبزہ کو خشک بیج سے اور خشک بیج کو سبزہ سے پیدا کرنا ۔ اور تو ہی جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے ۔ (مظہری ۳۱ / ۲) ۔

کافروں سے دوستی کی ممانعت

۲۸۔ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہاں اگر تم ان سے کوئی بچاؤ کرنا چاہتے ہو (تو کوئی مضائقہ نہیں) اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

يَتَّخِذِ ۔ وہ اختیار کرتا ہے۔ وہ بناتا ہے۔ اِتِّخَاذٌ سے مضارع۔
تُقٰىةً ۔ بچنا۔ پرہیز کرنا۔ ڈرنا۔ مصدر ہے۔
يُحَذِّرُكُمْ ۔ وہ تمہیں ڈراتا ہے۔ تَحْذِيْرٌ سے مضارع۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں یہ بتایا گیا کہ عزت و ذلت سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم مسلمانوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی نہ کرنا اور کافروں کی ظاہری اور وقتی شان و شوکت کو دیکھ کر یہ گمان نہ کرنا کہ شاید ان سے دوستانہ تعلقات رکھنے میں کچھ عزت مل جائے گی۔ کیونکہ حقیقی عزت تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس سے ملتی ہے۔ البتہ اگر کسی وقت کسی نے مجبوری کی حالت میں دشمن کے شروفساد سے بچنے کے لئے ظاہری طور پر ان سے دوستی کر لی تو اس کی ممانعت نہیں (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱/۴۷۰)۔

شانِ نزول ۔ اس آیت کے شان نزول میں کئی روایتیں ہیں۔ ابن جریر نے سعید اور عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت بیان کی کہ حجاج بن عمرو جو کعب بن اشرف کا حلیف تھا اور ابن ابی الحقیق اور قیس بن زید نے انصار کے کچھ آدمیوں سے اندرونی طور پر دوستی کر لی تاکہ ان کو ان کے دین کے بارے میں فتنہ میں ڈالدیں اور بہکادیں۔ رفاعہ بن منذر اور عبداللہ بن جبیر اور سعید بن خثیمہ نے ان انصار سے کہا کہ تم لوگ ان یہودیوں

سے بچتے رہو اور ان کی دوستی سے دور رہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں دین کے بارے میں بہکادیں۔ انصار نے ان یہود کی دوستی ختم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (جلالین ۱۵۶، ۱۵۷، مظہری ۲/۳۴۳۱)۔

علامہ بغوی نے مقاتل کا قول نقل کیا ہے کہ آیت کا نزول حضرت حاطب بن ابی بلتعہ وغیرہ کے متعلق ہوا تھا جو مشرکین مکہ سے دوستی کا اظہار کرتے تھے۔ (مظہری ۳۴/ ۲)

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں سے ترک موالات کا حکم دیا ہے کہ مسلمانوں کے لئے کافروں سے قلبی محبت و میل ملاپ رکھنا جائز نہیں بلکہ مومنوں کو کافروں کی بجائے آپس میں دوستیاں اور محبت رکھنی چاہیے۔ اور جو شخص اس صریح اور واضح حکم کے باوجود کافروں سے دوستی رکھے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس کا کچھ بھی تعلق نہیں۔ اگر کافروں سے کچھ شر و فساد کا اندیشہ ہو تو ان سے ظاہری خوش خلقی اور دوستی جائز ہے مگر دل میں ان کی طرف رغبت اور ان سے حقیقی محبت نہیں ہونی چاہیے۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی دوستی سے محرومی نہ ہوگی۔

قرآن کریم میں یہ مضمون متعدد جگہ آیا ہے مثلاً۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ
(الممتحنہ آیت ۱)

اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمن (یعنی کافروں) کو دوست نہ بناؤ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (مائدہ ۵۱)۔

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ کیونکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا وہ انہی میں شمار ہوگا۔

وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۔ (الممتحنہ) ۔

اور جس نے ان سے دوستی کی تو وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا ۔

حضرت ابنؓ مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی (متفق علیہ) حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہوگی ۔ (متفق علیہ) ۔

حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک ہمنشیں کی مثال ایسی ہے جیسے اپنے ساتھ مُشک رکھنے والا اور بُرے ہمنشیں کی مثال ایسی ہے جیسے بھٹی دھونکنے والا ۔ مُشک رکھنے والا یا تو تجھے مُشک مفت دیدے گا یا تو اس سے خرید لے گا اور اگر کچھ بھی نہ ہوگا تو تجھے خوشبو تو پہنچ ہی جائیگی اور بھٹی دھونکنے والا تیرے کپڑے جلا دے گا یا کم سے کم اس کی طرف سے تجھے بد بو تو آئیگی ۔ (متفق علیہ) ۔

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے اپنی دوستی اور دشمنی کو اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دیا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا ۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی اور عذاب سے ہر اس شخص کو خبر دار کرتا ہے جو اس کے فرمان کی مخالفت کر کے اس کے دشمنوں سے دلی دوستی اور میل ملاپ رکھے اور اس کے دوستوں سے دشمنی رکھے ۔ ہر شخص کواللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے جہاں اس کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا ۔ کوئی بھی اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتا ۔ (مظہری ۳۳/ ۲ ۰ ابن کثیر ۳۵۰/ ۱) ۔

دلوں کا راز داں

۲۹ ۔ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَافِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ ان سے کہدیجئے کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم اس کو چھپاؤ گے یا اس کو ظاہر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تو اس کو جان ہی لے گا اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب کچھ جانتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔

تُخْفُوْا ۔ تم چھپاتے ہو ۔ اِخفاءٌ سے مضارع ۔
تُبْدُوْہُ ۔ تم اس کو ظاہر کرتے ہو ۔ اِبْدَاءٌ سے مضارع ۔
صُدُوْرِکُمْ ۔ تمہارے سینے ۔ تمہارے دل ۔ واحد صَدْرٌ ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ چھپی ہوئی اور ظاہر کی ہوئی تمام باتوں کو بخوبی جانتا ہے ۔ کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں ۔ اس کا علم ہر چیز کو ہر لمحہ گھیرے ہوئے ہے ۔ آسمانوں اور زمین میں ، پہاڑوں اور سمندروں میں ، ہواؤں اور فضاؤں میں غرض کائنات میں جو کچھ بھی ہے اور جہاں کہیں بھی ہے سب اس کے علم میں ہے اور ہر چیز پر اس کو قدرت حاصل ہے ۔ وہ جس کو جس طرح چاہے رکھے اور جو چاہے اس کو جزا و سزا دے ۔ پس ایسے وسیع علم والے اور ایسی زبردست قدرت والے سے ہر شخص کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور اس کی نافرمانیوں سے بچتے ہوئے اس کی فرماں برداری میں لگے رہنا چاہئے (مظہری ۳۴ / ۲ ۰ ابن کثیر ، ۳۵ / ۱) ۔

کافروں کی پشیمانی

۳۰ ۔ یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَہَا وَ بَیْنَہٗٓ اَمَدًاۢ بَعِیْدًا ؕ وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ؕ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ؕ

اس دن (کو یاد کرو) جس دن ہر شخص اپنے کئے ہوئے اچھے کاموں کو بھی اور اپنے کئے ہوئے بُرے کاموں کو بھی اپنے سامنے موجود پائے گا ۔ اس دن وہ چاہے گا کہ کاش اس کے اور اس کے اعمالِ بَد کے درمیان دور دراز کی مسافت (حائل) ہو جائے ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے ۔

تَجِدُ ۔ وہ پائے گی ۔ وُجُوْدٌ سے مضارع ۔
مُّحْضَرًا ۔ حاضر کیا ہوا ۔ سامنے لایا ہوا ۔ اِحْضَارٌ سے اسم مفعول ۔
اَمَدًا ۔ مدت ۔ زمانہ دراز ۔ مسافت ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ عزت و ذلت سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بنانے کی ممانعت فرمائی ہے ۔ اور کافروں کی ظاہری اور وقتی شان و شوکت دیکھ کر مسلمانوں کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ان سے دوستانہ تعلقات رکھنے سے شاید ان کو بھی کچھ دنیوی عزت و شہرت حاصل ہو جائیگی ۔ کیونکہ کافروں کے پاس جو عزت نظر آتی ہے وہ حقیقی نہیں ۔ حقیقی عزت تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے ۔ البتہ اگر کسی مجبوری کے تحت یا کافروں کے شرو فساد سے بچنے کے لئے ظاہری طور پر تدبیر کے درجہ میں اور بقدر ضروریات و حاجت ، ان سے کچھ تعلق قائم کر لیا تو وہ جائز ہے مگر پسندیدہ وہ بھی نہیں ۔

تشریح ۔ قیامت کے روز ہر شخص اپنی نیکیوں کو یا نیکیوں کے صحیفے کو یا ان کے ثواب کو پالے گا ۔ اور نیکی یا صحیفہ یا ثواب اس کے سامنے ہوگا جس کو دیکھ کر وہ خوش ہوگا ۔ اسی طرح بُرے اعمال کو یا برائیوں کے صحیفے یا اس کے عذاب کو پالے گا اور بُرے اعمال یا برائیوں کا صحیفہ یا اس کا عذاب اس کے سامنے ہوگا جس کو دیکھ کر وہ حسرت و افسوس کرے گا اور تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور روز جزا کے درمیان ایک بڑی مسافت حائل ہوجائے ۔ جیسا کہ ارشاد ہے ۔

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ (القیامۃ ۱۳)

اس دن انسان کو تمام اگلی پچھلی باتوں کی خبر کر دی جائیگی ۔

حضرت عدیؓ بن حاتم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک سے اس کا رب اس طرح کلام فرمائے گا کہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا اور نہ کوئی حجاب مانع ہوگا ۔ وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اس کو وہی اعمال نظر آئیں گے جو اس نے پہلے کئے ہوں گے اور بائیں طرف دیکھے گا تب بھی سابقہ اعمال دکھائی دیں گے اور سامنے دیکھے گا تو منہ کے سامنے آگ ہی آگ دکھائی دے گی ۔ پس تم اس آگ سے بچو اگر چہ چھوارہ کا ایک ٹکڑا ہی دے سکو ۔ (متفق علیہ ۔ مظہری ۲۵ / ۲) ۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کے لے خوشخبری ہے کہ انکو اس کے لطف و کرم سے کبھی نا امید نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے ۔

صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن کو قریب بلا کر اور اس پر اپنی ہتھیلی رکھ کر خفیہ طور پر فرمائے گا کہ کیا تجھے اپنا فلاں گناہ معلوم ہے۔ بندہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب بیشک مجھے معلوم ہے جب اللہ تعالیٰ اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرالیگا اور بندہ خیال کرے گا کہ اب میں تباہ و برباد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہ چھپائے اور آج میں معاف کرتا ہوں۔ اس کے بعد نیکیوں کا اعمال نامہ اس کو دے دیا جائیگا۔ رہے کافر و منافق تو ان کے متعلق تمام مخلوق کے سامنے ندا دی جائے گی کہ۔

هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ (ھود ۱۸)۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا۔ آگاہ ہو جاؤ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (مظہری ۳۴ / ۲)۔

محبتِ الٰہی کی کسوٹی

۳۱، ۳۲۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۗ

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہدیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (اس کے نتیجہ میں) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور وہ تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا۔ اور اللہ تو بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

آپ کہدیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر وہ اعراض کریں تو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے موالات اور محبت کی ممانعت

کا بیان تھا ۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اتباع کا حکم ہے ۔

شانِ نزول ۔ ابن جریرؒ اور ابن المنذر نے حسن بصریؒ کی مرسل روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ لوگوں نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی قسم ہم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو ایمان لاؤ اور اس کے سچے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کرو (جلالین ،۱۵۰ ، مظہری ۳۶ / ۲) ۔

ابن اسحٰق اور ابن جریرؒ نے محمد بن جعفر بن زبیر کا قول نقل کیا ہے کہ نجران کے وفد نے کہا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے حضرت عیسٰیؑ کی پرستش کرتے ہیں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۳۶/ ۲) ۔

علامہ بغویؒ نے لکھا ہے کہ آیت کا نزول یہود و نصاریٰ کے حق میں ہوا تھا کیونکہ انہوں نے کہا تھا **نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ** ۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں (مظہری ۳۶/ ۲) ۔

تشریح ۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار بتایا ہے کہ جو شخص اس کی محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے اعمال و افعال اور عقائد ، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ ہوں تو اس کا دعویٰ صحیح نہیں لہذا اگر کوئی شخص اپنے مالک و معبود حقیقی کی محبت کا دعویٰ کرے تو اس کے دعوے کی سچائی کو پرکھنے کے لئے اس کے اعمال و افعال اور عقائد کو اتباع محمدی کی کسوٹی پر کسا جائیگا جس سے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائیگا ۔ جو شخص اپنے دعوے میں جس قدر سچا ہوگا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اسی قدر پختہ اور کامل ہوگا اور جتنا وہ اپنے دعوے میں کمزور ہوگا اتنا ہی وہ آپؐ کی اتباع میں سست اور کمزور ہوگا ۔ (معارف القرآن ۵۵ / ۲)

پھر حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہو ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری سے رو گردانی کریں وہ کافر ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے محبت نہیں رکھتا کیونکہ اس کی محبت مومنوں کے لئے مخصوص ہے ۔

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر میرا حکم نہ ہو وہ مردود ہے ۔ (ابن کثیر ۳۵۸/ ۱) ۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کی اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اتباع کی اور جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ۔ (مظہری ۳۸/ ۲) ۔

منتخب انبیاء

۳۳ ، ۳۴ ۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىٓ اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم و آل عمران کو سارے جہان پر (فضیلت کے لئے) چن لیا ۔ ان میں بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے ۔

اٰلَ ۔ اولاد ، قوم ۔ گھر کے لوگ ۔

اصْطَفٰى ۔ اس نے منتخب کر لیا ۔ اس نے پسند کر لیا ۔ اِصْطِفَاءٌ سے ماضی ۔

ذُرِّيَّةً ۔ اولاد ۔ جمع ذریّت ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے معیار کا بیان تھا ۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے چند منتخب و محبوب بندوں کا ذکر اور ان کے واقعات بیان فرمائے ہیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان پاکباز اور پسندیدہ بندوں کی اتباع اور محبت کا شوق پیدا ہو اور وہ یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق و محبت اور اس کی خوشنودی ، ان منتخب و برگزیدہ بندوں کی اتباع اور پیروی کے بغیر ممکن نہیں ۔

تشریح ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کی برگزیدگی اور فضیلت کو بیان فرمایا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا جو سب انسانوں کے باپ تھے ۔ پھر فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور ان کو تمام چیزوں کے نام بتائے اور جنت میں بسا دیا ۔

پھر اپنی حکمت اور قدرت کاملہ کے اظہار کے لئے ان کو زمین پر اتار دیا ۔ سب سے پہلے انہی کو نبوت عطا فرمائی اور تمام انبیاء کو انہی کی نسل سے پیدا فرمایا ۔

ابتداء میں ، تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے دین پر تھے ۔ پھر جب ان میں اختلافات پیدا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں میں سے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی نبوت کے لئے چن لیا۔ جب ان کی قوم نے سرکشی کی اور پیغمبر کی ہدایت پر عمل نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعاء سے ان پر پانی کا عذاب بھیجکر ، حضرت نوحؑ کی اتباع کرنے والوں کے سوا ، سب کو اس پانی کے طوفان میں ڈبودیا ، جو طوفان نوحؑ کے نام سے مشہور ہے ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو برگزیدگی عطا فرمائی ۔ پھر سب سے آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے خاندان میں سید البشر ، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو برگزیدہ فرما کر مبعوث فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ نے عمران کے خاندان کو بھی منتخب و برگزیدہ کیا ۔ عمران حضرت مریمؑ کے والد کا نام ہے ۔ جو حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ہیں ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی بات کو خوب سنتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ منتخب کئے جانے کی اہلیت و صلاحیت کس میں ہے ۔ (مظہری ۳۸/ ۲ ، ابن کثیر ۳۵۸/ ۱) ۔

حضرت مریمؑ کی والدہ کی نذر

۳۵ ۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔

(اور وہ وقت یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے میرے رب میرے پیٹ میں جو کچھ ہے میں نے اس کو تیرے لئے نذر کیا ۔ پس تو (اس کو) میری طرف سے قبول فرما لے ۔ بیشک تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے ۔

نَذَرْتُ ۔ میں نے نذر مانی ۔ میں نے منت مانی ۔ نَذْرٌ سے ماضی ۔
مُحَرَّراً ۔ تحریر کیا ہوا ۔ آزاد کیا ہوا ۔ تَحْرِیْرٌ سے اسم مفعول ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا اجمالی ذکر تھا ۔ یہاں سے ان کا تفصیلی بیان شروع ہوا ہے ۔ سب سے پہلے آلِ عمران کا واقعہ بیان کیا تاکہ یہود و نصاریٰ کے من گھڑت اور فاسد خیالات کا فیصلہ کر دیا جائے ۔ یہود نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں ہنایت تفریط سے کام لیکر ان کی شان کو گھٹایا ، ان کو کاہن اور جادوگر بتایا ۔ اس کے برعکس نصاریٰ نے اِفراط سے کام لیکر ان کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیا ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی ولادت ، ان کی طفولیت اور ان کے بشری احوال کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا تاکہ حضرت عیسیٰ کا اولاد آدم میں سے ہونا پوری طرح واضح ہو جائے ۔

تشریح ۔ گزشتہ انبیاء کی شریعت میں عبادت کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنی اولاد میں سے کسی لڑکے کو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کر دیتے تھے اور اس سے دنیا کی کوئی خدمت نہیں لیتے تھے ۔ جوان ہونے تک وہ لڑکا گرجا کی خدمت میں لگا رہتا تھا ۔ اس کے بعد اس کو اختیار ہوتا تھا کہ وہ چاہے تو وہیں رہ کر گرجا کی خدمت میں لگا رہے اور اگر وہ چاہے تو اس خدمت کو ترک کر کے کہیں اور چلا جائے ۔

حضرت مریمؑ کی والدہ نے بھی اسی دستور کے مطابق یہ منت مانی تھی کہ جو بچہ پیدا ہوگا اس کو خاص بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کردوں گی اور اسے دنیا کے کام میں نہیں لگاؤں گی ۔ (معارف القرآن ،۵/ ۲) ۔

ابن جریرؒ نے ابن اسحٰقؒ کی روایت سے بیان کیا اور حضرت عکرمہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے کہ عمران کے باپ کا نام ماثان یا اشہم تھا ۔ ماثان کی اولاد ہی بنی اسرائیل کی سردار تھی انہی میں سے علماء اور بادشاہ ہوتے تھے ۔ عمران کی بیوی کا نام حنّہ بنت فَاقُوذ تھا ۔ ان کے اولاد نہیں ہوتی تھی ۔ اور وہ بوڑھی بھی ہو گئی تھیں ۔ ایک روز انہوں نے ایک درخت کے نیچے سے ایک پرندے کو دیکھا کہ وہ اپنے بچے کو چونچ سے چوگا دے رہا ہے ۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں بھی بچے کی خواہش پیدا ہوئی ۔ انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ سے دعا کی ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے مقبول گھرانے سے تھیں اس لئے ان کی دعا فوراً قبول ہوگئی اور وہ حاملہ ہو گئیں ۔ (مظہری ۴۰/ ۲) ۔

جب انہیں حمل کا یقین ہو گیا تو انہوں نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو اولاد دے گا میں اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام پر آزاد کر دوں گی ۔ اے اللہ تو میری اس مخلصانہ نذر کو قبول فرما ۔ بلا شبہ تو میری دعا کو سن رہا ہے اور تو میری نیت کو

بھی خوب جانتا ہے ۔ (ابن کثیر ۳۵۹/ ۱) ۔

عمران نے بیوی کی دعاء اور منت سنکر کہا کہ تونے یہ کیا کیا ۔ اگر لڑکی پیدا ہوئی تو کیا ہوگا ۔ پھر دونوں فکر میں پڑگئے ۔ حضرت مریمؑ کے والد عمران حضرت مریمؑ کی پیدائش سے پہلے ہی انتقال کر گئے اور حَنّہ بیوہ ہو گئیں ۔ (مظہری ۴۰، ۴۱ / ۲) ۔

حضرت مریمؑ کا مرتبہ

۳۶ ۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَ اِنِّیْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَ اِنِّیْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ

پھر جب اس نے لڑکی جنی تو کہنے لگی کہ اے میرے پروردگار میں نے تو لڑکی جنی ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس نے کیا جنا ۔ اور لڑکا ، لڑکی جیسا نہیں اور (بہر حال) میں نے اس کا نام مریمؑ رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ۔

وَضَعْتُهَا ۔ اس نے اس (مؤنث) کو جنا ۔ اس نے اس کو رکھا ۔ وَضْعٌ سے ماضی ۔
سَمَّيْتُهَا ۔ میں نے اس کا نام رکھا ۔ تَسْمِيَةٌ سے ماضی ۔

تشریح ۔ پھر جب حضرت مریمؑ کی ولادت ہوئی تو ان کی والدہ حَنّہ نے حسرت کے ساتھ کہا کہ اے میرے پروردگار میں نے تو اس بچے کو تیرے نام پر وقف کیا تھا مگر یہ تو لڑکی ہے جو فطرتاً کمزور ہوتی ہے اور اس کو نسوانی عوارض بھی ہوتے ہیں اس لئے وہ بیت المقدس کی خدمت کی صلاحیت نہیں رکھتی ۔ اگر یہ لڑکا ہوتا تو وہ فطرتاً طاقتور اور مضبوط ہونیکی بنا پر بیت المقدس کی خدمت کرسکتا تھا ۔ اس لئے لڑکا لڑکی کی مانند نہیں ہوسکتا

پھر حَنّہ نے کہا کہ اے اللہ میں نے اس لڑکی کا نام مریمؑ رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے بچانے کے لئے تیری پناہ میں دیتی ہوں ۔ اللہ تعالیٰ نے حَنّہ کی یہ دعا بھی قبول فرمائی اور حضرت مریمؑ اور ان کا بچہ شیطان سے محفوظ رہے ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیدائش کے وقت

شیطان ہر بچہ کو ضرور ٹھوکا دیتا ہے جس سے بچہ چیخنے چلانے اور رونے لگتا ہے ۔ مگر (حضرت) مریمؑ اور ان کا بچہ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) شیطان سے محفوظ رہے ۔ متفق علیہ (مظہری ۲/۴۱ ۰ ابن کثیر ۱/۳۵۹) ۔

حضرت مریمؑ کی پرورش

۳۷ ۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۤءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ؕ

پھر اس (لڑکی) کو اس کے رب نے اچھی طرح سے قبول کر لیا اور اس کی نشوونما بہت عمدہ طریقہ پر فرمائی اور (حضرت) زکریاؑ نے اس کی کفالت کی ۔ جب (حضرت) زکریاؑ اس کے پاس حجرے میں جاتے تو وہ اس کے پاس کھانے پینے کی چیزیں پاتے (پھر مریم سے) پوچھا کہ اے مریم تیرے پاس یہ (کھانا) کہاں سے آتا ہے ۔ اس (مریم) نے جواب دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے ۔

اَنْۢبَتَهَا اس نے اس کو اگایا ۔ اس نے اس کی نشوونما کی ۔ اِنْبَاتٌ سے ماضی ۔

الْمِحْرَابَ لغت میں محراب سب سے اونچی جگہ کو کہتے ہیں یہاں اس سے وہ بالاخانہ مراد ہے جو حضرت زکریاؑ نے حضرت مریمؑ کے لئے بنوایا تھا ۔

تشریح ۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو قبول فرمالیا اور ان کو اپنی مہربانی سے برگزیدہ و پسندیدہ بنایا اور ان کو سارے جہان کی عورتوں پر فضیلت عطا کی اور بہترین طریقہ سے ان کی نشوونما کی ۔ چنانچہ ایک دن میں ان کا بڑھاؤ اتنا ہوتا تھا جتنا عام بچوں کا سال بھر میں ہوتا ہے ۔

ابن جریرؒ نے عکرمہؓ ، قتادہؒ اور سدیؒ کی روایتوں سے لکھا ہے کہ حَنّہ ، حضرت مریمؑ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر مسجد بیت المقدس میں لے گئیں اور ان کو وہاں کے مجاوروں اور عابدوں کے سامنے رکھ کر کہا کہ یہ نَذِیرَۃ (منت میں پیش کی ہوئی لڑکی) ہے ۔ حضرت عمران اس مسجد کے امام بھی تھے اور حضرت مریمؑ کے والد بھی ۔ وہ حضرت مریمؑ کی ولادت سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے ورنہ وہی ان کے لینے کے سب سے زیادہ حقدار تھے ۔ دوسرے مجاوروں اور عابدوں میں سے ہر شخص کو ان کے لینے اور پرورش کرنے کی خواہش تھی ۔ حضرت زکریاؑ نے فرمایا کہ میں اس کا سب سے زیادہ مستحق ہوں کیونکہ اس کی خالہ میری بیوی ہے اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لئے ماں کے بعد وہی اس کو لینے اور پرورش کرنے کی مستحق ہے ۔ مگر دوسرے لوگ اس پر راضی نہ ہوئے لہذا سب نے قرعہ اندازی پر اتفاق کیا اور قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکل آیا ۔ (مظہری ۴۲/ ۲ ، معارف القرآن ۵۸/ ۲) ۔

حضرت زکریاؑ نے حضرت مریمؑ کے لئے ایک حجرہ بنوایا اور دودھ پلانے کے لئے ایک عورت کو مقرر کر دیا ۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ان کو دودھ پینے کی حاجت ہی نہیں ہوئی ۔ محمد بن اسحٰقؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت زکریاؑ نے حضرت یحیٰؑ کی ماں یعنی اپنی بیوی کو جو حضرت مریمؑ کی خالہ تھیں ، ان کی نگہداشت اور پرورش پر مقرر کیا ۔ جب حضرت مریمؑ بڑی ہو گئیں تو ان کے لئے مسجد کے اندر ایک بالاخانہ بنوادیا جس کا دروازہ مسجد کے اندر تھا اور زینہ کے بغیر اس پر چڑھنا ممکن نہ تھا ۔ حضرت مریمؑ کے پاس بالا خانہ پر حضرت زکریاؑ کے سوا کوئی نہیں جاتا تھا اور حضرت زکریاؑ ہی کھانے پینے کی چیزیں ان کے پاس پہنچاتے تھے ۔ جب کہیں جاتے تو بالا خانہ کو تالا لگا کر جاتے اور واپس آکر کھول لیتے ۔ (مظہری ۴۳/ ۲) ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی بزرگی اور کرامت بیان فرمائی ہے کہ جب بھی حضرت زکریاؑ ان کے پاس بالا خانہ میں جاتے تو وہ ان کے پاس غیر موسمی پھل رکھے ہوئے پاتے مثلاً سردیوں میں گرمیوں کے پھل اور گرمیوں میں سردیوں کے پھل ۔ ایک دن حضرت زکریاؑ نے ان سے پوچھ لیا کہ اے مریمؑ ! تمہارے پاس یہ پھل کہاں سے آتے ہیں ۔ حضرت مریمؑ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ۔ بیشک وہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے ۔ (مظہری ۴۳/ ۲ ، ابن کثیر ۳۶۰/ ۱) ۔

حضرت زکریاؑ کی دعاء

۳۸۔ ھُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۝

اس موقع پر (حضرت) زکریاؑ نے اپنے رب سے دعا کی ۔ اے میرے رب ! مجھے بھی اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما ، بیشک تو دعا کا سننے والا ہے ۔

ھُنَالِکَ ۔ اس وقت ۔ اس جگہ ۔ وہاں ۔ اسم ظرف زمان و مکان ۔

ھَبْ ۔ تو ہبہ کر ۔ تو عطا کر ۔ تو عنایت کر ۔ وَھْبٌ سے امر ۔

لَدُنْکَ ۔ اپنی طرف سے ، اپنے پاس سے ۔

طَیِّبَةً ۔ نیک ، گناہوں سے پاک ، معصوم ۔

تشریح ۔ حضرت زکریاؑ کے اس وقت تک اولاد نہیں ہوئی تھی ۔ اور ان کی بیوی اور وہ خود بہت بوڑھے اور اولاد سے نا امید ہو چکے تھے ۔ اس کے باوجود حضرت مریمؑ کی کرامت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت دیکھ کر ان کے دل میں اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعاء کا خیال پیدا ہوا کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی بڑھاپے میں اولاد عطا فرمادے کیونکہ اس کی قدرت اور ارادہ کے لئے کسی سبب کا پایا جانا شرط نہیں ۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عرض کیا کہ اے میرے پروردگار ! مجھے بھی خلاف معمول اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا فرما جس طرح تو اسباب کے بغیر حضرت مریمؑ کو رزق عطا فرماتا ہے ۔ بیشک تو ہی دعا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے ۔ (مظہری ۴۴/ ۲) ۔

حضرت یحییٰؑ کی بشارت

۳۹۔ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَھُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًۢا بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

جب وہ محراب میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے پکار کر

ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یحیٰ (کے پیدا ہونے) کی بشارت دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار ہوگا ۔ اور وہ اپنے نفس کو (لذّات سے) روکنے والا ہوگا اور نیک نبی ہوگا ۔

سَیِّدًا ۔ عنداللہ معزز ۔ قانع ، متقی ، جس نے دونوں جہان دیکر خالق جہان کو لے لیا ۔ یہ سَادَ ، یَسُوْدُ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ اصل میں یہ سَیْوِدٌ تھا یائے ساکن کی وجہ سے واؤ کو یا سے تبدیل کرکے ادغام کر دیا ۔

حَصُوْرًا ۔ پاکباز ۔ نفس کو خواہشات اور لہو و لعب سے روکنے والا ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ حصور اس شخص کو کہتے ہیں جو قدرت کے باوجود عورتوں کے قریب نہ جاتاہو ۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی بحوالہ تفسیر قرطبی ۴۸۰/ ۱) ۔ یہ حَصَرَ سے فعول کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے ۔

تشریح ۔ حضرت زکریا علیہ السلام بیت المقدس کے شیخ اعظم تھے ۔ قربانی پیش کرنا اور قربان گاہ کا دروازہ کھولنا انہی کے سپرد تھا ۔ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اندر داخل نہیں ہوسکتا تھا ۔ ایک روز یہ قربان گاہ کے قریب مسجد کے اندر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ قربان گاہ میں داخل ہونے کے لئے اجازت کے منتظر تھے کہ اچانک ایک نوجوان سفید کپڑے پہنے ہوئے داخل ہوا ۔ وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے ۔ انہیں دیکھ کر حضرت زکریا ڈر گئے ۔ حضرت جبرائیل نے ندا دی کہ اے زکریا بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں حضرت یحیٰ کے پیدا ہونیکی بشارت دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کرنے والے ہوں گے اور اپنی قوم کے سردار ہوں گے ۔ اور وہ اپنے نفس کو خواہشات اور لہو و لعب سے روکنے والے ہوں گے ۔ وہ نبی ہوں گے اور صالحین میں سے ہوں گے ۔

ابن ابی حاتمؒ اور ابن عساکرؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام ابن آدم اللہ تعالیٰ کے سامنے اس گناہ کے ساتھ جائیں گے جو ان سے سرزد ہوگا ۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو معاف فرمادے گا اور چاہے گا تو عذاب دے گا سوائے (حضرت) یحیٰ بن زکریا کے جو سید اور حصور تھے ۔ (انہوں نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے بغیر گناہ کے جائیں گے) اور نبی تھے اور صالحین کی

نسل سے تھے (مظہری ۴۴ ۔ ۴۶/ ۲) ۔

حضرت زکریاؑ کی حیرانگی

۴۰ ۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِیَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِیْ عَاقِرٌ ۔ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۔

(حضرت) زکریاؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار! میرے لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ مجھے بڑھاپا آ پہنچا ہے اور میری بیوی بھی بچہ جننے کے قابل نہیں رہی ۔ فرشتہ نے کہا اسی حالت میں (لڑکا ہوگا) اللہ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے ۔

غُلٰمٌ ۔ لڑکا ۔ بچہ ۔ جمع غِلْمَانٌ و غِلْمَۃٌ ۔

عَاقِرٌ ۔ بہت بوڑھی ۔ نا قابل تولید ۔ بانجھ ۔ عُقْرٌ و عَقَارَۃٌ سے اسم فاعل ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یحییٰ کی پیدائش کی بشارت ملنے کے بعد حضرت زکریاؑ کو خیال پیدا ہوا کہ ظاہری اسباب سے تو بچہ کا پیدا ہونا محال ہے اس لئے انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ میں تو بالکل بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بھی بچہ جننے کے قابل نہیں رہی ۔ فرشتے نے اسی وقت جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا امر سب سے بڑا ہے ۔ اس کے پاس کوئی چیز ان ہونی نہیں ، نہ اس کے لئے کوئی کام بھاری ہے اور نہ وہ کسی کام سے عاجز ۔ اس کا ارادہ ہو چکا ۔ وہ اسی طرح کرے گا ۔ یعنی تمہارے بوڑھا ہونے اور تمہاری بیوی کے ناقابل تولید ہونے کے باوجود بچہ پیدا ہو گا ۔ (ابن کثیر ۳۶۲/ ۱) ۔

پیدائش کی علامت

۴۱ ۔ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰيَةً ۔ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۔

(حضرت) زکریاؑ نے کہا اے میرے پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن

تک اشاروں کے سوا لوگوں سے بات نہ کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کر اور صبح و شام تسبیح کر۔

رَمْزًا ۔ اشارہ ۔ خواہ ہاتھ سے ہو یا سر یا آنکھ سے ، جمع رُمُوْزٌ ۔
الْعَشِیِّ ۔ شام کے وقت ۔ سورج ڈھلنے کے بعد ۔
الْاِبْکَارِ ۔ صبح کے وقت ۔

تشریح ۔ پھر حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ سے اِستقرار حمل کی علامت کے لئے عرض کیا تاکہ اس کو جاننے کے بعد تیری نعمت کے شکریہ میں تیری عبادت میں مشغول ہو جاؤں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ تندرست اور صحیح و سالم ہونے کے باوجود تو تین دن تک لوگوں سے بات نہ کر سکے گا سوائے اشاروں کے ۔ اگر چہ اس وقت لوگوں سے بات کرنے کی قدرت نہ ہوگی مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر پر قدرت ہوگی ۔ لہذا جب یہ نشانی ظاہر ہو جائے اور لوگوں سے بات کرنے کی قدرت نہ رہے تو اس حالت میں اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا اور صبح و شام اس کی تسبیح میں لگے رہنا ۔ (ابن کثیر ۳۶۲/ ۱) ۔

حضرت مریمؑ کی برگزیدگی

۴۲ ، ۴۳ ۔ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَھَّرَکِ وَ اصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَ اسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۝

اور (وہ وقت یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا اے مریم ! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں منتخب فرمالیا ہے اور تمہیں پاک کر دیا ہے ۔ اور تمہیں (اپنے زمانے میں) سب جہان کی عورتوں پر فضیلت دی ۔ اے مریم ! تم اپنے رب کی عبادت کرتی رہو اور سجدہ کیا کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کر ۔

وَطَھَّرَکِ ۔ اور اس نے تجھے پاک کر دیا ۔ یعنی گناہوں سے محفوظ رکھا ۔ تَطْھِیْرٌ سے ماضی
اُقْنُتِیْ تو فرماں برداری کر تو اطاعت کر قُنُوْتٌ سے امر ۔ قُنُوْتٌ کے معنی اطاعت کے ہیں جو

عاجزی اور دل کی حضوری کے ساتھ ہو ۔

تشریح ۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مریمؑ کو خبردی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے عبادت کی کثرت ، دنیا سے بے رغبتی اور شیطانی وساوس سے دوری کی بنا پر اپنے خاص قرب کا درجہ عطا فرمادیا ہے اور تجھے برگزیدہ کر لیا اور تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت دی ۔ یعنی اس زمانے کی تمام عورتوں پر فضیلت دی ۔ (ابن کثیر ۳۶۲/ ۱) ۔

حضرت ابوموسیٰؓ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردوں میں تو کامل بہت ہیں لیکن عورتوں میں کامل صرف مریمؑ بنت عمران اور فرعون کی زوجہ آسیہ تھی ۔ اور عورتوں پر عائشہ کی فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر ۔ متفق علیہ ۔ (مظہری ، ۴۰/ ۲) ۔

پھر فرشتے نے حضرت مریمؑ سے کہا کہ اے مریمؑ ! تو اس انتخاب پر اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لئے خشوع و خضوع اور رکوع و سجود میں رہا کر ۔ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی قدرت کا ایک عظیم الشان نشان بنانے والا ہے اس لئے تجھے اپنے رب کی طرف پوری رغبت رکھنی چاہئے تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو ۔ (ابن کثیر ۳۶۳/ ۱) ۔

صداقتِ وحی کی دلیل

۴۴ ۔ ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ ؕ وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ؕ

یہ (تمام واقعات) غیب کی خبریں ہیں (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہم ان کو آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی کے لئے) اپنے اپنے قلم (دریا میں) ڈال رہے تھے کہ مریم کی کفالت کون کرے گا ۔ اور آپ اس وقت بھی ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے ۔

اَنْبَآءِ ۔ خبریں ۔ واحد نَبَاٌ ۔

لَدَیْهِمْ ۔ ان کے پاس ۔

یَخْتَصِمُوْنَ ۔ وہ جھگڑتے ہیں ۔ وہ بحث کرتے ہیں ۔ اِخْتِصَامٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ یہ اہم اور گزرے ہوئے واقعات غیب کی خبریں ہیں جو وحی کے ذریعہ ہم آپؐ کو بتاتے ہیں، ورنہ آپ کو کیا خبر ۔ کیونکہ آپؐ اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے ، جب وہ قرعہ اندازی کے لئے اپنے قلم دریا کے اندر ڈال رہے تھے اور نہ آپؐ اس وقت ان کے پاس موجود تھے جب وہ حضرت مریمؑ کی کفالت کے بارے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے اور ہر ایک چاہتا تھا کہ وہ حضرت مریمؑ کی کفالت کے شرف سے مشرف ہو جائے ۔ آخر قرعہ اندازی کے ذریعہ حضرت مریمؑ حضرت زکریاؑ کی کفالت میں آگئیں اور وہی اس سعادت سے مشرف ہوئے ۔ یہ سب علم آپؐ کو وحی کے ذریعہ حاصل ہوا اور یہ آپؐ کے نبی ہونیکی دلیل ہے ۔ کیونکہ آپؐ نہ تو پڑھے لکھے ہیں کہ اہل کتاب کی کتابوں سے یہ واقعات پڑھ لیتے اور نہ آپؐ اہل کتاب کے ساتھ اٹھے بیٹھے ہیں کہ ان کی زبانی سن کر آپؐ کو معلوم ہو جاتے ۔ پھر اہل کتاب کے پاس بھی صحیح علم موجود نہیں ۔ انہوں نے صحیح واقعات کو بدل ڈالا ہے ۔ لہذا یہ تمام واقعات آپؐ کو وحی کے ذریعہ ہی معلوم ہوئے اور یہ آپؐ کی صداقت کی دلیل ہیں ۔ جو لوگ اس دلیل کے بعد بھی آپؐ کی نبوت کا انکار کریں وہ گمراہ اور سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں ۔

حضرت عیسیٰؑ کی بشارت

۴۵، ۴۶ ۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

(وہ وقت بھی یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم ! بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح ، عیسیٰ بن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں بڑے مرتبہ والا اور اللہ تعالیٰ کے مقرب لوگوں میں سے ہوگا ۔ اور وہ لوگوں سے ماں کی گود میں اور بڑی عمر میں باتیں

کرے گا اور وہ نبی ہوگا اور نیک لوگوں میں سے ہوگا ۔

وَجِیْھًا ۔ وجاہت والا ۔ قدر و منزلت والا ۔ وَجَاھَۃٌ سے صفت مشبہ ۔
اَلْمَھْدِ ۔ گود، گہوارہ، جھولا ۔
کَھْلاً ۔ ادھیڑ عمر ۔ درمیانی عمر کا آدمی ۔ جمع کُھُوْلٌ ۔

تشریح ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعہ حضرت مریمؑ کو خوشخبری سنائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن کہنے سے ان کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بڑی شان والا ہوگا ۔ اس کا نام عیسیٰؑ بن مریم ہوگا ۔ وہ اپنے پالنے میں یعنی شیر خوارگی کی حالت میں ہی لوگوں سے باتیں کرے گا ۔ اپنی پاک دامنی اور برأت میں تجھے بولنے کی ضرورت نہیں ہوگی تو صرف یہ کہدینا کہ آج میں روزہ سے ہوں بات نہیں کر سکتی ۔ بچہ خود ہی کلام کرے گا اور بڑا ہو کر بھی لوگوں کو اللہ کی باتیں بتائے گا ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دونوں جہانوں میں برگزیدہ اور اس کے خاص مقربین میں سے ہوگا ۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی شریعت اور کتاب اترے گی اور دنیا و آخرت میں اس پر اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی مہربانیاں نازل ہوں گی ۔ وہ اولوالعزم پیغمبروں کی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہے گا شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی ۔ اس کا قول، صحیح علم پر مبنی اور عمل، نیک و صالح ہوگا ۔ (ابن کثیر ۳۶۳، ۳۶۴ / ۱) ۔

قدرتِ کاملہ

۴۷ ۔ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰہُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ؕ

(حضرت مریم نے) کہا اے میرے پروردگار ! میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا ۔ فرمایا کہ اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے ۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جاؤ، سو وہ ہو جاتا ہے ۔

قَضٰی ۔ اس نے فیصلہ کیا ۔ اس نے پورا کیا ۔ اس نے چاہا ۔ قَضَآءٌ سے ماضی ۔

كُنْ ۔ تو ہو جا ۔ کَوْنٌ سے امر۔

تشریح ۔ حضرت مریمؑ نے بشارت سنکر تعجب و حیرت سے کہا کہ اے میرے پروردگار ! میرے بچہ کیسے ہوگا مجھے تو کسی مرد نے نہیں چھوا ۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعہ حضرت مریمؑ کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کا امر بہت بڑا ہے ۔ اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی ۔ وہ جو چاہے جب چاہے اور جس طرح چاہے پیدا فرمادے ۔ جس طرح وہ اسباب اور مادہ کے ذریعہ پیدا کرنیکی قدرت رکھتا ہے اسی طرح وہ بغیر اسباب کے ایک دم بھی پیدا کر سکتا ہے ۔ جب وہ کسی چیز کے ہونے کا فیصلہ کر تا ہے تو وہ اس چیز کے ہونے کا حکم دے دیتا ہے ۔ پس وہ چیز فوراً ہو جاتی ہے ۔ اس کے حکم کے بعد کسی چیز کے ہونے میں دیر نہیں لگتی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ۔ **وَمَآ اَمْرُ نَآ اِلاَّ وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ** ۔ (القمر ٥٠) ۔ اور ہمارے صرف ایک مرتبہ کے حکم سے ہی بلا تاخیر فوراً پلک جھپکنے میں وہ کام ہو جاتا ہے ۔ ہمیں دوبارہ کہنا نہیں پڑتا ۔ (مظہری ٥٠ ، ٥١ / ٢ ابن کثیر ٣٦٣ / ١) ۔

حضرت عیسیٰؑ کے معجزے

٤٨ ، ٤٩ ۔ وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۔ وَرَسُوْلاً اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِ يْلَ ۵ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَ كْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۔ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔

اور اللہ تعالیٰ اس (عیسیٰ بن مریم) کو کتاب و حکمت اور توریت و انجیل کی تعلیم دے گا ۔ اور ان کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا (عیسیٰ بن مریم کہیں گے کہ) میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لیکر آیا ہوں ۔ میں تمہارے لئے گارے سے پرندے کی شکل کی ایک مورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے

اڑنے لگتا ہے اور میں مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتا ہوں ۔ اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں رکھ کر آتے ہو ، میں تمہیں وہ سب بتادوں گا ۔ بیشک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم مومن ہو ۔

الطِّيْنِ ۔ گارا ۔ مٹی ۔ خاک ۔
كَهَيْئَةِ ۔ ایک شکل کی مانند ۔ ایک صورت کی مانند ۔
اَنْفُخُ ۔ میں پھونک مارتا ہوں ۔ **نَفْخٌ** سے مضارع ۔
اُبْرِیٔ ۔ میں اچھا کرتا ہوں ۔ اِبْرَاءٌ سے مضارع ۔
اَكْمَهَ ۔ پیدائشی اندھا ۔ کَمَہٌ سے صفت مشبہ ۔
اَبْرَصَ برص زدہ ۔ کوڑھی ۔
تَدَّخِرُوْنَ ۔ تم جمع کرتے ہو ۔ تم ذخیرہ کرتے ہو ۔ اِدِّخَارٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے کے نبی کو اس زمانے والوں کی مناسبت سے خاص خاص معجزے عطا فرمائے ۔ حضرت موسیٰ کے زمانے میں جادو کا زور تھا اور جادوگروں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا معجزہ عطا فرمایا (لاٹھی کو سانپ بنانے کا) جس نے تمام جادوگروں کو عاجز کر دیا اور انہیں کامل یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں بلکہ یہ تو خدائے واحد و قہار کی طرف سے عطیہ ہے ۔ چنانچہ تمام جادوگر سر تسلیم خم کر کے اسلام میں داخل ہوگئے ۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت عرب میں فصاحت و بلاغت ، شاعری و بلند خیالی اور گفتگو میں نزاکت و لطافت کا دور دورہ تھا ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی کتاب عطا فرمائی جس سے ان کی تمام فصاحت و بلاغت ، نزاکت و لطافت او ربلند خیالی دھری کی دھری رہ گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے سامنے ایسے عاجز و بے بس ہوئے کہ بے اختیار پکار اٹھے کہ یہ انسانی کلام نہیں ۔

قرآن کریم نے بار بار اعلان کیا ، کہ ہے کوئی جو ایسا کلام بنا سکے ۔ اکیلے اکیلے نہیں بلکہ سب انسان و جنات مل کر سارے قرآن کے برابر نہیں بلکہ اس کی صرف ایک سورت کے مثل ہی بنا لاؤ مگر سب کی ہمتیں پست ہوگئیں ، زبانیں گنگ ہو گئیں اور آج تک ساری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز و بے بس ہے اور ان کی یہ بے بسی قیامت تک بر

قرار رہے گی ۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طبیبوں اور حکیموں کا چرچا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ایسے معجزے عطا فرمائے جن سے اس وقت کے کامل اطباء اور ماہر حکیم عاجز و بے بس تھے ۔ ان آیتوں میں حضرت عیسیٰؑ کے انہی معجزات اور ان کی کچھ صفات کا بیان ہے ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی معلم اور استاد کے بغیر آسمانی کتابوں کے علوم اور دانائی و حکمت کی باتیں سکھائے گا اور خاص طور پر ان کو تورت و انجیل کا علم عطا کرے گا اور ان کو بنی اسرائیل کی طرف ایک عظیم الشان رسول بنا کر بھیجے گا جو صاحبِ معجزات ہوگا اور انکو بتائے گا کہ میں تمہارے پاس نبوت و رسالت کی ایک روشن نشانی لیکر آیا ہوں جس کو دیکھ کر تمہیں یقین ہو جائے گا کہ بلا شبہ یہ معجزے تمہارے رب کی طرف سے ہیں کیونکہ اس زمانے کے تمام اطباء و حکماء ان کی مثل لانے سے عاجز و بے بس ہوں گے مثلاً میں گارے سے پرندے جیسی شکل بنا کر اس میں پھونک ماروں گا پس وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ اور اڑتا ہوا پرندہ بن جائیگا ۔ اور میں پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو ہاتھ پھیر کر تندرست کردوں گا ۔ مُردوں کو زندہ کردوں گا ۔ اگرچہ ظاہری طور پر ان سب میں میرا ہاتھ ہوگا مگر حقیقت میں یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوگا ۔ اور میں تمہیں وحی کے ذریعہ اس چیز کی خبردوں گا جو تم کھاتے اور اپنے گھروں میں ذخیرہ رکھتے ہو اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو تو بلا شبہ ان تمام معجزوں میں تمہاری ہدایت کے لئے میری صداقت کی پوری پوری نشانی اور علامت ہے ۔ (ابن کثیر ۳۶۳ / ۱ ، مظہری ۵۱ ۔ ۵۳ / ۲ ۔ معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۴۹۰ ، ۴۹۱) ۔

حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات

۵۰ ۔ ۵۱ ۔ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۝ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

اور میں اپنے سے پہلی (کتاب) تورت کی تصدیق کرتا ہوں اور میں اس واسطے (آیا ہوں) کہ بعض وہ چیزیں جو (تورت کی رو سے) تم پر حرام

تھیں وہ (اللہ کے حکم سے) حلال کردوں ۔ اور میں تمہارے پاس تمہارے خدا کی طرف سے سے نشانی لیکر آیا ہوں ۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی میرا (بھی) رب ہے اور تمہارا (بھی) رب ہے ۔ سو تم اسی کی عبادت کرو ۔ یہی سیدھا راستہ ہے ۔

تشریح ۔ پھر حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میں توریت کے آسمانی ہونے کی تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے نازل ہو چکی اور میں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں (مثلاً اونٹ کا گوشت اور چربی اور ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار کی ممانعت) حلال کرنے آیا ہوں جو مجھ سے پہلے تم پر حرام تھیں ۔ اور میں اپنی سچائی کے لئے تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں ۔ پس تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو جو میری مخالفت اور تکذیب کی وجہ سے آئے گا ۔ اور اللہ تعالیٰ کی توحید و اطاعت کا جو حکم میں تمہیں دے رہا ہوں اس میں تم میری اطاعت کرو اور ان معجزوں کی وجہ سے مجھے اپنا خدا نہ سمجھو میں تو اس کا برگزیدہ بندہ اور رسول ہوں، معاذ اللہ اس کا بیٹا نہیں ۔ بیشک میرا اور تمہارا رب تو اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ پس تم اسی کی عبادت کرو ۔ یہی سیدھا ، اور سچا راستہ ہے ۔ (ابن کثیر ۳۶۵ /۱ ، مظہری ۵۳ ، ۵۴ /۱) ۔

حضرت عیسیٰؑ کے حواری

۵۲ ۔ ۵۳ ۔ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ؕ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ؕ

پھر جب (حضرت) عیسیٰ نے ان (بنی اسرائیل) کا کفر محسوس کر لیا تو انہوں نے کہا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری مدد کرے ۔ حواریوں نے کہا کہ ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے مدد گار ۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرماں بردار ہیں ۔ اے ہمارے پروردگار ! جو کچھ تونے نازل کیا ہم اس پر ایمان لائے اور رسول کی پیروی اختیار کی ۔ پس تو ہمیں بھی شہادت دینے والوں میں لکھ لے ۔

اَحَسَّ ۔ اس نے محسوس کیا ۔ اس نے دیکھا ۔ اِحْسَاسٌ سے ماضی ۔
اَنْصَارِیْ ۔ میرے مدد گار ۔ مجھے مدد دینے والے ۔ یہ جمع ہے ۔ نَصِیْرٌ و نَاصِرٌ واحد ۔
اَلْحَوَارِیُّوْنَ ۔ حواری ۔ اصحاب ۔ واحد حَوَارِیٌّ ۔

تشریح ۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی طرف سے اپنی تکذیب اور کفریہ کلمات سنے اور ان کو لوگوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کا احساس ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں میرا ہاتھ بٹائے اور میری مدد کرے ؟ ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ منورہ ہجرت کرنے سے پہلے حج کے موسم میں فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچانے کے لئے جگہ دے ؟ قریش تو مجھے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تبلیغ سے روک رہے ہیں ۔ آخر مدینہ کے انصار رضوان اللہ علیہم اس خدمت کے لئے کمر بستہ ہو گئے ۔ انہوں نے آپؐ کو جگہ بھی دی اور آپؐ کی مدد بھی کی اور جب آپؐ مدینہ تشریف لے گئے تو انہوں نے پوری طرح آپؐ کی خیر خواہی اور بے مثال ہمدردی کی ۔ ساری دنیا کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر آپؐ کی حفاظت کی اور آپؐ کے مقاصد کی کامیابی میں ہمہ تن مصروف و کوشاں رہے ۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آواز پر بھی چند بنی اسرائیلیوں نے لبیک کہا ، آپ پر ایمان لائے ، آپ کی تائید و تصدیق کی اور دین کی تبلیغ میں پوری طرح آپ کے مدد گار رہے ۔ پھر ان لوگوں نے (حواری) اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ! ہمیں شاہدوں میں لکھ لے ۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس سے مُراد امتِ محمدیہ میں لکھ لینا ہے ۔ کیونکہ امتِ محمدیہ قیامت کے روز انبیاء کی رسالت و تبلیغ کی شہادت دیگی ۔ (ابن کثیر ۳۶۵/۱) ۔

خدائی تدبیر

۵۴ ۔ وَ مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ؕ

اور انہوں (یہود) نے خفیہ تدبیریں کیں اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے ۔

مَکَرُوْا ۔ انہوں نے مکر کیا ۔ انہوں نے خفیہ تدبیر کی ۔ مَکْرٌ سے ماضی ۔ اردو میں سازش اور کسی کو نقصان پہنچانے کی تدبیر کو مکر کہتے ہیں ۔ مگر عربی میں لطیف و خفیہ تدبیر کو مکر کہتے

ہیں ۔ اگر مکر اچھے مقصد کے لئے ہے تو اچھا ہے اور بُرائی کے لئے ہے تو بُرا ہے ۔
(معارف القرآن ۳، ۲ / ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانی دشمن تھے ۔ انہوں نے اس زمانے کے بادشاہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خوب خوب بھڑکایا کہ یہ شخص لوگوں کو بہکاتا پھرتا ہے ، رعایا کو بگاڑ رہا ہے ، ملک میں بغاوت کر رہا ہے ، باپ بیٹے میں فساد برپا کراتا ہے ، اسی طرح آپ پر اور بڑے بڑے بہتان باندھے یہاں تک کہ بادشاہ بھی آپ کا جانی دشمن بن گیا ۔ اس نے حضرت عیسیٰ کو گرفتار کر کے پھانسی دینے کے لئے اپنی فوج کو بھیجا ۔ چنانچہ فوج نے جاکر اس گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا جس میں آپ تھے ۔ پھر جب بادشاہ کے فوجی اس گھر میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو ان مکاروں کے ہاتھ سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا اور حضرت عیسیٰ کی شباہت ایک اور شخص پر ڈالدی جو اس گھر میں موجود تھا ۔ ان لوگوں نے اس شخص کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کر لیا ، اس کی سخت توہین کی اور اسے صلیب پر چڑھا دیا ۔

یہی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مکر تھا کہ وہ تو اپنے نزدیک یہ سمجھتے رہے کہ ہم نے اللہ کے نبی کو پھانسی پر لٹکا دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھا کر بچالیا ۔ اس بد بختی کے نتیجہ میں ان کے دل ہمیشہ کے لئے سخت ہو گئے ، باطل پر اڑ گئے اور دنیا میں ذلیل و خوار ہوگئے اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے ۔ (ابن کثیر ۳۶۵ / ۱) ۔

اللہ تعالیٰ کے وعدے

۵۵ ۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰىٓ اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

(وہ وقت یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ اے عیسیٰ ! میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور میں تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا اور میں تمہیں

کافروں (کے بہتان) سے پاک کردوں گا اور تمہارے ماننے والوں کو تمہارے منکروں پر قیامت تک فوقیت دوں گا ۔ پھر تم سب لوگوں کو میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے ۔ سو جن امور میں تم اختلاف کرتے تھے ان میں میں تمہارا فیصلہ کردوں گا ۔

مُتَوَفِّیْکَ ۔ تجھے وفات دینے والا ، تجھے موت دینے والا ۔ اس کا مصدر تَوَفِّیٌ اور مادہ وَفْیٌ ہے ۔ لغوی اعتبار سے اس کے معنی پورا پورا لینے کے ہیں ۔ اور چونکہ انسان موت کے وقت اپنی مقررہ زندگی پوری کرلیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روح پوری پوری لے لی جاتی ہے اس لئے یہ لفظ موت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ (معارف القرآن ۷۳/ ۲) ۔

قتادہ وغیرہ بعض مفسرین کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھے مارنے والا ہوں ۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہاں وفات سے مراد نیند ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ۔ **هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ** ۔ وہ خدا تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے ۔ یعنی سُلا دیتا ہے ۔ ابن ابی حاتم میں حضرت حسنؓ سے **اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ** کی تفسیر یہ مروی ہے کہ ان پر نیند ڈالی گئی اور نیند کی حالت میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھالیا ۔ (ابن کثیر ۳۶۶ / ۱) ۔

رَافِعُکَ اِلَیَّ ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو خطاب کر کے فرمایا کہ میں آپ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا ۔ ظاہر ہے عیسیٰؑ روح کا نام نہیں بلکہ روح اور جسم کے مجموعہ کا نام عیسیٰؑ ہے ۔ اس لئے یہ کہنا کہ صرف روح کو اٹھایا گیا صحیح نہیں ۔ سورۂ نساء میں بھی جہاں یہودیوں کے عقیدہ کا رد کیا گیا ہے یہی فرمایا کہ **وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ** ۔ یعنی یہود نے حضرت عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اوراپنی طرف اٹھالینا ، روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کو زندہ اٹھالینے کے لئے بولا جاتا ہے ۔ (معارف القرآن ۷۶/ ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے پانچ وعدے فرمائے ۔

۱) ۔ ان کی موت یہودیوں کے ہاتھوں قتل ہو کر واقع نہیں ہوگی بلکہ طبعی طور پر وقت

موعودہ پر ہوگی اور وہ وقتِ موعود قیامت کے قریب آئے گا ۔ اس وقت حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے جیسا کہ احادیثِ صحیحہ و متواترہ میں آیا ۔ (معارف القرآن ۲، / ۲
۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ۔ عنقریب ابن مریم حاکمِ عادل ہو کر تمہارے اندر اتریں گے ، صلیب کو توڑ دیں گے ، خنزیر کو قتل کریں گے ، جزیہ کو ساقط کر دیں گے اور مال کو بہائیں گے کہ کوئی قبول بھی نہیں کرے گا حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہوگا ۔ متفق علیہ ۔
بخاری و مسلم کی دوسری روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بھی آئے ہیں " اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب (عیسیٰ) ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا ۔
بغویؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کے نزول کے متعلق فرمایا کہ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام مذاہب مردہ ہو جائیں گے اور دجّال بھی ہلاک ہو جائیگا ۔ آپ زمین پر چالیس سال رہیں گے ، پھر آپ کی وفات ہو جائیگی ۔ اور مسلمان آپ کے جنازے کی نماز پڑھیں گے ۔ (مظہری ۵۶ ، ۵۷ / ۲) ۔
۲) ۔ دوسرا وعدہ عالم بالا کی طرف اٹھا لینے کا تھا جو اسی وقت پورا کر دیا گیا جیسا کہ ارشاد ہے

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (النساء ، ۱۵۷ ، ۱۵۸) ۔
اور یقیناً ان کو یہودیوں نے قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ مرے نہیں وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹنے والے ہیں ۔ (ابن کثیر ۳۶۶ / ۱) ۔
۳) ۔ دشمنوں کی تہمتوں سے پاک کرنا ۔ یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے تمام غلط الزامات کو صاف کر دیا ۔ مثلاً باپ کے بغیر پیدا ہونے کی وجہ سے ، یہود حضرت عیسیٰ کے نسب کو مطعون کرتے تھے ۔ قرآن کریم نے اس الزام کو یہ

کہہ کر صاف کر دیا کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے حکم سے باپ کے بغیر پیدا ہوئے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ۔ حضرت آدم کی پیدائش اس سے زیادہ تعجب کی بات ہے کہ وہ ماں اور باپ کے بغیر پیدا ہوئے ۔

یہودی حضرت عیسیٰؑ پر خدائی کے دعوے کا الزام لگاتے تھے ۔ اس کے جواب میں قرآن کریم نے بہت سی آیات میں حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے اپنی عبدیت کا اقرار نقل کیا ۔ (معارف القرآن ،،/ ۲) ۔

۴) ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متبعین کو قیامت تک آپ کے منکرین پر غالب رکھنے کا وعدہ فرمایا ۔ یہاں اتباع سے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا اعتقاد و اقرار مراد ہے ۔ ان کے تمام احکام پر ایمان و اعتقاد شرط نہیں ۔ اس طرح نصاریٰ اور اہل اسلام دونوں اس میں داخل ہوگئے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت ورسالت کے معتقد ہیں ۔ یہ اور بات ہے کہ نجاتِ اُخروی کے لئے صرف اتنا اعتقاد کافی نہیں بلکہ نجاتِ اُخروی اس پر موقوف ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے تمام احکام پر اعتقاد و ایمان رکھے ۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ان کے بعد خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائیں ۔ جیسا کہ ارشاد ہے ۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ

اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا اے بنی اسرائیل ! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں ، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے تورت وغیرہ ہے ۔ اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والا ہے جس کا نام احمد ہے ، میں اس کی خوشخبری دیتا ہوں ۔

نصاریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اس لئے وہ نجاتِ اُخروی سے محروم رہے ۔ اس کے بر عکس مسلمانوں نے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت و رسالت پر بھی اعتقاد رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر بھی ایمان لائے ۔ اس لئے وہ نجاتِ اُخروی کے مستحق ہوگئے ۔ دنیا میں منکرین پر غالب رہنے کا وعدہ صرف حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کے اقرار پر موقوف تھا ۔ یہودیوں نے چونکہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کو نہیں مانا اس لئے دنیا سے ان کی حکومت ختم ہو گئی ، نہ ان کا ملک رہا نہ سلطنت ۔ اس کے بر

خلاف نصاریٰ اور مسلمان حضرت عیسیٰؑ کی نبوت و رسالت پر اعتقاد و ایمان کی بنا پر ہمیشہ یہودیوں پر غالب رہے ۔ اور یہ غلبہ یقیناً قیامت تک رہے گا ۔ (معارف القرآن ،، / ۲) ۔
۵) ۔ پانچواں وعدہ یہ فرمایا کہ قیامت کے روز جب سب لوگ میرے پاس جمع ہوں گے تو میں تمام جھگڑوں کا دو ٹوک فیصلہ کردوں گا ۔ جس کی تفصیل اگلی آیتوں میں ہے ۔

کفار کا انجام

۵۶ ۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ز وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

پھر جن لوگوں نے انکار کیا تو ان کو میں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بہت سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی بھی مدد گار نہ ہوگا ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کا انجام بیان فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کی مخالفت اور تکذیب کی ، میں ان کو دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں گا ۔ دنیا میں تو وہ طرح طرح سے ذلیل و خوار ہوں گے ، قتل و قید ہوں گے اور ان پر جزیہ مقرر ہوگا ۔ اور آخرت میں ان کو دوزخ کا دائمی عذاب ہوگا جہاں ان کا کوئی مدد گار و حمایتی نہیں ہوگا جو ان کو عذاب سے بچا سکے ۔

مومنوں کا انعام

۵۷ ۔ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال بھی کئے تو ان کو اللہ تعالیٰ پورا پورا اجر دے گا ۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور نیک لوگوں کا اجر و ثواب بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کئے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلہ دے گا ۔ اور ان کو دنیا میں بھی فتح و نصرت اور عزت و حرمت حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں ہوں گی ۔ لہذا ہمیں اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو

بلند کرنے کے لئے ہر لمحہ کوشش کرتے رہنا چاہئے اور اسلام نے ہم پر جو فرائض عائد کئے ہیں، ہر وقت ان کی ادائیگی میں لگے رہنا چاہئے تاکہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور انعامات حاصل ہوں ۔ اور اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو پسند نہیں کرتا یعنی ان پر رحم نہیں کرے گا اور ان کو ان کے کفر کے مطابق عذاب دے گا ۔

نبوت کی دلیل

۵۸ ۔ ذٰلِکَ نَتْلُوْهُ عَلَیْکَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ ۝

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) یہ جو ہم آپ کو پڑھکر سناتے ہیں یہ (ہماری) آیتیں اور حکمت آمیز نصیحتیں ہیں ۔

تشریح ۔ دوسرے واقعات کی طرح یہ قصہ بھی غیب کی خبروں، آپؐ کی نبوت کے دلائل اور نصیحت و حکمت کی باتوں میں سے ہے، جو وحی کے ذریعہ آپؐ کو بتایا گیا، کیونکہ آپؐ اس واقعہ سے واقف نہیں تھے ۔ وحی کے ذریعہ اس کا علم حاصل ہونے کے بعد آپؐ نے اس کو اسی طرح بیان فرمایا جس طرح بنی اسرائیل کے علماء اس کو جانتے تھے ۔ اگر اب بھی عیسائی آپؐ سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں جھگڑا کریں تو آپؐ ان کی پرواہ نہ کریں ۔ جس طرح سورج کی روشنی کا انکار کرنے والا نا بینا کہلاتا ہے ۔ اسی طرح حقیقت کا منکر بد بخت اور بد انجام ہوتا ہے ۔

قدرتِ کاملہ کا مظہر

۵۹، ۶۰ ۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝

بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک (حضرت) عیسیٰ کی مثال (حضرت) آدم کی مثال جیسی ہے کہ ان کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا کہ ہو جا سو وہ ہو گیا ۔ حق (بات) وہی ہے جو آپ کے رب کی طرف سے ہے ۔ پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا ۔

تُرَاب ۔ مٹی ۔ خاک ۔
اَلْمُمْتَرِیْنَ ۔ شک کرنے والے ۔ تردد کرنے والے ۔ اِمْتِرَاءٌ سے اسم فاعل ۔

شانِ نزول ۔ ابن ابی حاتمؒ نے حضرت حسنؓ کی روایت سے بیان کیا کہ نجران کے دو راہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ پھر ان میں سے ایک نے سوال کیاکہ حضرت عیسیٰؑ کا باپ کون تھا ؟ آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آنے سے پہلے فوراً جواب نہیں دیا کرتے تھے ۔ اس پر **ذٰلِکَ نَتْلُوْہُ** سے **الْمُمْتَرِیْنَ** تک تین آیتیں نازل ہوئیں ۔ (جلالین ۱۵۸ ، مظہری ۵۹/ ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کا بیان فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو تو میں نے صرف باپ کے بغیر پیدا کیا ۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ۔ میں نے تو ان سے پہلے حضرت آدمؑ کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کیا تھا اور مٹی سے آدمؑ کا پتلا بنا کر اس کو کہہ دیا کہ ہو جا تو وہ اسی وقت ہوگیا ۔ اگر صرف باپ نہ ہونے کی بنا پر حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں تو حضرت آدمؑ ان سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونے کا حق رکھتے ہیں کیونکہ وہ باپ اور ماں دونوں کے بغیر پیدا ہوئے حالانکہ حضرت آدمؑ کو تم خود بھی اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہیں مانتے ، پھر حضرت عیسیٰؑ کو کیوں اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہو ۔ یہ سب تو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا ظہور ہے کہ وہ جس کو جس طرح چاہے پیدا فرمادے ۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایاکہ آپؐ کے رب کی طرف سے یہی حق بات ہے جو آپؐ کے پاس آ چکی کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے نہیں لہذا آپؐ کو کسی قسم کا شک و شبہ کرنے کی ضرورت نہیں ۔ (ابن کثیر ۳۶۷/ ۱) ۔

قیاس کا شرعی حجت ہونا ۔ اس آیت سے قیاس کا شرعی حجت ہونا بھی ثابت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے باپ کے بغیر حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے جواز کو تخلیق آدم پر قیاس کیا ہے ۔ (مظہری ۔ ۵۹/ ۲) ۔

دعوتِ مُباہلہ

۶۱ ۔ فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ کُمْ وَ نِسَآءَ نَا وَ نِسَآءَ

كُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۔

پھر علم (سچی خبر) آجانے کے بعد بھی جو کوئی اس (عیسیٰ کے بارے) میں آپ سے حجت کرے تو آپ کہدیجئے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی (بلائیں اور خود ہم بھی اور تم بھی جمع ہو جائیں۔ پھر ہم سب خوب التجا کریں، پھر جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں۔

نَبْتَهِلْ ۔ ہم گڑگڑائیں۔ ہم خوب التجا کریں ہم مباہلہ کریں اِبْتِھَالٌ سے مضارع۔

مُبَاہلہ ۔ اگر کسی معاملہ کے حق و باطل ہونے میں فریقین میں نزاع ہو جائے اور دلائل سے نزاع ختم نہ ہو تو پھر سب کو مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیۓ کہ اس معاملہ میں جو فریق جھوٹا ہوگا وہ اپنے جھوٹ کا خمیازہ بھگتے گا۔ اس طرح دعا کرنے کو مباہلہ کہتے ہیں۔ اس میں مباحثہ کرنے والوں کو خود جمع ہو کر دعا کرنا کافی ہے۔ اپنے اعزہ و اقارب کو جمع کرنا ضروری نہیں لیکن اگر ان کو جمع کیا جائے تو اس سے اہتمام اور بڑھ جاتا ہے۔ (معارف القرآن ۸۵ / ۲)۔

شانِ نزول ۔ اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کی جانب ایک فرمان بھیجا جس میں تین چیزیں ذکر کی گئی تھیں۔ ۱۔ اسلام قبول کرو۔ ۲۔ یا جزیہ ادا کرو۔ ۳۔ یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

نصاریٰ نے آپس میں مشورہ کر کے مندرجہ ذیل تین آدمیوں پر مشتمل ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔

۱) ۔ شُرَحبِیل بن وَدَاعَہ ۔ یہ ہمدان کا رہنے والا تھا۔

۲) ۔ عبداللہ بن شُرَحبِیل ۔ یہ اہل نجران میں حِمیَرَ کا ایک معزز شخص تھا۔

۳) ۔ جبار بن قیس ۔ یہ بنو الحارث بن کعب میں سے تھا۔

یہ لوگ مدینہ پہنچ کر چند روز تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے اور آپؐ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کی جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح ۔ نجران کے عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحث و مناظرہ کرنے کے لئے آئے تھے ۔ انہوں نے اپنے تمام عقائد کو پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے سب کا جواب قرآن کریم کے ذریعہ دیکر انہیں لا جواب کر دیا ۔ مگر نجرانی عیسائی ان واضح قرآنی دلائل کے بعد بھی ایمان نہ لائے اور اپنے باطل عقائد پر قائم رہے ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصرانیوں کے ساتھ مُباہلہ کرنے کا حکم دیا کہ دونوں فریق اپنی اپنی جانوں اور اولادوں کو لیکر آئیں ، خوب گڑگڑا کر دعا کریں اور جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں۔عیسائی آپؐ کو مباہلہ کے لئے تیار دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور آپس میں مشورہ کے لئے آپؐ سے مہلت مانگی ۔ شُرجیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس شخص کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا آسان نہیں ۔ میرے خیال میں اگر یہ بادشاہ ہے تب بھی اس سے مُباہلہ کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ اس صورت میں تمام عرب میں ہم ہی اس کی نگاہوں میں کھٹکتے رہیں گے اور اگر یہ نبی مُرسَلؐ ہے تو اس کی لعنت کے بعد ہم بالکل تباہ و برباد ہو جائیں گے ۔ اس لئے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اس کی ماتحتی قبول کرلیں اور جزیہ کی رقم کا فیصلہ بھی اسی پر چھوڑدیں کیونکہ جہاں تک میں سمجھا ہوں یہ سخت مزاج نہیں ہے ۔ شُرجیل کے دونوں ساتھیوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارے خیال میں مُباہلہ سے بہتر یہ ہے کہ آپؐ ہمارے لئے جو مناسب اور بہتر خیال کریں وہ آپؐ کل صبح تک ہم پر مقرر فرمادیں ۔ چنانچہ اگلے روز آپؐ نے ان پر جزیہ مقرر فرمادیا اور ان کے لئے ایک معاہدہ تحریر کرادیا جسے حاصل کرنے کے بعد یہ لوگ نجران واپس چلے گئے ۔ اُسقف اور نجران کے دوسرے معززین نے ایک منزل آگے آکر ان کا استقبال کیا ۔ (ہادی اعظم صفحہ ۵۸، ۶۱) ۔

سچے واقعات

۶۲ ، ۶۳ ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝

بیشک یہی بیان حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی زبردست اور حکمت والا ہے ۔ پھر (بھی)

اگر وہ رو گردانی کریں تو اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے جو واقعات ہم نے بیان فرمائے ہیں وہی حق اور سچ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے شرک اور باپ بیٹے کے تعلقات سے پاک ہے ۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا باپ ہے بلکہ وہ واحد و یکتا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ اس کو بیٹے اور بیوی کی کوئی حاجت نہیں وہ اپنی حکمت بالغہ سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے ۔ اگر اب بھی انہوں نے دلائل حق سے رو گردانی اور توحید سے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ ایسے باطل پسندوں اور مفسدوں کو خوب جانتا ہے اور وہ انہیں بد ترین سزا دے گا ۔ وہ اس کی پوری قدرت رکھتا ہے ۔ کوئی اس سے نہ بھاگ سکتا ہے اور نہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے ۔ ہم اس کے عذاب سے اس کی پناہ چاہتے ہیں ۔

دعوتِ اتحاد

۶۴ ۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہدیجئے کہ اے اہل کتاب ! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے سوائے اللہ تعالیٰ کے ۔ پھر اگر وہ اس کو بھی نہ مانیں تو آپ کہدیجئے کہ گواہ رہو کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں ۔

تشریح ۔ یہود و نصاریٰ دونوں توحید کے مدعی تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آپؐ ان سے کہدیجئے کہ جب توحید کے بارے میں ہم اور تم برابر ہیں تو اس متفقہ اور مشترکہ اصول کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی

عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا بیٹا بنائیں ، نہ کسی کو پوجیں ، نہ صلیب کو ، نہ تصویر کو ، نہ آگ کو اور نہ کسی اور چیز کو ، صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں جو واحد و یکتا ہے ۔ تمام انبیاء کرام بھی یہی دعوت توحید دیتے چلے آئے ۔ جیسا کہ ارشاد ہے ۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۔ (انبیاء ۔۲۵)

تجھ سے پہلے ہم نے جس جس رسول کو بھیجا سب کی طرف ہم نے یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ پس تم سب میری ہی عبادت کرو ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۔ (النحل ۳۶)

اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیج کر یہ اعلان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا سے بچو ۔

اگرچہ اہل کتاب زبان سے تو ، توحید کا اقرار کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ طرح طرح کے شرک میں مبتلا ہیں ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ان سے کہدیجئے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں بھی ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ایک دوسرے کی اطاعت نہ کریں ۔ نصاریٰ اپنے پادریوں اور راہبوں کو رب اور پروردگار کے مرتبہ میں مانتے تھے اور ان کے ہر امر اور نہی کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح بے چوں و چرا واجب الاطاعت جانتے تھے ۔ اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جس چیز کو چاہیں حرام کریں۔ اس آیت میں ایک دوسرے کو رب بنانے سے یہی مردا ہے ۔

حضرت عدی بن حاتمؓ سے مروی ہے کہ جب آیت **اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ** (توبہ ۳۱) نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو ان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے ۔ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں ۔ انہوں نے لوگوں کے لئے حلال کو حرام کیا اور حرام کو حلال کیا اور لوگوں نے ان کی پیروی کی پس یہی ان کو معبود اور رب بنانا ہے ۔

پھر فرمایا کہ اگر یہ لوگ پھر بھی اس سیدھی اور سچی بات سے جس پر اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں اور پیغمبر متفق ہیں ، رو گردانی کریں تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اور تمام

مسلمان ان سے کہدیں کہ اے اہل کتاب تم گواہ رہو کہ ہم تو اسلام پر قائم ہیں اور تمام آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں اور تم نہیں مانتے ۔ (ابن کثیر ۱/ ۳۷۱ ، مظہری ۲/ ۶۶-۶۳) ۔

اہلِ کتاب کو تنبیہ

۶۵ ۔ ۶۶ یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِہٖ ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِیْمَا لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَکُمْ بِہٖ عِلْمٌ ۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔

اے اہل کتاب تم (حضرت) ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو حالانکہ توریت اور انجیل تو ان کے بہت بعد نازل ہوئی ہیں ۔ کیا تم سمجھتے نہیں ۔ تم تو وہی لوگ ہو جو ایسی باتوں میں تو جھگڑا کرتے ہی تھے جن کا تمہیں کچھ علم تھا ۔ پھر اب تم اس میں کیوں حجت کرتے ہو جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۔

تشریح ۔ یہودی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم ہم میں سے ہیں اور نصرانی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم ہم میں سے ہیں اور دونوں اس بارے میں بحث و مباحثہ کرتے رہتے تھے ۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کے دعوے کو باطل قرار دیا کہ حضرت ابراہیم کے زمانے میں تو نہ حضرت موسیٰ تھے اور نہ حضرت عیسیٰ اور نہ توریت تھی ، نہ انجیل ۔ یہ دونوں کتابیں حضرت ابراہیم کے صدیوں بعد نازل ہوئیں ۔ کیا تمہیں ذرا بھی سمجھ نہیں ۔ تم تو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں بھی ، آپس میں جھگڑتے رہتے ہو اور ان کے دین پر ہونے کے دعوے کرتے ہو حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ توریت و انجیل کا دین کیا تھا اور تم نے اس میں کتنی تحریف کر رکھی ہے ۔ توریت و انجیل دونوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مذکور ہیں اور یہ بھی مذکور ہے کہ دین محمدی سے توریت و انجیل کے احکام منسوخ کر دئے جائیں گے مگر تم نے جان بوجھ کر ان باتوں کو چھپایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا پردہ چاک کر کے تمہیں رُسوا کردیا ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کو اس بے علمی کے جھگڑے پر ملامت کی کہ تم ان امور میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جن کا تمہیں ذرا بھی علم نہیں ۔ حضرت ابراہیم تو تم سے ہزاروں سال پہلے گزرے ہیں اور توریت و انجیل میں ان کی شریعت کے بارے میں کچھ بھی بیان نہیں لہذا تم اس بارے میں کیوں گفتگو کرتے ہو جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ۔ ان سب امور سے تو اللہ تعالیٰ ہی باخبر ہے (ابن کثیر ۲،۳۷۱/۱ ، مظہری ۶۶ ،۶۷ / ۲) ۔

حضرت ابراہیمؑ کا دین

۶۷ ، ۶۸ ۔ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

(حضرت) ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ وہ تو سیدھی راہ پر چلنے والے مسلمان تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے ۔ بیشک لوگوں میں (حضرت) ابراہیم کے ساتھ سب سے زیادہ نزدیک وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی (محمد) ہیں اور جو لوگ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) ایمان لائے (وہ ہیں) اور اللہ مومنوں کا دوست ہے ۔

تشریح ۔ یہود و نصاریٰ حضرت ابراہیمؑ کے یہودی اور نصرانی ہونے کا جو دعویٰ کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے ، نہ نصرانی بلکہ وہ تمام غلط عقائد سے کنارہ کشی کر کے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی تعمیل کرنے والے تھے ۔ جبکہ تم نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے بلکہ تم تو اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں مانتے جس کی بشارتیں توریت و انجیل میں تمہارے پاس لکھی ہوئی ہیں ۔ تم حضرت ابراہیمؑ کی ملت اور دین پر ہونے کا دعویٰ کیسے کرتے ہو ، تم نے تو احکام خداوندی کو پس پشت ڈال رکھا ہے ، نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہو ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو اور حضرت عُزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بتاتے ہو حالانکہ حضرت ابراہیمؑ مشرکوں میں سے نہ تھے ۔

بلا شبہ وہی لوگ حضرت ابراہیمؑ کے امتی اور ان کے دین پر تھے ۔ جنہوں نے ان کے زمانے میں ان کی اتباع کی تھی اور اب اس اخیر زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ملت ابراہیمی پر ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے اکثر اعمال میں ملت ابراہیمی کی متابعت کرتے ہیں مثلاً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں ، قربانی کرتے ہیں ، ختنہ کراتے ہیں ، بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں ، حج و عمرہ کرتے ہیں اور ان احکام کو پورا کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو آزمایا تھا اور حضرت ابراہیمؑ نے ان کو پورا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے کیونکہ ان کا ایمان اول سے آخر تک تمام انبیاء پر ہے جبکہ یہود و نصاریٰ تمام انبیاء پر ایمان نہیں رکھتے (مظہری ۶۸/ ۲)۔

اہلِ کتاب کی گمراہی

۶۹ ۔ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ؕ

اہل کتاب میں سے ایک گروہ کی تو یہی آرزو ہے ، کاش وہ تمہیں گمراہ کردیں ۔ حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کر رہے ہیں ۔ اور ان کو خبر تک نہیں ۔

وَدَّتْ ۔ اس نے دوست رکھا ۔ اس نے آرزو کی ۔ وُدٌّ سے ماضی ۔
طَآئِفَةٌ ۔ گروہ جماعت ۔ طَوْفٌ سے اسم فاعل ۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ بعض اہل کتاب ، مسلمانوں کو ان کے دین کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلاکر کے ان کو کفر کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں جس کے لئے وہ نت نئی ترکیبیں نکالتے اور طرح طرح سے مکروفریب کے جال بچھاتے ہیں ۔ مسلمان تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان کے شر سے محفوظ رہیں گے مگر ان کی تمام عیاریوں اور مکاریوں کا وبال لوٹ کر خود انہی پر پڑے گا اور ان کا عذاب دو گنا ہوجائیگا ۔ اگر چہ فی الحال ان کو اس کا احساس نہیں ۔ (مظہری ۷۱ / ۲) ۔

اہلِ کتاب کی عیّاری

۷۰ ۔۷۴ ۔ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ اَنْتُمْ

تَشْهَدُوْنَ ۔ یٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۔ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ۔ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۔ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۔ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۔ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۔ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۔

اے اہل کتاب تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ (دل میں تو) تم قائل ہو ۔ اے اہل کتاب ! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور تم (کیوں) جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہو ۔ اور اہل کتاب کے ایک گروہ نے تو یہ بھی کہا تھا کہ مسلمانوں پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے ، دن کے ابتدائی حصہ میں تو اس پر ایمان لے آؤ اور دن کے آخری حصہ میں اس کا انکار کردو تاکہ (تمہارے ساتھ) مسلمان بھی (اس دین سے) برگشتہ ہو جائیں ۔ اور ان لوگوں کے سوا جو تمہارے دین پر ہیں کسی اور کا کہا نہ مانو ۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان کافروں سے) کہدیجئے کہ بیشک جو ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے وہی (حقیقی) ہدایت ہے ۔ (تم ایسی باتیں اس لئے کرتے ہو) کہ ایسی چیز کسی اور کو کیوں مل گئی جیسی تمہیں ملی تھی ۔ یا اس لئے کہ تمہارے پروردگار کے متعلق حجت اور دلیل میں ، تم پر کوئی غالب آسکتا ہے ۔ آپ کہدیجئے کہ فضل تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے ۔ وہ اسے جس کو چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے (اور) خوب جاننے والا ہے ۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ

بڑے فضل والا ہے ۔

شانِ نزول ۔ ابن اسحاقؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ عبداللہ بن الصیف اور عدی بن زید اور حارث بن عوف نے آپس میں مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں پر جو کچھ اتارا گیا ہے ، دن کے شروع کے حصہ (صبح کے وقت) میں تو ہمیں ظاہراً اس پر ایمان لے آنا چاہئے اور دن کے آخری حصہ میں (شام کو) اس کا انکار کر دینا چاہیے تاکہ اس سے مسلمان اپنے دین کے بارے میں شک و شبہ میں پڑ جائیں اور ممکن ہے وہ ہمیں دیکھ کر اپنے دین سے برگشتہ ہو جائیں انہی کے بارے میں یہ آیتیں **یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ** سے ...... **وَاسِعٌ عَلِيْمٌ** تک نازل ہوئیں۔
(جلالین ۱۴۳ ، ۱۴۲ ، مظہری ۱/ ۲) ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں اہل کتاب کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں کا انکار نہ کرو جو توریت و انجیل میں مذکور ہیں اور جن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپؐ کی صفات کا صراحت کے ساتھ بیان ہے حالانکہ جب تم تنہا ہوتے ہو تو آپس میں اقرار کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، اللہ تعالیٰ کے وہی سچے نبی ہیں جن کی بشارتیں توریت و انجیل میں موجود ہیں ۔ خوب سمجھ لو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار توریت و انجیل اور تمام آسمانی کتابوں کا انکار ہے ۔

اے اہل کتاب ! تم جان بوجھ کر حق اور باطل کو کیوں ملاتے ہو اور سچ کو چھپاتے ہو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف توریت و انجیل میں مذکور ہیں تم ان کو کیوں چھپاتے ہوں حالانکہ تم جانتے ہو کہ سچ کو چھپانا اور حق کو باطل کے ساتھ ملانا کتنا بڑا جرم ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ لوگ آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ صبح کے وقت مسلمانوں کے پاس جاکر ایمان لے آؤ ، مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھو اور شام کو پھر مرتد بن جاؤ تاکہ ان کو دیکھ کر جاہل لوگ یہ خیال کریں کہ یہ لوگ اہل کتاب کے علماء ہیں ۔ انہوں نے دین اسلام میں ضرور کوئی نقص یا خرابی دیکھی ہوگی تب ہی تو یہ لوگ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اپنے دین پر لوٹ گئے ہیں ۔ اس طرح شاید ان میں سے کوئی کمزور ایمان والا ، ہماری طرف لوٹ آئے ۔

مجاہدؒ ، مقاتلؒ اور کلبیؒ کا قول ہے کہ یہ گفتگو قبلہ اول کے بارے میں ہوئی تھی ۔

جب مسلمانوں کا رخ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا تو یہودیوں کو یہ بات بہت شاق گزری ۔ کعب بن اشرف اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ کعبہ کی تحویل کو بظاہر مان لو اور دن کے ابتدائی حصہ میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لو ۔ پھر دن کے آخری حصہ میں انکار کر دینا اور اپنے قبلہ کی طرف لوٹ آنا ۔ (مظہری ۱، / ۲) ۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ آپس میں کہتے ہیں کہ اپنے دین پر چلنے والوں کے سوا کسی اور کا یقین نہ کرو ۔ نہ اپنے بھید ان پر ظاہر ہونے دو ، نہ اپنی کتاب کی باتیں ان کو بتاؤ ، کہیں یہ لوگ ان پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کے ہاں ہم پر حجت بن جائیں ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ، آپ کافروں سے کہدیجئے کہ تمہارا مکروفریب سب بیکار ہے ۔ بیشک ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے ۔ اسی نے حق کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے ۔ لہذا نہ تو تم پھونکوں سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا سکتے ہو اور نہ تمہاری مکّاری مسلمانوں کو ضرر دے سکتی ہے ۔ کیونکہ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیدے اسے کسی کا مکروفریب گمراہ نہیں کرسکتا ۔ یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہود مسلمانوں سے عیاریاں و مکاریاں حسد کی بنا پر کرتے ہیں ۔ وہ اس بات سے جلتے ہیں کہ مسلمانوں کو ایسی شریعت اور نبوت و رسالت کیوں دی جا رہی ہے جیسی اس سے پہلے یہود کو ملتی رہی ۔ یہود کا گمان تھا کہ نبوت و رسالت ، شریعت اور علم و حکمت بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص ہے ۔ عرب کے ان پڑھ لوگوں کو اس فضل و نعمت سے کیا واسطہ ؟ ان میں نبی کیوں پیدا ہوا ؟ ظاہر ہے ان کے حسد سے توریت کی وہ پیشگوئیاں غلط نہیں ہو سکتی تھیں جن میں ان کو بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بنو اسماعیل میں ایک موسیٰ جیسا نبی مبعوث فرمائے گا اور اپنا کلام (قرآن مجید) اس کے منہ میں ڈالے گا ۔ چنانچہ بنو اسماعیل کو یہ دولت ملی اور وہ علم و فضل اور مذہبی معاملات میں بنی اسرائیل اور دنیا کی دیگر اقوام سے آگے بڑھ گئے ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ یہودیوں سے کہدیجئے کہ تمام فضیلت تو اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے ۔ جسے چاہے وہ ایمان اور علم و فضل کی دولت سے مالا مال کر دے اور جسے چاہے کلمۂ اسلام سے بہرا ، راہ حق سے دور اور فہم سلیم سے محروم کردے اس کے تمام کام حکمت ہی سے ہوتے ہیں ۔ وہ بڑے وسیع علم والا ہے اور ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کے فضل کے اہل ہیں ۔ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت و نبوت کے لئے خاص کر لیتا ہے ۔ اسی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اتباع کرنے والوں کو فضیلت عطا

فرمائی ہے ۔ پس اس کی رحمت و عنایت پر حسد کرنا حماقت ہے ۔ اور وہ بڑے فضل والا ہے اور اس کے فضل کو کوئی نہیں روک سکتا ۔(ابن کثیر ۳،۲/ ۲۰۲ مظہری ۲، ۳۰، / ۲) ۔

اہلِ کتاب کی خیانت

۷۵، ۷۶ ۔ وَ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَادُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۔

اہل کتاب میں سے بعض لوگ ایسے (دیانت دار) بھی ہیں کہ اگر تو اس کے پاس مال کا ایک ڈھیر بھی رکھدے تو وہ تجھے ادا کر دیں گے اور ان میں سے ایسے بھی لوگ ہیں کہ اگر تو اس کے پاس ایک دینار امانت رکھدے تو وہ تجھے کبھی ادا نہیں کرے گا جب تک کہ تو اس کے سر پر کھڑا نہ رہے ۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر ان پڑھوں کے معاملہ میں کوئی گناہ نہیں اور وہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں ۔ ہاں جس نے اپنا عہد پورا کیا اور پرہیزگاری اختیار کی تو بیشک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں سے محبت کرتا ہے ۔

تَاْمَنْهُ ۔ تو اس کے پاس امانت رکھتا ہے ۔ اَمَانَۃٌ سے مضارع ۔

قِنْطَارٍ ۔ خزانہ ۔ انبار ۔ مال کثیر ۔

يُؤَدِّهٖ ۔ وہ اس کو ادا کرے گا ۔ تَاْدِیَۃٌ سے مضارع ۔

مَادُمْتَ ۔ جب تک تو رہے ۔ دَوْمٌ و دَوَامٌ سے ماضی ۔ فعل ناقص ہے ۔

تشریح ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہود کی خیانت کے بارے میں مطلع فرمایا ہے کہ ان میں سے بعض تو ایسے امانت دار ہیں کہ خزانہ کا خزانہ بھی اگر ان کے پاس امانت رکھا ہوا

ہو تو وہ لوگوں کو جوں کا توں لوٹا دیں گے جیسے عبداللہ بن سلام اور ان جیسے وہ اہل کتاب جو مسلمان ہو گئے تھے ۔ اور ان میں سے بعض لوگ ایسے خائن ہیں کہ اگر ان کے پاس ایک دینار بھی امانت ہو تو وہ واپس نہ دیں جب تک کہ امانت رکھنے والا مسلسل اور سخت تقاضانہ کرتا رہے ۔

امانت کو واپس نہ کرنے اور خیانت کو حلال سمجھنے کا سبب یہ ہے کہ یہودی کہتے ہیں کہ جو لوگ اہل کتاب نہیں ان کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں چونکہ اہل عرب ہمارے مذہب پر نہیں ہیں اس لئے ہماری کتاب میں ان کے کوئی حقوق نہیں ۔ لہذا ان کا مال ہمارے لئے ہر طرح حلال ہے پھر فرمایا کہ یہودیوں کا یہ کہنا غلط اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے کہ بددینوں اور ان پڑھوں کا مال ہم پر حلال ہے ۔ اس کا علم خود انہیں بھی ہے کیونکہ ان کی کتاب میں بھی اللہ تعالیٰ نے ناحق مال کو حرام قرار دیا ہے ۔ اس کے بعد فرمایا کہ جس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور کفرو خیانت سے بچتا رہا تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا ۔ اور عہد سے مراد یا تو امانت واپس کرنے کے لئے اس کے مالک سے کیا ہوا عہد ہے یا اللہ تعالیٰ کا وہ حکم مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے توریت میں دیا تھا کہ تمام انبیاء پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر ایمان لانا اور امانت ادا کرتے رہنا ۔ ابن کثیر ۳۷۴ / ۱ ، مظہری ۴۷ / ۲) ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں ۔

۱) ۔ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے ۔

۲) ۔ جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے ۔

۳) ۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے ۔ (بخاری شریف ۱/۱۳) ۔

مسلم کی روایت میں حدیث کے یہ الفاظ زائد ہیں کہ خواہ وہ روزے رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو اور مسلمان ہونے کا دعویدار ہو ۔ (مظہری ۴۷ / ۲) ۔

بد عہدی اور جھوٹی قسم کا انجام

'' ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَناً

قَلِيْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ سے کئے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے میں تھوڑا سا مال حاصل کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز رحمت کی نظر سے دیکھے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لئے درد ناک عذاب ہے ۔

بِعَهْدِ ۔ عہد ۔ عہد اس قول کا نام ہے جو فریقین کے درمیان باہمی بات چیت سے طے ہوتا ہے اور اس پر دونوں فریقوں کا قائم رہنا ضروری ہے ۔ اس کے بر عکس وعدہ صرف ایک فریق سے ہوتا ہے ۔ قرآن و حدیث میں عہد پورا کرنے کی بہت تاکید آئی ہے ۔ (معارف القرآن ۹۴/ ۲) ۔

اَيْمَانِهِمْ ۔ انکی قسمیں ۔ واحد يَمِيْنٌ ۔

ثَمَنًا ۔ قیمت ۔ دام ۔ جمع اَثْمَانٌ ۔

شانِ نزول ۔ حضرت اَشْعَثْؓ بن قیس سے مروی ہے کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان کچھ زمین کا تنازعہ تھا ۔ یہودی (میرے حق کا) منکر تھا ۔ میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا ۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں ۔ میں نے عرض کیا نہیں ۔ آپ نے یہودی سے فرمایا تو قسم کھا ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو قسم کھالیگا ۔ اور میرا مال لے جائیگا ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ (مظہری ۷۵/ ۲ ، جلالین ۱۶۵ ، ۱۶۶) ۔

ابن جریر نے عکرمہ کا قول نقل کیا ہے کہ آیت کا نزول کعب بن اشرف ، حی بن اخطب اور ان جیسے دوسرے یہودیوں کے حق میں ہوا جو توریت میں نازل شدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو چھپاتے ، بدلتے اور ان کی جگہ دوسری چیزیں درج کیا کرتے تھے اور قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں ۔ اس تبدیلی اور تحریف سے ان کی غرض یہ تھی کہ ان کو کھانے کو ملتا رہے اور جو رشوتیں وہ اپنے متبعین سے لیتے

رہتے تھے ان میں فرق نہ آئے ۔ (مظہری ۵، / ۲) ۔

تشریح ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے اپنے عہد پر قائم نہیں رہتے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرتے اور نہ لوگوں سے آپؐ کی صفتیں بیان کرتے ہیں ۔ اسی طرح جو لوگ دنیا کے حقیر اور تھوڑے سے فائدے کے لئے اپنی قسموں کو توڑ لیتے ہیں دنیاوی فائدے کے لئے امانت میں خیانت کرتے ہیں اور باہمی معاملات کو درست نہیں رکھتے ان سب کے لئے اس آیت میں پانچ وعیدیں مذکور ہیں ۔

۱) ۔ ان کے لئے آخرت کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہیں ۔

۲) ۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے بات تک نہیں کرے گا ۔

۳) ۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا ۔

۴) ۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف نہیں کرے گا کیونکہ عہد کو پورا نہ کرنے سے بندے کی حق تلفی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کے حق کو معاف نہیں کرتا جب تک کہ وہ بندہ جس کی حق تلفی ہوئی ہو خود معاف نہ کردے ۔

۵)۔ قیامت کے روز ان کے لئے درد ناک عذاب ہوگا ۔ (معارف القرآن ۹۴ ، ۹۵ / ۲) ۔

حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارا ، اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دوزخ لازم کر دی اور جنت اس پر حرام کر دی ۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو ۔ آپؐ نے فرمایا اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک ٹہنی ہو ۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے یہ آخری الفاظ تین مرتبہ فرمائے ۔ (مظہری بحوالہ مسلم ۶، / ۲) ۔

حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جن سے نہ تو اللہ تعالیٰ بات کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ انہیں (گناہوں سے) پاک فرمائے گا ۔ یہ سنکر حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یہ تو بڑے گھاٹے اور نقصان میں پڑے ۔ آپؐ نے تین مرتبہ یہی فرمایا ۔ پھر جواب دیا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا ۔ جھوٹی قسم کھا کر اپنا سودا بیچنے والا ۔ دیگر احسان جتانے والا ۔ (مسلم ، احمد ، ابوداؤد ، ترمذی ، نسائی ، مظہری ۷، / ۲) ۔

یہود کی دھوکہ دہی

۷۸ ۔ وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔

اور ان میں ایک ایسا فریق بھی ہے جو کتاب پڑھتے وقت اپنی زبانوں کو مروڑتے ہیں تاکہ تم اس کو کتاب ہی کا جزو سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں ، اور وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور وہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں

يَلْوٗنَ ۔ وہ موڑتے ہیں ۔ وہ پھیرتے ہیں ۔ لَیٌّ سے مضارع ۔
اَلْسِنَتَهُمْ ۔ اپنی زبانوں کو ۔ واحد لِسَانٌ ۔
لِتَحْسَبُوْهُ ۔ تاکہ تم اس کو خیال کرو ۔ تاکہ تم اس کے متعلق گمان کرو ۔ حِسْبَانٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اہل کتاب کی دینی خیانت اور بد دیانتی بتائی گئی ہے ۔ یہ لوگ دنیوی امور میں دھوکہ دہی کے ساتھ ساتھ لوگوں کو دینی امور میں بھی فریب دیتے تھے ، تورات میں تحریف اور اس کی غلط تاویل کرتے تھے چنانچہ ان کا ایک گروہ جس میں کعب بن اشرف حی بن اخطب ، ابویاسر ، مالک بن الصیف اور سفنہ بن عمرو شامل تھے ، اپنی زبانوں کو نازل شدہ الفاظ سے اپنے من گھڑت الفاظ کی طرف پھیردیتا تھا ۔ اس طرح یہ لوگ نازل شدہ تورات کے الفاظ کے ساتھ کچھ عبارت اپنی طرف سے ملا کر کتاب ہی کے لہجہ میں پڑھتے تھے تاکہ مسلمان ان کی پڑھی ہوئی عبارت کو اللہ تعالیٰ کی اصل کتاب یعنی تورات ہی کا جزو سمجھ لیں حالانکہ وہ کتاب اللہ کا حصہ نہیں ۔ پھر یہ لوگ خود بھی ان تحریف شدہ کلمات اور عبارتوں کو اللہ تعالیٰ کا کلام کہکر جاہلوں کے خیال کو اور پختہ کر دیتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں اس طرح یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے تھے ۔ بخاری

شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ لوگ توریت میں تحریف کرتے تھے ۔
(مظہری ۷۷ / ۲ ، ابن کثیر ۳۷۶ / ۱) ۔

انبیاء کی تعلیم

۷۹ ، ۸۰ ۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۔ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۔ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔

کسی بشر کا یہ کام نہیں کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم (عقل) اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ (وہ یہی کہے گا) کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ کیونکہ تم کتاب الٰہی پڑھاتے بھی رہے اور خود بھی پڑھتے رہے ہو ۔ اور وہ تم سے یہ کبھی نہیں کہے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خدا بنا لو ۔ کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو ۔

اَلْحُكْمَ ۔ حکم ۔ فیصلہ یہاں حکم سے مراد حکمت و سنت یا حکومت ہے ۔
رَبّٰنِيّٖنَ ۔ اہل اللہ ۔ درویش ۔ فقہاء ۔ معلمین ۔ صاحب بصیرت عالم ۔ واحد رَبَّانِیٌّ ۔
تَدْرُسُوْنَ ۔ تم ہمیشہ پڑھتے اور یاد رکھتے ہو ۔ دَرْسٌ سے مضارع ۔

ربطِ آیات ۔ یہود و نصاریٰ نہ تو کوئی دلیل مانتے تھے اور نہ مُباہلہ پر آمادہ ہوئے کیونکہ ان کا مقصد حق کی تلاش و تحقیق نہ تھا بلکہ ان کی ہٹ دھرمی کا سبب شرارت اور فتنہ پردازی تھا ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہاں ان کی شرارتوں ، مکاریوں اور عداوتوں کو بیان کیا گیا ہے تاکہ مسلمان اپنے آپ کو ان کے دھوکے اور مکر و فریب سے بچا سکیں ۔

شانِ نزول ۔ ابن اسحاقؒ ، ابن جریرؒ ، ابن المنذرؒ ، ابن ابی حاتمؒ اور بیہقیؒ نے حضرت ابن

عباسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ جب یہود کے علما اور نجران کے نصاریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع تھے اور آپؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو ابو رافع قرظی کہنے لگا ، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپؐ چاہتے ہیں کہ ہم آپؐ کی ایسی ہی پوجا کریں جیسی نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کی کرتے ہیں ۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پوجنے کا حکم دوں ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے لئے نہیں بھیجا اور نہ مجھے اس کا حکم دیا ۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں ۔ (مظہری ۸۷/ ۲ ، جلالین ۱۶۷ ، ۱۶۸) ۔

تشریح ۔ یہ بات ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو کتاب و حکمت اور نبوت و رسالت دیکر بھیجے وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کی بجائے اپنی بندگی کی طرف بلائے ۔ کوئی بادشاہ کسی ایسے آدمی کو اپنی سلطنت کا نائب یا سفیر مقرر نہیں کر سکتا جس کے بارے میں حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے کا ادنیٰ سا شبہ ہو ۔ جب دنیاوی حکومتیں اتنی احتیاط کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کا علم تو کامل ہے ۔ وہ کیسے کسی ایسے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجے گا جو اس کی بغاوت کرے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کی بجائے اپنی بندگی کا حکم دے اور حضرت عیسیٰؑ جو اللہ تعالیٰ کے بر حق نبی ہیں وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہلانے یا اس کی خدائی میں شریک ٹھہرانے کی غلطی کیسے کر سکتے ہیں ۔ لہذا نصاریٰ کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا ہے صریح جھوٹ اور افتراء ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء تو خالق و مخلوق کے درمیان سفیر ہیں ۔ وہ حق رسالت ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی امانت اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور فرماں برداری کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو یہ حکم نہیں دیتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کریں خواہ وہ نبی ہو یا فرشتہ اور جو ایسا کرے اس نے کفر کیا اور نبیوں کا کام کفر کرنا نہیں ۔ ان کا کام تو خدائے واحد و یکتا کی عبادت کا حکم کرنا ہے ۔ (ابن کثیر ۳۷۷/ ۱ ، معارف القرآن ۹۷/۲) ۔

انبیاء کا عہد

۸۱ ، ۸۲ ۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى

ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ؕ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؕ

اور (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت دوں ، پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو اس کتاب کی تصدیق کرتا ہو جو تمہارے پاس ہو تو تم اس (رسول) پر ایمان بھی لانا اور اس کی مدد بھی کرنا ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور تم نے اس پر میرا عہد قبول کر لیا ۔ سب نے کہا کہ ہم نے اقرار کر لیا ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ پس اب تم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں ۔ پھر اس کے بعد بھی کوئی رو گردانی کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں ۔

اَقْرَرْتُمْ ۔ تم نے اقرار کر لیا ۔ اِقْرَارٌ سے ماضی ۔

اِصْرِیْ ۔ میرا بوجھ ۔ میرا عہد ۔

تشریح ۔ ان آیات میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ پختہ عہد لیا کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے جو یقیناً پہلے گزرے ہوئے انبیاء اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا تو پہلے نبی کے لئے اگر وہ اس وقت حیات ہو ، ضروری ہے کہ وہ اپنے بعد آنے والے نبی کی سچائی اور نبوت پر خود بھی ایمان لائے اوردوسروں کو بھی اس کی ہدایت کرے ۔ اب اس پختہ اقرار کے بعد جس پر تمام انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے ، جس نے انبیاء کی اتباع سے روگردانی کی (مراد یہود و نصاریٰ) تو وہی لوگ فاسق و بد کار ہیں ۔ (معارف القرآن ۱۰۰ / ۲) ۔

مسند احمدؒ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک دوست قرظی یہودی سے کہا تھا کہ وہ تورت کی جامع باتیں لکھ کر مجھے دیدے ۔ اگر آپؐ فرمائیں تو میں انہیں پیش کروں ۔ آپؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا ۔ حضرت عبداللہؓ بن ثابت نے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ آپؐ کے چہرہ کا کیا حال ہے ؟

حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر خوش ہوں ۔ اس وقت آپؐ کا غصہ دور ہوا اور فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر (حضرت) موسیٰؑ تم میں آجائیں اور تم ان کی تابعداری میں لگ جاؤ اور مجھے چھوڑ دو تو تم سب گمراہ ہو جاؤ ۔ تمام امتوں میں سے میرے حصہ کی امت تم ہو اور تمام نبیوں میں سے تمہارے حصہ کا نبی میں ہوں ۔

مسند ابو یعلیٰؒ میں ہے کہ اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو ۔ وہ خود گمراہ ہیں تمہیں راہ راست کیسے دکھائیں گے بلکہ ممکن ہے تم کسی باطل کی تصدیق کر لو یا کسی حق کی تکذیب کر بیٹھو ۔ خدا کی قسم اگر موسیٰ (علیہ السلام) بھی تم میں زندہ موجود ہوتے تو انہیں بھی میری تابعداری کے سوا کچھ حلال نہ تھا ۔ بعض حدیثوں میں ہے کہ اگر (حضرت) موسیٰ اور (حضرت) عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا ۔ (ابن کثیر ۳۷۷، ۳۷۸/ ۱) ۔

دینِ اسلام کی اہمیت

۸۳ ، ۸۵ ۔ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۔ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ص لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ز وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔

کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرتے ہیں حالانکہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب خوشی یا جبر کے ساتھ اسی کے فرماں بردار ہیں ۔ اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے ۔ (اے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم) آپؐ کہدیجئے کہ ہم تو اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ (حضرت) ابراہیمؑ و (حضرت) اسماعیلؑ و (حضرت) اسحٰقؑ و (حضرت) یعقوبؑ اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو کچھ (حضرت) موسیٰ اور (حضرت) عیسیٰ اور (دوسرے) انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ۔ سب پر ایمان لائے ۔ ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم اس (ایک خدا) کے فرماں بردار ہیں ۔ اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ۔ اور وہ (شخص) آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا ۔

یَبْغُوْنَ ۔ وہ چاہتے ہیں ۔ وہ سرکشی کرتے ہیں ۔ بَغْیٌ سے مضارع ۔

طَوْعًا ۔ اطاعت کرنا ۔ فرماں برداری کرنا ۔ مصدر ہے ۔ احکام دو قسم کے ہیں ۔

۱) ۔ تشریعی ۔ جنکی اطاعت میں بندے کے اختیار کو دخل ہے جیسے نماز ، روزہ ، حج وغیرہ ۔

۲) ۔ تکوینی ۔ جن میں بندے کے اختیار کو دخل نہیں اور نہ کوئی ان کے خلاف کر سکتا ہے سب ان احکام کے تابع ہیں ۔ کَرْھًا سے یہی تسخیری اطاعت مراد ہے ۔

اَلْاِسْلَام ۔ تابعداری کرنا ۔ فرماں برداری کرنا ۔ مسلمان ہونا ۔ شرعی اصطلاح میں خاص اس دین کو اسلام کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا کیونکہ اصول دین تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں ایک ہی ہیں ۔ لفظ اسلام کبھی اس عام مفہوم کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی صرف اس آخری شریعت کے لئے بولا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ۔ قرآن کریم میں یہ دونوں استعمال موجود ہیں ۔ گزشتہ انبیاء کا اپنے آپ کو مُسْلِم کہنا اور اپنی امت کو امتِ مُسلمہ کہنا بھی نصوصِ قرآن سے ثابت ہے ۔ اور اس نام کا امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کے ساتھ مخصوص ہونا بھی قرآن کریم میں مذکر ہے ۔ (معارف القرآن ۱۰۲ / ۲) ۔

شانِ نزول ۔ بغویؒ نے لکھا ہے کہ یہود ونصاریٰ میں سے ہر فریق نے دین ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ جھگڑا لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ آپؐ نے فرمایا کہ دونوں فریق دین ابراہیمی سے علیحدہ ہیں ۔ اس فیصلہ سے دونوں فریق ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم آپؐ کے فیصلہ کو نہیں مانتے اور نہ آپؐ کے مذہب کو پسند کرتے

ہیں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۸۲ / ۲) ۔

تشریح ۔ اسلام اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کا نام ہے اور یہی تمام انبیاء کا دین ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی دین کی دعوت دینے کے لئے مبعوث ہوئے ۔ آخرت کی نجات کا دارومدار اسلام پر ہے اس کے سوا کوئی دین اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین (اسلام) کو چھوڑ کر جو اس نے اپنی کتابوں میں اپنے رسولوں کی معرفت نازل فرمایا ، کسی اور دین کے طلبگار ہیں اور آسمان و زمین کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی فرماں بردار اور مطیع ہیں خواہ خوشی سے ہوں یا نا خوشی سے ۔ جب کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا

(الرعد ۱۵) ۔

اور زمین و آسمان کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے ۔ اپنی خوشی سے یا جبراً ۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (النحل ۴۸ ۔ ۵۰) ۔

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ تمام مخلوق کے سائے دائیں بائیں جھک کر اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں آسمانوں کی سب چیزیں اور زمین کے تمام جاندار اور سب فرشتے اور ان میں سے کوئی بھی تکبر نہیں کرتا ۔ سب کے سب اپنے اوپر والے رب سے ڈرتے ہیں اور جو ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اسی کو بجا لاتے ہیں ۔

پس مومنوں کا ظاہر و باطن ، قلب و قالب دونوں اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرماں بردار ہوتے ہیں ۔ اور کافر بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور جبراً اس کی طرف جھکا ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے تمام فرمان اس پر جاری ہیں اور وہ ہر طرح کی قدرت و مشیت کے ماتحت ہے ۔ کوئی چیز بھی اس

کی قدرت اور غلبہ سے باہر نہیں ۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپؐ کہدیجئے کہ میں تمہیں جس دین کی دعوت دے رہا ہوں وہی تمام انبیاء کا دین ہے ۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ حضرت ابراہیمؑ ، حضرت اسماعیلؑ ، حضرت اسحاقؑ ، حضرت یعقوبؑ علیہم السلام اور ان کی اولاد پر نازل ہوا اس پر بھی ہمارا ایمان ہے ۔ اور جو کچھ دوسرے انبیاء پر نازل ہوا ان سب پر ہمارا ایمان ہے ۔ ہم ان میں کوئی تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں بلکہ سب پر ہمارا ایمان ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں ۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑ کر کوئی اور دین طلب کرے تو وہ دوسرا دین اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا ۔ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا ۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے ۔ (ابن کثیر ۳۷۸،۳۹۰/ ۱) ۔

مرتد کی توبہ

۸۶ ۔ ۸۹ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد اور رسول کے بر حق ہونیکی شہادت دیکر اور اس بات کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل پہنچ چکے تھے پھر منکر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ۔ ایسے لوگوں کی یہی سزا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو ۔ وہ اس لعنت میں ہمیشہ رہیں گے ۔ نہ ان

کے عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی (وہ سدھر گئے) تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۔

شانِ نزول ۔ ابن جریرؒ، نسائیؒ، حاکمؒ اور ابن حبانؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ ایک انصاری مرتد ہو کر مشرکوں میں جا ملا ۔ پھر پچھتانے لگا ۔ اور اپنی قوم سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو کہ کیا میری توبہ پھر بھی قبول ہو سکتی ہے ۔ اس پر یہ آیتیں اتریں ۔

مسند عبدالرزاق میں ہے کہ حارثؓ بن سوید نے اسلام قبول کیا پھر اپنی قوم میں مل گیا اور اسلام سے پھر گیا ۔ اس کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں ۔ اس کی قوم کے ایک آدمی نے یہ آیتیں اسے پڑھ کر سنائیں تو اس نے کہا کہ جہاں تک میرا خیال ہے خدا کی قسم تو سچا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی تو تجھ سے بہت ہی زیادہ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ سب سچوں سے زیادہ سچا ہے ۔ پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ آئے ۔ اسلام لائے اور بہت اچھی طرح اسلام کو نبھایا ۔ (ابن کثیر ۳۷۹/۱ ، مظہری ۸۴ ، ۸۵/ ۲) ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت و توفیق سے نوازے جو دل سے ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور زبان سے اس شہادت و اقرار کے بعد کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بر حق رسول ہیں ، اسلام سے پھر گئے ۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت و توفیق نہیں دیتا جو اقرار کرنے کے بعد پھر جائیں ۔ ایسے لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی ۔ ظالم سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہٹ دھرم اور ضدی ہیں ۔ ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ ، اس کے فرشتے اور مسلمان لعنت بھیجتے ہیں ،جو ان پر ہمیشہ ہمیشہ پڑتی رہے گی ۔ یہی نہیں بلکہ جب وہ اپنے منہ سے یہ کہتے ہیں کہ ظالموں اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت تو یہ لعنت بھی لوٹ کر خود انہی پر پڑتی ہے ۔ اس طرح گویا وہ خود بھی اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں ۔ اور آخرت میں ان پر شدید عذاب ہوگا جو نہ کبھی کم ہوگا اور نہ کبھی ذرا دیر کے لئے ملتوی ہوگا ۔ البتہ اگر یہ لوگ اپنی شرارتوں سے باز آ جائیں ، بُرائیوں کو چھوڑ کر اعمالِ صالحہ اختیار کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں کو معاف فرما کر ان کی مغفرت فرمادے گا ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ میں انہی لوگوں کا ذکر ہے ۔

ارتداد کی سزا

۹۰ ، ۹۱ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ ۔ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الضَّآلُّوْنَ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِافْتَدٰی بِہٖ ۔ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّ مَالَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۔

بیشک جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ۔ پھر کفر میں بڑھتے رہے تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں ۔ بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے تو ان میں سے کوئی زمین بھر سونا بھی (اپنے کفر کے) فدیہ میں دے گا تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا ۔ انہی لوگوں کے لئے درد ناک عذاب ہے اور ان کا کوئی بھی مدد گار نہ ہوگا ۔

مِلْءَ ۔ بھرنا ۔ پیٹ بھرنا ۔

اُفْتَدٰی ۔ اس نے فدیہ دیا ۔ اس نے اپنے چھوٹنے کا بدلہ دیا ۔ اِفْتِدَاءٌ سے ماضی ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے بعد کفر کرنے والوں اور پھر اس پر قائم رہنے والوں کو تنبیہ کی ہے کہ کہ موت کے وقت تمہاری توبہ قبول نہیں کی جائیگی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ۔ **وَلَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ج .... اَلِیْمًا ۔**

اور ان کی توبہ (قبول) نہیں جو گناہ پر گناہ کئے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آکھڑی ہوئی تو وہ کہنے لگتا ہے کہ اب میری توبہ ہے ۔ اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوگی جو کفر کی حالت میں مر جائیں گے ۔ انہی لوگوں کے لئے تو ہم نے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۔(نساء ۱۸) ۔

جو لوگ کفر سے توبہ تو کرتے ہیں مگر ان کی توبہ صحیح نہیں ہوتی مثلاً یہ کہ وہ دل سے توبہ نہیں کرتے بلکہ کسی مصلحت کے تحت صرف زبان سے توبہ کے الفاظ کہہ دیتے ہیں

یا وقت نکلنے کے بعد توبہ کرتے ہیں جیسے فرعون نے ڈوبتے وقت توبہ کی یا موت کو سامنے دیکھ کر توبہ کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی توبہ مقبول نہیں ۔ **لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَ أُولٰئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ** میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے ۔

اس کے بعد فرمایا کہ کفر پر مرنے والوں کی کوئی نیکی قبول نہیں کی جائیگی ۔ گو وہ زمین بھر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں۔ بھلا اللہ تعالیٰ کو سونے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے وہ تو کل کائنات کا خالق و مالک ہے ۔ تمام مخلوقات و موجودات کا پیدا کرنے والا ہے ۔ کائنات کی ہر چیز ذرہ سے لیکر آفتاب تک ، چیونٹی سے لیکر ہاتھی تک ، ادنیٰ گنہگار انسان سے لیکر عظیم الشان نبی تک سب اس کے تابع فرمان ہیں ۔ سونا ۔ چاندی ، مال و دولت سب اسی کی ملکیت ہیں۔وہی یہ تمام چیزیں لوگوں کو دیتا ہے ۔ پھر وہ ان چیزوں کے بدلے کسی گنہگار کو کیوں معافی دے گا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عبداللہ بن جدعان جو بڑا مہمان نواز ، غلام آزاد کرنے والا اور کھانا دینے والا شخص تھا ۔ کیا اسے اس کی نیکی کام آئے گی ؟ آپ نے فرمایا اس نے ساری زندگی میں ایک دفعہ بھی **رَبِّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ** ۝ نہیں کہا ۔ یعنی میرے رب میری خطاؤں کو قیامت کے دن بخشش دے (ابن کثیر ۳۸۰/ ۱) ۔

محبوب ترین چیز خیرات کرنا

۹۲ ۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝

تم نیکی (میں کمال) ہرگز نہ حاصل کر سکو گے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو ۔ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے ۔

اَلْبِرَّ ۔ نیکی ۔ بھلائی ۔ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک جنت مراد ہے ۔ یعنی جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے تو تم ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگے ۔ بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ تم بِرّ کی حقیقت یعنی کمال خیر تک نہیں پہنچ سکتے یا اللہ تعالیٰ کی رحمت ، رضا اور جنت کو نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی محبوب ترین

چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ (مظہری ۸۷/ ۲) ۔

مَاتُحِبُّوْنَ ۔ اس سے ہر قسم کا مال مراد ہے۔ کیونکہ آدمی کو ہر قسم کے مال سے محبت ہوتی ہے۔ (مظہری ۸۷/ ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی اور واضح طور پر بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں معمولی سے معمولی چیز خرچ کرنے کا بھی تمہاری نیت اور عمل کے مطابق اجر و ثواب ضرور ملے گا مگر اس سے ابرار کا درجہ حاصل نہیں ہوگا ۔ لہذا ابرار کا درجہ پانے کے لئے تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی محبوب ترین اور پسندیدہ چیز خرچ کرو ۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ تمہاری بخل کی عادت ختم ہو جائیگی ۔ قصداً خراب اور نا پسندیدہ چیز خیرات کرنے کی ممانعت ہے البتہ اگر کسی نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا اور وہ سارا ہی خراب تھا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس نے قصداً خراب مال خیرات نہیں کیا بلکہ جو اس کے پاس موجود تھا وہ اس نے خیرات کر دیا ۔ اگر کسی کے پاس خراب مال بھی ہو اور اچھا اور پسندیدہ مال بھی اور وہ خراب اور ناپسندیدہ مال میں سے خیرات کرے تو یہ منع ہے۔

بخاری ، مسلم اور مسند احمد میں حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ تمام انصار میں حضرت ابو طلحہؓ سب سے زیادہ مالدار تھے ۔ ان کو اپنے مال میں بِیرُ حَاء نامی باغ جو مسجد نبوی کے سامنے تھا ، سب سے زیادہ پسندیدہ تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی اس باغ میں جا کر اس کا عمدہ او ر میٹھا پانی پیا کرتے تھے ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہؓ نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! مجھے اپنے مال میں بِیرُ حَاء نامی باغ سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے ۔ میں اس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دیتا ہوں ۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا اجر و ثواب میرے لئے جمع رکھے گا ۔ آپؐ جس طرح چاہیں اس (باغ) میں تصرف کریں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا واہ واہ ! یہ تو بہت ہی فائدہ مند مال ہے ۔ جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا ۔ میرے نزدیک یہی مناسب ہے کہ تم اس باغ کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو ۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا ۔ (مظہری ۸۸ / ۲) ۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ اپنے محبوب گھوڑے کو لیکر آئے اور عرض کیا کہ مجھے اپنی

املاک میں یہ سب سے زیادہ محبوب ہے میں اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہوں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرما کر انہی کے صاحبزادے حضرت اُسامہؓ کو دیدیا ۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ اس پر کچھ دل گیر ہوئے کہ میرا صدقہ میرے ہی گھر واپس آگیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا ۔ (معارف القرآن ۱۰۸/ ۲) ۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ بھی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا سب سے زیادہ عزیز اور بہترین مال وہ ہے جو خیبر میں میری زمین کا حصہ ہے ۔ میں اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں ۔ آپؐ نے فرمایا کہ اصل زمین کو تو اپنے قبضہ میں رکھو اور اس کی پیدا وار اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دو ۔ (ابن کثیر ۳۸۱ / ۱) ۔

پھر فرمایا کہ تم جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروگے خواہ وہ محبوب اور پسندیدہ چیز ہو یا غیر محبوب اور ناپسندیدہ اللہ تعالیٰ یقینی طور پر اس سے بخوبی واقف ہے ۔ اس لئے وہ صدقہ و خیرات کرنے والے کو اس کی نیت اور عمل کے مطابق جزا دے گا ۔

یہود کے عقائد کی تردید

۹۳ ۔ ۹۵- كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلاًّ لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلاَّ مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ط قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ قف فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔

بنی اسرائیل کے لئے ہر قسم کا کھانا حلال تھا سوائے اس کے جو بنی اسرائیل نے تو ریت نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر خود حرام کر لیا تھا (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہدیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو توریت لا کر پڑھو ۔ پھر اس کے بعد بھی جو کوئی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے تو وہی لوگ ظالم ہیں ۔ آپ کہدیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ۔ سو تم (حضرت)

ابراہیمؑ کے طریقے پر چلو جو ایک خدا کے ہو رہے تھے ۔ اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے ۔

الطَّعَام کھانا ۔ خوراک ۔ جمع اَطْعِمَۃٌ ۔

کُلُّ الطَّعَامِ ۔
اس سے وہ تمام کھانے کی چیزیں مراد ہیں جو اس وقت زیر بحث تھیں ۔ ہر قسم کا کھانا مراد لینا صحیح نہیں ۔

شانِ نزول ۔ بغوی ؒ نے لکھا ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپؐ ملت ابراہیمی پر ہونے کا تو دعویٰ کرتے ہیں اور اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں حالانکہ حضرت ابراہیمؑ نہ اونٹ کا گوشت کھاتے تھے اور نہ اس کا دودھ پیتے تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کے لئے تو یہ چیزیں حلال تھیں ۔ یہود نے کہا ہم جن چیزوں کو آج حرام کہتے ہیں یہ حضرت نوحؑ کے لئے بھی حرام تھیں اور حضرت ابراہیمؑ کے لئے بھی اور اس زمانے سے آج تک ان کی حرمت چلی آ رہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب میں یہ آیت نازل فرمائی ۔ (مظہری ۸۹ / ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تورت میں جو کھانے حرام کئے گئے ہیں پہلے وہ حضرت یعقوبؑ کی اولاد اور ان کے باپ دادا حضرت اسحاقؑ و حضرت ابراہیمؑ کے لئے حلال تھے ۔ پھر تورت نازل ہونے کے بعد یہود کی بیجا حرکتوں کی وجہ سے بعض چیزیں ان کے لئے حرام کر دی گئیں ۔ اونٹ کا گوشت اور دودھ حضرت یعقوبؑ نے ایک خاص وجہ سے خود ہی اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اور وہ یہ کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ حضرت یعقوبؑ کی پسندیدہ اور مرغوب ترین غذا تھی ۔ پھر ان کو عرق النساء کا مرض ہو گیا تو انہوں نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو اس بیماری سے شفا دیدے تو وہ اپنی اس محبوب ترین غذا کو چھوڑ دیں گے ۔ چنانچہ ان کو شفا ہو گئی اور انہوں نے اپنی محبوب ترین غذا (یعنی اونٹ کا گوشت اور دودھ) چھوڑ دی ۔ پھر ان کی اولاد نے بھی ان کی پیروی میں اس کو چھوڑ دیا ورنہ دونوں چیزیں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام نہ تھیں ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا آپؐ ان سے کہدیجئے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو تورت لا کر سب کے سامنے پڑھو اس سے تمہارا جھوٹ ظاہر ہو جائیگا کیونکہ تورت میں لکھا ہوا ہے کہ جو چیزیں تورت

نزول سے پہلے یہود کے لئے حلال تھیں وہ ان کی بیجا حرکتوں کی وجہ سے ان کے لئے توریت میں حرام کر دی گئیں ۔(مظہری ۹۰/ ۲) ۔

پس جو لوگ توریت کے اس واضح حکم کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر بہتان لگائیں اور دعوی کریں کہ اس نے حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے لئے اونٹ کاگوشت حرام کر دیا تھا تو حقیقت میں یہی لوگ ظالم و بے انصاف ہیں اور حق بات ظاہر ہو جانے کے بعد بھی ہٹ دھری کرتے ہیں اور حق کو تسلیم نہیں کرتے ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ان سے فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور مجھے بھی خبر دی ہے کہ توریت نازل ہونے سے پہلے یہ سب چیزیں بنی اسرائیل پر حلال تھیں ۔ اور یہود و نصاریٰ جھوٹے ہیں جو اپنے گروہ کو دین ابراہیمی پر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی یا عیسائی تھے ۔ پس اے یہود و نصاریٰ تم بھی مسلمانوں کی طرح ملت ابراہیمی کی پیروی کرو اور حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ اختیار کرو ۔ وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کا دین ہے ۔ حضرت ابراہیمؑ نہ یہودی تھے ، نہ عیسائی اور نہ مشرک بلکہ وہ تمام باطل مذاہب سے منہ موڑ کر دین حق اختیار کرنے والے تھے ۔

بیت اللہ کی فضیلت

۹۶ ۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

بیشک (سب سے) پہلا گھر جو لوگوں کے لئے (عبادت گاہ) مقرر کیا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے ۔ وہ برکت والا ہے اور دنیا بھر کے لئے رہنمائی کا ذریعہ ہے ۔

وُضِعَ : وہ رکھا گیا ۔ وہ قائم کیا گیا ۔ وہ مقرر کیا گیا ۔ وَضْعٌ سے ماضی مجہول ۔

بَكَّةَ : مکہ معظمہ کا پرانا نام ۔ چونکہ یہاں بڑے بڑے جابروں کی گردنیں ٹوٹ جاتی تھیں اور ہر بڑائی والا یہاں پست ہو جاتا تھا ۔ اس لئے اسے بکہ کہا گیا ۔ اس کو بکہ اس لئے بھی کہا گیا کہ یہاں لوگوں کا ہجوم رہتا ہے نیز یہاں لوگ خلط ملط ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ کبھی عورتیں آگے نماز پڑھتی ہیں اور مرد ان کے پیچھے ہوتے ہیں یہ بات اور کہیں نہیں ہوتی ۔

تشریح ۔ اس آیت میں ساری دنیا کے مکانوں اور مساجد کے مقابلہ میں بیت اللہ کی فضیلت اور شرف کا بیان ہے ۔ بیت اللہ کا یہ شرف و فضیلت کئی وجہ سے ہے ۔

۱ ۔ دنیا کی تمام ہی عبادت گاہوں میں یہ سب سے پہلی عبادت گاہ ہے ۔ یہ عین ممکن ہے کہ دنیا میں سب سے پہلا گھر عبادت ہی کے لئے بنایا گیا ہو اور اس سے پہلے نہ کوئی عبادت خانہ ہو اور نہ کوئی دولت خانہ ، حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں ۔ ان کی شان سے کچھ بعید نہیں کہ انہوں نے زمین پر آنے کے بعد اپنا گھر بنانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا گھر یعنی عبادت کی جگہ بنائی ہو ۔ اسی لئے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ ، مجاہدؒ ، قتادہؒ اور سدیؒ وغیرہ صحابہ و تابعین اسی کے قائل ہیں کہ کعبہ دنیا کا سب سے پہلا گھر ہے ۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ ممکن ہے لوگوں کے رہنے سہنے کے مکانات پہلے بن چکے ہوں مگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے یہ پہلا گھر بنا ہو ۔ (معارف القرآن ۱۱۳ ، ۱۱۴ / ۲) ۔

صحیحین اور مسند احمد میں حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ زمین پر کونسی مسجد سب سے پہلے قائم کی گئی ۔ آپؐ نے فرمایا مسجد حرام ۔ میں نے عرض کیا پھر کونسی ؟ آپؐ نے فرمایا مسجد اقصیٰ ۔ میں نے عرض کیا ان دونوں کے درمیان کتنا وقت ہے ؟ آپؐ نے فرمایا چالیس سال (بیت اللہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد حضرت اسحاق نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی تھی ۔ اور اس کی تکمیل کئی سو سال بعد حضرت داؤدؑ کے زمانے میں ہوئی) میں نے عرض کیا پھر کونسی ؟ آپؐ نے فرمایا جہاں بھی تمہیں نماز کا وقت آ جائے (وہیں) نماز پڑھ لیا کرو ۔ ساری زمین مسجد ہے ۔ (ابن کثیر ۳۸۳/ ۱) ۔

۲ ۔ بیت اللہ برکت والا ہے ۔ بیت اللہ کا با برکت ہونا ظاہری طور پر بھی ہے اور معنوی طور پر بھی ۔ ظاہری برکات میں یہ ہے کہ مکہ اور اس کے آس پاس خشک ریگستان اور بنجر زمین ہونے کے باوجود اس میں ہمیشہ ہر طرح کے پھل اور سبزیاں ترکاریاں وغیرہ ضرورت کی تمام چیزیں ہر وقت مہیا رہتی ہیں جو صرف اہل مکہ ہی کے لئے نہیں بلکہ اطراف عالم سے آنیوالے لاکھوں آدمیوں کے لئے بھی کافی ہو جاتی ہیں ۔ حج کے ایام میں تو وہاں مہینوں بے پناہ ہجوم رہتا ہے ۔ حج کے موسم کے علاوہ بھی وہاں ہزاروں آدمیوں کی آمد رفت رہتی ہے ۔ مگر ضروریات زندگی کے ختم ہونے یا کم ہونے کے بارے میں کبھی نہیں سنا گیا یہاں تک کہ لاکھوں کی تعداد میں درکار قربانی کے جانوروں کی بھی کبھی کمی محسوس نہیں ہوئی (معارف القرآن ۱۱۷/ ۲) ۔

معنوی و باطنی برکات کا تو شمار ہی نہیں ۔ بعض اہم عبادتیں تو بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں ۔ وہ کسی اور جگہ تو ادا ہی نہیں ہو سکتیں مثلاً حج ، عمرہ ، طواف وغیرہ ۔ اور بعض دوسری عبادتوں کا ثواب مسجد حرام میں بہت بڑھ جاتا ہے ۔ ابن ماجہ میں حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھر کے اندر آدمی کی نماز ایک نماز کے برابر ہے ۔ اور محلہ کی مسجد میں ایک نماز پچیس نمازوں کے برابر ہے اور جامع مسجد میں پانچسو نمازوں کے برابر ہے اور مسجد اقصیٰ میں ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد (مسجد نبوی) میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے ۔ (مظہری ۹۳ / ۲) ۔

حج کو ادا کرنے والا مسلمان پچھلے گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسے وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو ۔

۳ ۔ بیت اللہ سارے جہان کے لوگوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہے ۔ یہیں ہادیِ اعظم نبیِ آخرالزماں محمدِ مصطفےٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ۔ لوگوں کے لئے اس گھر کا حج فرض کیا گیا ۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے سب اسی کا طواف کرتے ہیں تمام مسلمانوں کو اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ۔

بیت اللہ کی خصوصیات

۹۷ ۔ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۔

اس میں بہت سی کھلی نشانیاں ہیں ۔ انہی میں سے ایک مقامِ ابراہیم (یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی) ہے ۔ اور جو کوئی اس (گھر) میں داخل ہو گیا وہ امن میں آگیا ۔ اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لئے اس گھر کا حج فرض ہے جو وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو کوئی نا فرمانی کرے تو اللہ تعالیٰ کو بھی دنیا جہان کے لوگوں کی کچھ پرواہ نہیں ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں پہلے اسلام کی حقیقت کا بیان تھا کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی

اطاعت اور فرماں برداری کا نام ہے ۔ یہی تمام انبیاء اور تمام کائنات کا دین ہے ۔ دیگر انبیاء کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی دین کی دعوت و تبلیغ کے لئے مبعوث ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام کے سوا کوئی دین قبول نہیں کیا جائیگا ۔ لہٰذا آخرت کی نجات کا دارومدار اسی دین پر چلنے میں ہے ۔ پھر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی محبوب ترین چیز خرچ کرنے کی ترغیب ہے ۔ اس کے بعد یہود کو خطاب کر کے فرمایا کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ وغیرہ حضرت ابراہیمؑ اور تمام انبیاء پر حلال تھا ۔ حضرت یعقوبؑ نے توریت نازل ہونے سے پہلے عرق النساء کی بیماری سے صحت پانے کے لئے اپنی مرغوب اور پسندیدہ چیز چھوڑنے کے لئے نذر مان کر ، صحت یاب ہونے پر ان کا استعمال ترک کر دیا تھا ۔ پھر ان کی پیروی میں ان کی اولاد نے بھی ان کو چھوڑ دیا تھا ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سب چیزیں بنی اسرائیل کے لئے بھی حلال تھیں ۔ توریت میں بھی ان کا حرام ہونا کہیں مذکور نہیں پھر خانہ کعبہ بیت المقدس سے افضل و اشرف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے پہلے اسی گھر کو لوگوں کی عبادت کے لئے قبلہ مقرر کیا گیا ۔ یہ گھر مکہ شہر میں واقع ہے ۔ اور اس کو بیت اللہ کہتے ہیں ۔ یہی گھر خیر و برکت اور امن والا ہے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ بیت اللہ کی بہت سی خصوصیات ہیں ۔

۱) مقامِ ابراہیم ۔

۲) جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ محفوظ و مامون ہے ۔

۳) صاحب استطاعت پر بیت اللہ کا حج فرض ہے ۔

۱ ۔ مقامِ ابراہیم ۔ بیت اللہ کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی مقامِ ابراہیم ہے ۔ مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر فرماتے تھے ۔ بعض روایات میں ہے کہ تعمیر کی بلندی کے ساتھ ساتھ یہ پتھر خود بخود بلند ہو جاتا تھا اور نیچے اترنے کے وقت نیچا ہو جاتا تھا ۔ اس پتھر کے اوپر حضرت ابراہیمؑ کے قدم مبارک کا گہرا نشان آج تک موجود ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایک بے حس و بے شعور پتھر میں یہ ادراک کہ ضرورت کے مطابق بلند یا پست ہو جائے اور یہ تاثر کہ موم کی طرح نرم ہو کر حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کا مکمل نقش اپنے اندر لے لے ۔ یہ سب قدرت کی نشانیاں ہیں ۔ (معارف القرآن ۱۲۰/ ۲) ۔

یہ پتھر بیت اللہ کے نیچے دروازے کے قریب تھا ۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے

زمانے میں اسے وہاں سے ہٹا کر بیت اللہ کے سامنے ذرا فاصلے پر مطاف سے باہر زم زم کے کنوئیں کے قریب رکھدیا تاکہ طواف پوری طرح ہو سکے ۔ اور جو لوگ طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان پر بھیڑ بھاڑ نہ ہو (ابن کثیر ۳۸۴ / ۱) ۔

آج کل اس کو اسی جگہ ایک بلوری خول کے اندر محفوظ کر دیا گیا ہے ۔ طواف کے بعد دو رکعتیں اس کے آس پاس پڑھنا افضل ہے ۔ ویسے مسجد حرام کے اندر کسی جگہ بھی طواف کی دو رکعتیں پڑھنے سے واجب ادا ہو جائیگا ۔ بعض علماء کے نزدیک پورا حرم مقام ابراہیم ہے ۔

۲ ۔ **بیت اللہ میں مامون ہونا** ۔ بیت اللہ کے اندر مامون و محفوظ ہونا ایک تو تشریعی اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہو جائے اس کو نہ ستاؤ اور نہ قتل کرو ۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ جو شخص حرم کے اندر آ جائے وہ مامون و محفوظ ہے ۔ اس کو قتل کرنا جائز نہیں ۔ پس اگر کسی نے حرم سے باہر ایسا جرم کیا جو قصاص یا حد کا موجب ہو اور وہ (مجرم) حرم میں آکر پناہ لے لے تو حرم کے اندر نہ اس سے قصاص لیا جائیگا اور نہ اس پر حد جاری کی جائے گی ۔ البتہ اس کا کھانا پینا بند کر دیا جائیگا اور اس سے خرید و فروخت بھی ترک کر دی جائے گی تاکہ وہ مجبور ہو کر حرم سے باہر نکل آئے اور اس کو حرم سے باہر سزا دی جاسکے ۔ (مظہری ۹۴ / ۲) ۔

ابو داؤد طیالسیؒ نے مسند میں اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت انسؓ کی روایت سے اور طبرانیؒ نے کبیر میں اور بیہقیؒ نے سنن میں حضرت حاطب کی روایت سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دونوں حرموں میں سے کسی میں مرے گا قیامت کے دن وہ دوزخ سے بے خوف ہو گا ۔ (مظہری ۹۴/ ۲) ۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر ہر قوم و ملت کے لوگوں کے دلوں میں بیت اللہ کی تعظیم و تکریم ڈالدی ہے ۔ اور وہ سب عموماً باہمی اختلافات کے باوجود اس بات پر متفق ہیں کہ اگر چہ اس میں داخل ہونے والا مجرم یا ہمارا دشمن ہی ہو ، حرم کے احترام میں اس کو وہاں کچھ نہ کہا جائے ۔ زمانہ جاہلیت کے عرب اور ان کے مختلف قبائل بے شمار عملی خرابیوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بیت اللہ کی حرمت و عظمت پر جان دیتے تھے اور قاتل کو بھی حرم کے اندر کچھ نہ کہتے تھے ۔ فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ حرم کے اندر قتل و قتال نہ مجھ سے پہلے حلال تھا ، نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہے اور میرے

لئے بھی (بیت اللہ کی تطہیر کی غرض سے) صرف چند گھنٹوں کے لئے حلال ہوا تھا ۔ پھر حرام کر دیا گیا ۔ (معارف القرآن ۱۲۱/ ۲) ۔

۳ ۔ حج بیت اللہ کی فرضیت ۔ حج کے معنی کسی عظیم الشان چیز کی طرف قصد کرنے کے ہیں ۔ محض ہر قصد کو حج نہیں کہتے ۔ شرعی اصطلاح میں ایک خاص زمانے میں خاص افعال ادا کرنے اور خاص مکان کی زیارت کرنے کو حج کہتے ہیں یعنی حج ان خاص افعال کا نام ہے جو حج کی نیت سے احرام باندھنے کے بعد کئے جاتے ہیں ۔ حج اسلام کا پانچواں رکن ہے جو ۹ ھ میں فرض ہوا ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین عبادت اور تمام انبیاء کرام اور اللہ کے نیک بندوں کا شعار ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض کر دیا ہے بشرطیکہ وہ بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت و استطاعت رکھتے ہوں یعنی ان کے پاس اصل ضروریات سے زائد اتنا مال ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اور وہاں قیام کا خرچ برداشت کر سکیں اور اپنی واپسی تک اپنے اہل و عیال کا بھی انتظام کر سکیں جن کا نفقہ انکے ذمہ واجب ہے نیز وہ ہاتھ پاؤں اور آنکھوں سے معذور نہ ہوں ۔

حضرت ابو سعیدؓ خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے ۔ پس تم حج کرو ۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ۔ ۱ ۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ۔ ۲ ۔ نماز پڑھنا ۔ ۳ ۔ زکوٰۃ دینا ۔ ۴ ۔ بیت اللہ کا حج کرنا ۔ ۵ ۔ ماہ رمضان کے روزے رکھنا ۔

حج ان لوگوں پر فرض ہے جو آزاد ہوں ، ہوشمند ہوں اور بالغ ہوں ۔ بچوں ، دیوانوں اور غلاموں پر حج فرض نہیں ۔ اگر کسی کافر نے یا نا بالغ بچہ یا غلام نے حج کر لیا تو بالا جماع کافر پر مسلمان ہونے کے بعد ، بچہ پر بالغ ہونے کے بعد اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد حج کرنا واجب ہے ۔ سابقہ حج جو کفر کے زمانے ، یا بالغ ہونے سے پہلے یا غلامی کے زمانے میں کیا تھا وہ کافی نہیں ۔ حاکمؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ جس بچہ نے حج کر لیا ہو پھر وہ بالغ ہو گیا تو اس پر دوسرا حج کرنا لازم ہے اور جو دیہاتی حج کر چکا ہو پھر اس نے (مسلمان ہو کر) ہجرت کی ہو اس پر بھی دوسرا حج کرنا واجب ہے اور جو غلام حج کر چکا

ہو ، پھر آزاد کر دیا گیا ہو تو اس پر بھی دوسرا حج فرض ہے ۔ اس حدیث میں دیہاتی سے غیر مُسلم دیہاتی مُراد ہے کیونکہ عرب کے مشرک بھی حج کیا کرتے تھے ۔ (مظہری ۹۵/ ۹) ۔

عورت کے لئے چونکہ محرم کے بغیر سفر کرنا شرعاً جائز نہیں اس لئے وہ اس وقت حج پر قادر سمجھی جائے گی جب اس کے ساتھ کوئی محرم حج کرنے والا ہو خواہ وہ محرم اپنے خرچ سے حج کرے یا وہ عورت اس کا خرچ بھی برداشت کرے ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم کے بغیر عورت تین منزل پر سفر نہ کرے (بخاری و مسلم) ۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہے وہ تین رات کا سفر محرم کے بغیر نہ کرے ۔ (مظہری ۹۷، ۲/) ۔

اسی طرح بیت اللہ تک پہنچنے کے لئے راستہ کا مامون ہونا بھی استطاعت کا ایک جزو ہے ۔ اگر راستہ میں بد امنی ہو ، جان و مال کا قوی خطرہ ہو تو حج کی استطاعت نہیں سمجھی جائے گی ۔

حج کی فرضیت کے اعلان کے بعد فرمایا کہ جو شخص انکار کرے تو اللہ تعالیٰ بھی تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے ۔ جو شخص حج کو فرض نہ سمجھے اس کا دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہونا تو ظاہر ہے مگر جو شخص حج کو عقیدے کے طور پر فرض تو سمجھتا ہو اور استطاعت و قدرت کے باوجود نہیں کرتا وہ بھی ایک طرح سے منکر ہی ہے کیونکہ وہ کافروں جیسے عمل میں مبتلا ہے ۔ (معارف القرآن ۱۲۲/ ۲) ۔

اہلِ کتاب کے کرتوت

۹۸ ، ۹۹ ۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

آپ کہدیجئے کہ اے اہل کتاب ! تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ۔ آپ کہدیجئے کہ اے اہل کتاب ! تم ایمان لانے والو کو (نا حق) عیب نکال کر اللہ تعالیٰ کی راہ سے

کیوں روکتے ہو ۔ حالانکہ تم خود (اس کے حق ہونے پر) شاہد ہو ۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل (بے خبر) نہیں ۔

تَصُدُّوْنَ ۔ تم روکتے ہو ۔ تم بند کرتے ہو ۔ صَدٌّ سے مضارع

تَبْغُوْنَهَا ۔ تم اس کو چاہتے ہو ۔ تم اس کو تلاش کرتے ہو ۔ بَغْیٌ سے مضارع ۔

عِوَجًا ۔ کجی ۔ ٹیڑھا پن ۔ مصدر ہے ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو تنبیہ کی ہے کہ جب تمہارے سامنے نیکی اور بدی کی راہیں کھول کر بیان کر دی گئیں ، حق و صداقت کے دلائل واضح کر دیئے گئے اور قرآنِ کریم کی سچی کھری باتیں سنادی گئیں ، تو اب تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اہلِ کتاب کہلانے کے باوجود حق سے عناد رکھتے ہو ، اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہو لوگوں کو پوری قوت و شدت کے ساتھ اسلام سے روکتے ہو اور اپنے کفر پر اڑے ہوئے ہو حالانکہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کا یقینی علم ہے ، تمہاری کتابوں میں ان کا ذکر موجود ہے ۔ ان کے بارے میں گزشتہ انبیاء اور رسولوں کی پیش گوئیاں تمہارے پاس موجود ہیں ۔ یاد رکھو! میں خوب دیکھ رہا ہوں کہ تم کس طرح کتاب میں تحریف کرتے ہو ، میرے نبیوں کی تکذیب کرتے ہو اور کس طرح خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے مخلص بندوں کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہو ۔ اور مومنوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کرتے ہو تاکہ ان کی وحدت باقی نہ رہے ۔ میں تمہارے اعمال سے غافل نہیں ۔ میں تمہیں اس دن پکڑوں گا جس دن تمہیں کوئی سفارشی اور مدد گار نہیں ملے گا ۔ اس دن میں تم سے پورا پورا حساب لوں گا اور پھر تمہیں تمام بُرے اعمال کی سزا دوں گا ۔

مومنین کو تنبیہ

۱۰۰ ، ۱۰۱ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۔ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۔ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔

اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب میں سے کسی فریق کا کہا مان لو گے تو وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد پھر تمہیں کافر بنادیں گے اور تم کس طرح کفر کرنے لگو گے حالانکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول بھی موجود ہے ۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ (کے دامن رحمت) کو مضبوط پکڑتا ہے تو اس کی ضرور رہنمائی کی جاتی ہے سیدھے راستے کی طرف۔

تُتْلٰی ۔ اس کی تلاوت کی جاتی ہے ۔ وہ پڑھی جاتی ہے ۔ تِلَاوَۃٌ سے مضارع مجہول ۔

یَعْتَصِمْ ۔ وہ اعتماد کرتا ہے ۔ وہ مضبوط پکڑتا ہے ۔ اِعْتِصَامٌ سے مضارع ۔

شانِ نزول ۔ فریابی ؒ اور ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ کی روایت سے بیان کیا کہ زمانۂ جاہلیت میں اوس و خزرج کے قبائل میں جنگ و جدال جاری رہتا تھا ۔ (اسلام نے سب کو متفق و متحد کر دیا) ایک روز وہ سب ملے جلے بیٹھے تھے کہ آپس کی عداوت کا ذکر آ گیا اور سب غضبناک ہو گئے ۔ اور ہتھیار اٹھا کر ایک دوسرے کے مقابل آ گئے اس پر آیت کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ اور اس کے بعد کی دو آیتیں نازل ہوئیں ۔ (جلالین ۱۷۲ ، مظہری ۱۰۳ / ۲) ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اہل کتاب کی اتباع کرنے سے منع فرمایا ہے کہ یہ حاسد ایمان کے دشمن ہیں اور تمہیں ایمان سے ہٹانا چاہتے ہیں ۔ تعجب ہے کہ تم کفر کے اعمال کی طرف جا رہے ہو حالانکہ ابھی اللہ کے رسول تمہارے اندر موجود ہیں جو دین کے بارے میں تمہارے شکوک و شبہات کو دور کرتے ہیں اور تمہیں وعظ و نصیحت کرتے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ کر سناتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے پکڑے گا اور ہمیشہ اس پر عمل پیرا رہے گا تو وہ ہدایت پالے گا اور سیدھے راستہ سے کبھی نہیں بھٹکے گا ۔

حضرت زیدؓ بن ارقم سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے مجمع میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ لوگو! میں محض ایک آدمی ہوں ۔ عنقریب میرے رب کا قاصد میرے پاس آئے گا اور میں اس کی دعوت قبول کروں گا ۔ میں تمہارے اندر دو بڑی عظمت والی چیزیں چھوڑ رہا ہوں ۔ پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس کے اندر ہدایت اور نور ہے ۔ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پکڑ لو اور

مضبوطی سے تھامے رہو ۔ (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں ۔ میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ (کے احکام اور خوف) کی یاد دلاتا ہوں ۔ (مظہری ۱۰۳/ ۲) ۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے ۔ جو اس کے حکم پر چلے گا ہدایت پر ہوگا ، جو اس کو چھوڑ دے گا گمراہ ہوگا ۔ (مظہری ۱۰۳/ ۲) ۔

اجتماعی قوت کے اصول

۱۰۲، ۱۰۳ ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ص وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا ج وَ کُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ○

اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام ہی کی حالت میں مرنا ۔ اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفریق پیدا نہ کرو اور تم پر اللہ تعالیٰ کا جو احسان ہے اس کو یاد کرو جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی سو تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے ۔ حالانکہ تم آگ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے ۔ پھر اس نے تمہیں اس سے بچا لیا ۔ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی آیتیں اسی طرح بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ ۔

اِتَّقُوْا ۔ تم ڈرو ۔ تم پرہیز گاری اختیار کرو ۔ اِتّقاءٌ سے امر ۔ تقویٰ کے کئی درجے ہیں ۔ ادنیٰ درجہ کفر و شرک سے بچنا ہے ۔ اس معنی کے لحاظ سے ہر مسلمان کو متقی کہا جا سکتا ہے اگر چہ وہ گناہوں میں مبتلا ہو ۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس چیز سے بچنا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک

پسندیدہ نہیں ۔ تقویٰ کے جو فضائل و برکات قرآن و حدیث میں آتے ہیں وہ اسی درجہ کے لئے ہیں ۔ تیسرا درجہ تقویٰ کا اعلیٰ معیار ہے جو انبیاء اور ان کے خاص نائبین اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے ۔ اس میں اپنے قلب کو ہر غیر اللہ سے بچانا اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی رضا جوئی سے معمور رکھنا ۔ (معارف القرآن ۱۲۷/ ۲) ۔

فَأَلَّفَ ۔ پس اس نے الفت ڈالی ۔ پس اس نے محبت ڈالدی ۔ تَالِیفٌ سے ماضی ۔
شَفَا ۔ کنارہ ۔ آخری حصہ ۔
حُفْرَةٍ ۔ گڑھا ۔
اَنْقَذَكُمْ ۔ اس نے تمہاری جان بچائی ۔ اس نے تمہیں نجات دی ۔ اِنْقَاذٌ سے ماضی ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کے دو اصول بتائے ہیں ۔

۱ ۔ تقویٰ کا حق ادا کرنا ۔ مجاہدؒ نے کہا کہ تقویٰ کا حق ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کرے ۔ اور احکام خداوندی کی تعمیل میں تمہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہ روکے ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے انصاف کرنے کھڑے ہو جاؤ خواہ اس میں خود تمہارا ، تمہارے ماں باپ یا اولاد کا نقصان ہو ۔ (مظہری ۱۰۵/ ۲) ۔

حضرت انسؓ کے نزدیک کوئی آدمی اس وقت تک حقِ تقویٰ ادا نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنی زبان کو محفوظ نہ رکھے (مظہری ۱۰۵/ ۲) ۔

مطلب یہ ہے کہ معاصی اور گناہوں سے بچنے میں اپنی پوری توانائی اور طاقت صرف کر دے تو تقویٰ کا حق ادا ہو جائیگا ۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے ۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ۔ اللہ سے ڈرو جتنا تمہاری قدرت میں ہے ۔

اس کے بعد فرمایا کہ تمام زندگی اسلام پر قائم رہنا تاکہ موت بھی اسی پر آئے ۔ کیونکہ اسلام ہی دین و دنیا کی نعمتوں کا سر چشمہ ہے ۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جہنم سے الگ ہونا اور جنت میں جانا چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھے اور لوگوں سے وہ برتاؤ کرے جسے وہ خود اپنے لئے چاہتا ہو ۔ (ابن کثیر ۳۸۸/ ۱) ۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپؐ کے انتقال سے تین روز پہلے آپؐ کو

یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دیکھو ! موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنا ۔ (مسلم)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرا بندہ میرے ساتھ جیسا گمان رکھے میں اس کے گمان کے پاس ہی ہوں ۔ اگر وہ میرے ساتھ حسنِ ظن رکھتا ہے تو میں اس کے ساتھ اچھائی کروں گا ۔ اگر وہ میرے ساتھ بد گمانی کرے گا تو میں اس سے اسی طرح پیش آؤں گا ۔ مسند احمد ۔ (ابن کثیر ۳۸۸ / ۱) ۔

۲ ۔ **باہمی اتحاد و اتفاق** ۔ اجتماعی قوت کا یہ دوسرا اصول ہے جو دوسری آیت میں بیان ہوا کہ تم آپس میں اتحاد و اتفاق رکھو ، اختلاف سے بچو اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو ۔ یہ ایسی تدبیر ہے جسے اختیار کر کے امتِ مسلمہ ایک نا قابل تسخیر قوت بن جائے گی اور دشمنوں کی سازشوں اور شر و فساد سے محفوظ ہو جائے گی اور کوئی غلط کار اسے گمراہ نہیں کر سکے گا ۔

جس طرح رسی کو پکڑ لینے سے آدمی گرنے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور رسی ہی کو ذریعہ بنا کر نیچے سے اوپر پہنچ جاتا ہے اسی طرح قرآن کریم اور دین اسلام کو مضبوطی سے تھام کر بندہ خدا تک پہنچ جاتا ہے اور آگ میں گرنے سے بچ جاتا ہے ۔ خدا کی رسی اتنی مضبوط ہے کہ وہ چھوٹ تو سکتی ہے ٹوٹ نہیں سکتی لہذا جو شخص اس کو چھوڑ دے گا وہ ضرور ذلت و حسرت کے گڑھے میں جا گرے گا اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والا اوپر پہنچنے میں کامیاب ہو جائیگا ۔

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے ۔ یہ نورِ مبین ہے ۔ یہ سراسر شفا دینے والا اور نفع بخش ہے ۔ اس پر عمل کرنے والے کے لئے یہ بچاؤ ہے اور اس کی تابعداری کرنے والے کے لئے یہ نجات ہے ۔ (ابن کثیر ۳۸۹ / ۱) ۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین باتوں سے خوش ہوتا ہے اور تین باتوں سے نا خوش ۔ جن تین باتوں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے وہ یہ ہیں ۔ ۱) اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ۔ ۲) ۔ سب مل کر اس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ ڈالو ۔ ۳) اپنے حاکموں کی خیر خواہی کرو ۔ جن تین چیزوں سے اللہ تعالیٰ نا خوش ہوتا ہے وہ یہ ہیں ۔ (۱) فضول

بات چیت اور بحث و مباحثہ (۲) بلا ضرورت کسی سے سوال کرنا ۔ (۳) مال کی بربادی (ابن کثیر ۳۸۹/ ۱) ۔

مذکورہ دونوں اصولوں پر سختی سے عمل کر کے ہی امت کا شیرازہ منظم ہو سکتا ہے جیسا کہ قرون اولیٰ میں اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے ۔ آج انہی قرآنی اصولوں کو بھلا دینے سے پوری امت مسلمہ انتشار و افتراق کا شکار ہو کر برباد ہو رہی ہے ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت یاد دلائی ۔ جاہلیت کے زمانے میں اوس اور خزرج قبیلوں کے درمیان سخت عداوت تھی اور آئے دن آپس میں جنگ ہوتی رہتی تھی ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق دیکر ان کے دلوں میں الفت ڈال دی چنانچہ اسلام کی برکت سے ان کا سب حسد و بغض جاتا رہا ۔ برسوں کی عداوت باہمی اخوت و محبت میں بدل گئی اور دونوں قبیلے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے معاون و مدد گار ہو گئے ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے دوسرے احسان کا ذکر کیا کہ تم اپنے کفر کی وجہ سے بالکل آگ کے کنارے پہنچ چکے تھے ۔ اگر اسی حالت میں تمہیں موت آ جاتی تو تم یقیناً جہنم کا ایندھن بنتے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی توفیق دیکر اس سے بچالیا ۔ پس تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی قدر کرو اور ان پر اس کا شکر ادا کرو اور شکریہ ہے کہ تم اس کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور یہود کے بہکانے سے اسلام کو نہ چھوڑو جس کی برکت سے یہ تمام نعمتیں تمہیں ملی ہیں ۔

دعوت و تبلیغِ دین

۱۰۴ ۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور بُری باتوں سے منع کرے ۔ اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۔

تشریح ۔ اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو اپنے قول و عمل سے لوگوں کو خیر یعنی قرآن و سنت کی طرف بلائے اور جب ان کو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں سست

اور غافل دیکھے اور بُرائیوں میں مبتلا پائے تو ان کو نیکیوں کی طرف متوجہ کرے اور بُرائیوں سے روکے ۔ ظاہر ہے یہ کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جو نیکی اور بدی میں تمیز کر سکتے ہوں اور قرآن کریم کی تعلیمات سے پوری طرح با خبر ہوں ، نیز ان میں موقع شناسی اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو حکمت کے ساتھ لوگوں تک پہنچانے کی صلاحیت بھی ہو ۔ ورنہ اصلاح کی بجائے بگاڑ بھی پیدا ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی نا واقفیت کی بنا پر کسی معروف کو منع کرنے لگیں یا منکر کا حکم کرنے لگیں ۔ پس جو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں وہی لوگ حقیقی کامیابی حاصل کریں گے اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہی ناکام اور نقصان اٹھانے والے ہیں ۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص پر فرض نہیں کیونکہ اس کے لئے علم شریعت اور احتساب کی قدرت ضروری ہے جو سب لوگوں میں نہیں ہو سکتی ۔ اس لئے یہ جماعت کا فرض ہے اگر بعض نے کر لیا تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو جائیگا ۔ اور اگر کوئی بھی اس فر ض کو انجام نہ دے گا تو سب گنہگار ہو ں گے ۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی کسی بُری بات کو دیکھے تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے دفع کر دے ۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے ۔ اگر یہ بھی نہ کرسکتا ہو تو دل سے ہی (اسُ کو برا جانے اور یہ کمزور ترین (درجہ کا) ایمان ہے ۔ (مظہری بحوالہ مسلم ۔ ۱۱۴/ ۲) ۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور بالضرور اچھائی کا حکم کرتے رہو اور بُرائی سے روکتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجدے گا ۔ پھر تم اس کے دور ہونے کی دعا کرو گے مگر تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی ۔ (مظہری بحوالہ ترمذی ۱۱۴ / ۲)۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ احکام الٰہیہ میں سستی کرنے والے اور ان میں پڑ جانے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگوں نے قرعہ اندازی کی ہو اور قرعہ ڈالنے کے بعد کوئی کشتی کے بالائی درجہ میں سوار ہو گیا اور کوئی نچلے درجہ میں ۔ نچلے درجہ والا پانی لے کر بالائی درجہ والوں کی طرف سے گزرتا تو ان کو تکلیف پہنچتی ۔ اس لئے نچلے درجہ والے نے کلہاڑی لیکر کشتی کے نچلے حصہ میں سوراخ کرنا شروع کر دیا ۔ بالائی درجہ والوں نے جاکر اس سے کہا، تُو یہ کیا کر رہا ہے ؟ اس

نے جواب دیا آپ لوگوں کو میری وجہ سے تکلیف ہوتی تھی اور مجھے پانی کی بہر حال ضرورت ہے ۔ (اس لئے کشتی میں سوراخ کر رہا ہوں) اب اگر وہ اس کے ہاتھ کو پکڑ لیں گے تو اس کو بھی ڈوبنے سے بچالیں گے اور خود بھی محفوظ رہیں گے اور اگر اس کو سوراخ کرتا ہوا چھوڑ دیں گے تو اس کو بھی ہلاک کریں گے اور خود بھی ہلاک ہوں گے ۔ (مظہری بحوالہ بخاری شریف ۲/۱۱۴) ۔

افتراق و انتشار کی ممانعت

۱۰۵ ۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ

اور تم ان جیسے نہ ہو جانا جو متفرق ہو گئے ۔ اور بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح احکام پہنچ چکے تھے وہ باہم اختلاف کرنے لگے اور انہی لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں مسلمانوں کو باہمی افتراق و انتشار سے بچنے کے لئے تاکیداً کہا گیا ہے کہ تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جانا جو صاف اور صریح احکام کے باوجود محض دنیا پرستی اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں شریعت کے اصولوں میں اختلاف کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو چھوڑ کر بہتّر فرقے بن گئے اور باہمی جنگ و جدال سے تباہ برباد ہوئے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا ۔ آج امت مسلمہ بھی اسی طرح شریعتِ اسلامیہ کے صاف و صریح احکام میں اختلاف پیدا کر کے اپنے لئے تباہی کا سامان فراہم کر رہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہدایت و رہنمائی فرمائے ۔ آمین ۔

سفید و سیاہ چہروں والے

۱۰۶ ، ۱۰۹ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۚ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا

خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۝ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۝ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ سیاہ ہو جائیں گے ، سو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائیگا کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے ۔ پس تم اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزا چکھو ۔ اور جن کے چہرے سفید ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے ۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دنیا کے لوگوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا ۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے ۔

تَبْيَضُّ ۔ وہ سفید ہو گئے ۔ اِبْيِضَاضٌ سے مضارع ۔
تَسْوَدُّ ۔ وہ کالے ہو گئے ۔ وہ سیاہ ہو گئے ۔ اِسْوِدَادٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ جمہور مفسرین کے نزدیک چہرہ کی سفیدی سے مُراد نورِ ایمان کی سفیدی ہے ۔ قیامت کے روز مومنوں کے چہرے ایمان کے نور سے روشن اور مسرت و فرحت سے کھلے ہوئے ہوں گے ۔ سیاہی سے مُراد کفر کی سیاہی ہے ۔ قیامت کے روز کافروں کے چہروں پر کفر کی سیاہی اور فسق و فجور کی ظلمت و تاریکی چھائی ہوئی ہوگی ۔

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں یوم **تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ** کے متعلق فرمایا کہ مومنین مخلصین کے چہرے سفید ہوں گے اور ان کے علاوہ ان تمام لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے جنہوں نے دین میں تغیر و تبدل کیا ہو ، خواہ وہ مرتد ہوگئے ہوں یا اپنے دلوں میں نفاق چھپائے ہوئے ہوں ۔

سفید چہروں والے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں رہیں گے ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہاں رحمت سے مُراد جنّت ہے ۔ جنّت کو رحمت سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ آدمی خواہ کتنا ہی عابد و زاہد کیوں نہ ہو وہ محض اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت سے جنّت میں جائے گا ۔ کیونکہ عبادت کرنا بھی انسان کا کوئی ذاتی کمال نہیں بلکہ عبادت کی قدرت

بھی اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے ۔ اس لئے عبادت کرنے سے جنت میں داخلہ ضروری نہیں ہو جاتا بلکہ جنت میں داخلہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت سے ہوگا (تفسیر کبیر) ۔

پھر فرمایا کہ مومنین اللہ تعالیٰ کی جس رحمت میں ہوں گے وہ ان کے لئے عارضی نہیں ہوگی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت نہ کبھی ان سے سلب ہوگی اور نہ کبھی کم ہوگی ۔ اس کے بعد سیاہ چہرے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ عذاب ہماری طرف سے نہیں بلکہ یہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے جو تم دنیا میں کرتے رہے ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا کیونکہ اس کی طرف سے ظلم کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ۔ وہ مالک مطلق ہے اپنی ملک میں جیسا چاہتا ہے کرتا ہے ۔ (معارف القرآن ۲ / ۱۳۶) ۔

اُمّتِ محمدیہ کا امتیاز

۱۱۰ ، ۱۱۱ ۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؕ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ؕ

(مسلمانو !) تم سب امتوں سے بہتر (امت) ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئیں ۔ (کیونکہ) تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو ۔ اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو بیشک یہ ان کے لئے بہتر ہوتا (مگر) ان میں سے کچھ تو مومن ہیں اور اکثر نافرمان ہیں ۔ تھوڑی سی تکلیف کے سوا وہ تمہیں ہرگز ضرر (نقصان) نہ پہنچا سکیں گے ۔ اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو تمہیں پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے ۔ پھر انہیں (کہیں سے بھی) مدد نہ ملے گی ۔

اَذًى ۔ ایذا ۔ تکلیف ۔
اَدْبَارَ ۔ پیٹھیں ۔ پشتیں ۔ واحد دُبُرٌ ۔

شانِ نزول ۔ بغوی نے عکرمہ کا بیان نقل کیا ہے کہ مالک بن الصیف اور وہب بن

یہود ، یہودی تھے ۔ ان دونوں نے حضرت ابن مسعودؓ ، حضرت معاذ بنؓ جبل اور حضرت سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہ سے کہا کہ ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا مذہب اس دین سے بہتر ہے جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۱۱۸/ ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ تم تمام امتوں میں بہترین امت ہو ۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے حکم میں مقدر ہو چکی کہ تمہیں تمام امتوں پر برتری ملے گی اور اس کی خبر سابقہ انبیاء کو بھی دیدی گئی تھی ۔ جس طرح خاتم الانبیاء تمام نبیوں سے افضل و اشرف ہیں اسی طرح آپؐ کی امت بھی تمام امتوں سے افضل و برتر ہے ۔ اور آپؐ کی شریعت بھی تمام شریعتوں سے جامع اور مکمل شریعت ہے ۔

قرآن کریم نے اُمّتِ محمدیہ کو خَیرُ الاُمَم قرار دینے کی متعدد وجوہ بیان کی ہیں ۔

۱) ۔ یہ معتدل اور بہترین امت ہے ۔

(۲) ۔ یہ خلق اللہ کو نفع پہنچانے کے لئے وجود میں آئی ہے ۔ (۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سب سے زیادہ اسی امت نے انجام دیا حالانکہ یہ فریضہ سابقہ امتوں پر بھی عائد تھا جس کی تفصیل احادیثِ صحیحہ میں مذکور ہے مگر ان میں سے بہت سی امتوں پر جہاد فرض نہ ہونے کی بنا پر وہ صرف دل اور زبان سے یہ فریضہ ادا کر سکتے تھے ۔ اُمّتِ محمدیہ کا اِمتیاز یہ ہے کہ وہ حکومتی طاقت سے بھی اسلامی قوانین کی تنفیذ کر سکتی ہے اور جہاد کے ذریعہ ہاتھ کی قوت سے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتی ہے ۔

۴) ۔ سابقہ اُمَم میں دین سے عام غفلت کی بنا پر دین کے شعائر اور امر بالعروف بالکل محو اور متروک ہو گئے تھے جبکہ اس امت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ اس میں قیامت تک ایک ایسی جماعت قائم رہے گی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی رہے گی ۔

۵) ۔ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں ۔ اگر چہ ایمان تمام امتوں میں مشترک ہے مگر کمالِ ایمان کے درجات مختلف ہیں ۔ ایمان کا جو کامل درجہ اس امت کو حاصل ہے وہ سابقہ امتوں کے مقابلہ میں خاص اِمتیاز رکھتا ہے ۔ (معارف القرآن ۱۵۰،۱۴۹ / ۲) ۔

اس کے بعد اہل کتاب سے کہا گیا کہ اگر تم بھی ایمان لے آتے تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوتا اور تم بھی خیر الامم میں شامل ہو جاتے ۔ اس سے دنیا میں بھی تمہاری عزت بڑھتی اور آخرت میں بھی تمہیں اجر و ثواب ملتا ۔ مگر افسوس کہ ان میں سے چند افراد کے سوا

کسی نے اسلام قبول نہ کیا ۔ حق واضح ہو جانے کے باوجود وہ نافرمانی پر ہی اڑے رہے ۔

پھر مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ان کی زیادہ تعداد یا مادی ساز و سامان کو دیکھ کر خوف نہ کھانا ۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ یہ نافرمان تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے ۔ یہ لوگ زیادہ سے زیادہ یہی کرسکتے ہیں کہ زبان سے گالی دیں یا تمہیں بُرا بھلا کہیں یاکوئی چھوٹی موٹی تکلیف پہنچائیں ورنہ یہ ، نہ تم پر غالب آسکتے ہیں اور نہ تمہیں کوئی بڑا نقصان پہنچا سکتے ہیں ۔ اگر یہ لوگ لڑائی میں تمہارے مقابلہ پر آبھی گئے تو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے ۔ کوئی ان کی مدد کو نہ آئے گا اور یہ شکست کھا کر ذلیل و رسوا ہوں گے ۔

مسند احمدؒ میں حضرت ابوبکرؓ صدیق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار شخص بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن ہوں گے ۔ سب ایک دل ہوں گے ۔ میں نے اپنے رب سے اس تعداد میں اضافہ کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور بھی حضرت ابو بکرؓ یہ حدیث بیان کر کے فرمایا کرتے تھے کہ پھر تو اس تعداد میں گاؤں اور دیہات والے بلکہ بادیہ نشین بھی آ جائیں گے ۔ ابن کثیر ۳۹۴/ ۱)

حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حساب کیا گیا تو جملہ تعداد چار کروڑ نوے ہزار ہو ئی (ابن کثیر ۳۹۵/ ۱)۔

مسند احمدؒ ہی میں حضرت عبدؓ الرحمٰن بن اَبُو بکر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے میری امت میں سے ستر ہزار آدمیوں کے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونیکی مجھے بشارت دی ہے ۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضور کچھ اور زیادتی طلب فرماتے ۔ آپؐ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو مجھے خوش خبری ملی کہ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے ۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا ۔ حضور اور برکت کی دعا فرماتے ۔ آپؐ نے فرمایا میں نے پھر کی تو ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار کا وعدہ ہوا حضرت عمرؓ نے پھر عرض کیا حضور آپؐ کچھ اور زیادتی بھی طلب فرماتے ۔ آپؐ نے فرمایا میں نے پھر مانگا تو اتنی زیادتی اور ملی ۔ پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر بتایا کہ اس طرح ۔ حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ اس طرح جب اللہ تعالیٰ سمیٹے تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس قدر مخلوق اس میں آئے گی ۔ (فسبحان اللہ و بحمدہ) ابن کثیر ۳۹۴/ ۱)۔

حافظ ابوبکر بن ابو عاصم نے اپنی کتاب السنن میں لکھا ہے کہ ابو امامہ باہلی کہتے ہیں

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار شخص بغیر حساب و عذاب کے بہشت میں داخل ہوں گے ۔ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے اور تین لپیں اور میرے رب عزوجل کی لپوں سے (ابن کثیر ۳۹۴/ ۱) ۔

بخاریؒ و مسلمؒ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم تمام جنّتیوں کے چوتھائی ہو ۔ ہم نے خوش ہو کر اللہ اکبر کہا ۔ پھر فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم اہلِ جنّت کی تہائی ہو ۔ ہم نے پھر تکبیر کہی ۔ آپؐ نے فرمایا مجھے تو امید ہے کہ تم جنّتیوں کے آدھوں آدھ ہو جاؤ گے ۔ (ابن کثیر ۳۹۵ / ۱) ۔

عتابِ الٰہی اور اس کے اسباب

۱۱۲ ۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْآ اِلاَّ بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ،

ان پر ذلت ڈالدی گئی ۔ وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے صرف اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی پناہ سے پائے جائیں گے اور وہ غضب الٰہی کے مستحق ہو گئے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی ۔ یہ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اور نبیوں کو نا حق قتل کرتے تھے ۔ یہ اس کی سزا ہے کہ انہوں نے نا فرمانی کی اور وہ حد سے بڑھ گئے ۔

ثُقِفُوْا ۔ وہ پائے گئے ۔ ثَقَفٌ سے ماضی مجہول ۔

حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ ۔ اللہ کی رسی ۔ مراد اللہ تعالیٰ کا عہد ۔ یعنی جب تک یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے قانون اور اس کی شریعت پر عمل نہیں کریں گے ان کی ذلت دور نہ ہوگی ۔

حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ۔ لوگوں کی رسی ۔ مراد لوگوں کا عہد ۔ یعنی جب تک انہیں دوسری

اقوام کی حمایت حاصل نہ ہوگی وہ ذلت و رسوائی سے نہ نکل سکیں گے ۔ اس کی دو صورتیں ہیں ۔ ایک یہ کہ یہ لوگ مسلمانوں سے صلح کا معاہدہ کر کے بے فکر ہو جائیں ۔ دوسرے یہ کہ یہ لوگ دوسری غیر مسلم طاقتوں سے صلح کا معاہدہ کر کے محفوظ ہو جائیں جیسے حکومت اسرائیل کی موجودہ صورت جو حقیقت میں اہل یورپ کی ایک مشترکہ چھاؤنی سے زیادہ نہیں اس کی جو کچھ قوت نظر آتی ہے وہ سب غیروں کے بل بوتے پر ہے ۔ اگر امریکہ و برطانیہ اور دوسرے مغربی ممالک اس پر سے آج اپنا ہاتھ اٹھالیں تو وہ ایک دن اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتا ۔ واللہ اعلم (معارف القرآن ۱۵۲ ، ۱۵۳ / ۲) ۔

بَاءُوْا ۔ وہ مستحق ہوئے ۔ انہوں نے کمایا ۔ بَوَاءٌ سے ماضی ۔
الْمَسْکَنَةُ ۔ مفلسی ۔ محتاجی ۔ ذلت ۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہود پر ذلت کی مُہر لگادی گئی ۔ اب یہ دنیا میں ایسے ذلیل و خوار ہوں گے کہ ان کو (۱) کہیں پناہ نہیں ملے گی سوائے اللہ تعالیٰ کی پناہ کے ۔ یہ لوگ کہیں بھی ہوں ان کو یا تو قرآن کریم اور دین اسلام کی وجہ سے پناہ مل سکتی ہے جس نے امن طلب کرنے والے کافروں ذمیوں سے تعرض نہ کرنے کا حکم دیا ہے (۲) یا پھر مسلمانوں سے امن کا معاہدہ کر لیں یا جزیہ دینا قبول کرلیں (۳) یا پھر غیر مُسلم طاقتوں سے صلح کا معاہدہ کر کے محفوظ ہو جائیں ۔ انہی تین صورتوں میں ان کا جان و مال محفوظ ہو گا ۔

یہود کی بد اعمالیوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر غربت و مسکینی مسلط کر دی ۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ " بیشتر یہودی فقراء اور مساکین ہوتے ہیں " ۔ جیسے کنجوس آدمی مال خرچ نہیں کرتا ہمیشہ مسکینوں کے حُلیہ میں رہتا ہے ۔ اسی طرح بیشتر یہودی بھی مالدار ہونے کے باوجود فقیروں کی طرح مفلسی دکھاتے اور مال کو چھپاتے ہیں ۔ اب یہ لوگ نہ صرف دنیا میں ذلیل و خوار ہیں اور ان کی سلطنت و شوکت جاتی رہی بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا غضب اور ناراضگی بھی حاصل کی جس کی ابدی سزا جہنم ہے ۔ یہ سب کچھ ان کے کفر اور بد اعمالیوں کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے رہے ، انبیاء کو نا حق قتل کرتے رہے اور اپنی نا فرمانی میں حد سے بڑھے رہے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو ہوگا ۔ (۱) جس کو (کسی) نبی نے قتل کیا ہوگا ۔ (۲) یا اس نے کسی نبی کو قتل کر دیا ہو ۔ (۳) گمراہی کا امام

(۴) اور تصویریں بنانے والا ۔

اہلِ کتاب مومنوں کے اوصاف

۱۱۳ ۔ ۱۱۵ ۔ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝

وہ سب برابر نہیں ہیں ۔ (کیونکہ) اہل کتاب میں سے ایک جماعت سیدھے راستہ پر ہے ۔ وہ راتوں کے وقت اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں ۔ وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ نیک کاموں کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں ۔ اور وہ جو کچھ بھی نیکی کریں گے اس کو ہرگز نظر انداز نہ کیاجائیگا ۔ اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے ۔

شانِ نزول ۔ احمد ، نسائی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت سے بیان کیا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز کے لئے تاخیر سے تشریف لائے ۔ صحابہ کرام نماز کے منتظر تھے ۔ آپؐ نے ان سے فرمایا " اس وقت تمہارے سوا کسی مذہب کا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کر رہا ۔ صرف تم ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہو ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (ابن کثیر ۳۹۷/ ۱ ، مظہری ۱۲۲/ ۲) ۔

ابن مندہ ، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب حضرت عبداللہؓ بن سلام اور ثعلبہؓ بن شعبہ اور اسیدؓ بن تبعیہ اور اسدؓ بن عبید اور ان کے ساتھ دوسرے یہودی مسلمان ہو گئے اور ایمان لے آئے اور انہوں نے اسلام کی تصدیق کی اور دل سے اسلام کی طرف راغب ہو گئے تو یہودی علماء نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ

وسلم) پر ایمان لانے والے اور ان کی پیروی کرنے والے صرف وہی لوگ ہیں جو ہم میں بُرے تھے ۔ اگر یہ اچھے ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر دوسرے کی طرف نہ جاتے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے لَیْسُوْا سَوَآءً سے مِنَ الصّٰلِحِیْنَ تک (دو آتیں) نازل فرمائیں ۔ (مظہری ۱۲۲ / ۲) ۔

تشریح ۔ اہل کتاب میں سے جو لوگ اسلام لے آئے تھے ان آیتوں میں ان کو اُمّتِ قائمہ (نماز میں کھڑا رہنے والا گروہ یا اللہ کے امر پر قائم رہنے والا گروہ) کہا گیا ہے اور ان کے ایسے اوصاف بیان کئے گئے ہیں جو یہود کے اوصاف کی ضد تھے ۔ مثلاً یہود حق سے منحرف تھے ، دن رات غفلت میں پڑے ہوئے تھے ، مشرک تھے ، اللہ تعالیٰ کی صفات کے عقیدے میں کج رو تھے ، آخرت کے بارے میں بھی غلط عقیدے رکھتے تھے ، بُرائی کا حکم اور بھلائی سے روکتے تھے وغیرہ ۔

مومنوں کا یہ گروہ سیدھے راستے پر ہے ، راتوں کو تہجد کی نماز میں کھڑا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور سجدے کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور لوگوں کو بھی انہی باتوں کا حکم دیتا اور بُرائی سے روکتا ہے اور نیک کاموں میں پیش پیش رہتا ہے ۔ یہی لوگ نیک و صالح اور دیندار ہیں اور ان کے یہ نیک اعمال ضائع نہیں ہوں گے بلکہ ان کو پورا پورا بدلہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں سے خوب واقف ہے ۔ وہ کسی کے اچھے اعمال کو برباد نہیں کرتا ۔

کافروں کے اعمال کی بربادی

۱۱۶ ، ۱۱۷ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کَمَثَلِ رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَکَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰکِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۔

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ان کو اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے بچانے

میں ان کا مال اور ان کی اولاد ان کے ذرا بھی کام نہ آئیں گے ۔ اور یہی لوگ اہل دوزخ ہیں ۔ وہ اس (دوزخ) میں ہمیشہ رہیں گے ۔ جو کچھ (مال) وہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں ۔ اس کی مثال اس ہوا کی سی ہے جس میں سخت ٹھنڈک ہو ۔ وہ اس قوم کی کھیتی پر پڑ کر اس کو برباد کر دے جس نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے تو ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ۔

رِیْحٍ ۔ ہوا ۔
صِرٌّ ۔ سخت سردی جو کھیتوں کو جلا دیتی ہے ۔ پالا ۔
حَرْثَ ۔ کھیتی ۔ مصدر ہے ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ مال و اولاد ، زمین و جائداد سب بے حقیقت اور فانی چیزیں ہیں ۔ یہ انسان کے کسی کام نہیں آئیں گی ۔ اصل چیز ایمان کی دولت ہے جو پائیدار بھی ہے اور ہمیشہ کام آنیوالی بھی ۔ اسی کے باعث انسان کو دنیا و آخرت دونوں جگہ عزّت و وقار اور سر خروئی حاصل ہوتی ہے ۔ جن لوگوں نے ایمان قبول نہیں کیا خواہ وہ یہودی ہوں یا نصاریٰ یا مشرکینِ مکہ ، ان سب کو ان کے کفر و شرک ، انبیاء کو جھٹلانے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے انکار کے سبب ان کے مال سمیت ایندھن کے طور پر جہنم میں ڈالدیا جائیگا ۔ پھر ان کا مال اور ان کی اولاد ، ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں ان کے ذرا بھی کام نہ آئیں گے ۔ یہی لوگ اہل دوزخ ہیں ، یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔

بعض اوقات کافر بھی اپنے اموال سے محتاجوں ، یتیموں ، مظلوموں اور بے کسوں کی مدد کرتے ہیں ، صلۂ رحمی کرتے ہیں ، سرائے اور کنواں بنواتے ہیں وغیرہ ۔ قیامت کے روز کافروں کو اس قسم کے اعمال اور اخراجات سے بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا کیونکہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان کا ہر عمل نا پائیدار اور فنا ہونے والا ہے لہذا اس کی جزا بھی فناہونیوالی ہے اور ان کو وہ (جزا) اسی فانی دنیا میں مل جائے گی ۔ عمل کی دائمی حفاظت کرنے والی چیز ایمان ہے جس کے بغیر عمل کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے ایک باغ لگایا اور اس کو پالے اور سخت سرد ہوا سے بچانے کا کوئی انتظام نہ کیا ۔ چند روز تو وہ اس کی سر سبزی کو دیکھ کر خوش ہوتا رہا اور اس سے طرح طرح کی امیدیں باندھتا رہا ۔ پھر یکایک ایک سخت سرد ہوا چلی جس نے اس کے ہرے بھرے اور لہلہاتے باغ کو جلا کر خاک کر دیا اور

وہ شخص اپنی تباہی و بربادی پر کفِ افسوس مل کر رہ گیا۔ اس کی کوئی امید پوری نہ ہوئی اور نہ وہ اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھاسکا۔ اسی طرح کافروں کے کفر کی تندو برفانی ہوا ان کے صدقات و خیرات کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ قیامت کے روز ان کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے صدقات و خیرات کے ساتھ کفر و شرک کو ملا کر خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ ان کے کفر و شرک ہی نے ان کے صدقات و خیرات کی کھیتی کو پالے اور برفانی ہوا کی طرح جلا کر خاک کیا۔

پالے اور برفانی ہوا یا سخت گرم لُو سے ظالم اور غیر ظالم سب ہی کی کھیتی تباہ و برباد ہوتی ہے۔ مگر اس میں کامل نقصان کافر ہی کا ہوتا ہے اس لئے کہ اگر مسلمان کی کھیتی پالے سے تباہ ہو جائے تو اس کو اس مصیبت پر اور پھر مصیبت کے صبر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملتا ہے۔ جو کھیتی سے لاکھ درجہ افضل ہوتا ہے۔ پس حقیقی اور کامل نقصان وہ ہے جس کا کوئی بدل نہ ہو۔ ظاہر ہے مسلمان کسی مصیبت پر اجر و ثواب سے محروم نہیں رہتا۔ جو ظاہری نقصان کے مقابلہ میں بہت افضل و بہتر ہے۔ کافر کا معاملہ اس کے بر عکس ہے۔ اول تو وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان و یقین ہی نہیں رکھتا۔ پھر جب اس کو کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اس پر نہ تو صبر کرتا ہے اور نہ اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھتا ہے۔ اس لئے کافر کو مصیبت پر کوئی اجر نہیں ملتا۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۵۶۴۔ ۵۶۷، مظہری ۱۲۳، ۱۲۴ / ۲)۔

کافروں سے راز داری کی ممانعت

۱۱۸۔ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

اے ایمان والو! کسی غیر کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی میں کچھ کمی نہیں کرتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم تکلیف اٹھاؤ۔ ان کے منہ سے دشمنی ظاہر ہوچکی ہے۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ تو بہت ہی زیادہ ہے۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تمہارے لئے کھلی کھلی نشانیاں بیان

کر دی ہیں ۔

بِطَانَۃً ۔ راز دار دوست ، دلی دوست ، بھیدی ، یہ بَطْنٌ سے مشتق ہے ۔ ہر شئے کے اوپر کے حصے کو ظاہر اور اندر کے حصہ کو بطن کہتے ہیں ۔ اسی طرح کپڑے کے اوپر کے حصہ کو ظہارہ اور اندرونی حصہ کو جو جسم سے ملا ہوا رہتا ہے استر یا بطانہ کہتے ہیں ۔ مشہور لغت لسان العرب میں بطانہ کسی شخص کے دلی اور راز دار دوست اور اس کے معاملات میں دخیل کو کہا جاتا ہے ۔ جس سے وہ اپنے معاملات میں مشورہ لے ۔ امام راغب اصفہانیؒ نے اپنی مفردات میں اور قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں یہی معنی بیان کئے ہیں ۔ (معارف القرآن ،۱۵۰ / ۲) ۔

حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ یہاں حیرہ کا ایک شخص بہت اچھا لکھنے والا اور بہت اچھے حافظہ والا ہے ۔ آپ اسے اپنا محرر و منشی مقرر کر لیں ۔ آپ نے فرمایا پھر تو میں غیر مومن کو بطانہ بنالوں گا جو اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ۔ (ابن کثیر ۳۹۸/ ۱) ۔

یَاْلُوْنَکُمْ ۔ وہ تمہارے لئے کمی کریں گے ، وہ تمہارے لئے کوتاہی کریں گے ۔ اَلُوٌّ سے مضارع ۔

خَبَالاً ۔ تباہ کرنا ۔ برباد کرنا ۔ خراب کرنا ۔ مصدر ہے ۔

عَنِتُّمْ ۔ تم کو تکلیف پہنچی ۔ تم کو ایذا پہنچی ۔ عَنَتٌ سے ماضی ۔

بَدَتِ ۔ وہ ظاہر ہوئی ۔ بَدْوٌ سے ماضی ۔

شانِ نزول ۔ ابن جریرؒ اور ابن اسحٰقؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ کچھ مسلمانوں کا یہودیوں کے ساتھ میل ملاپ تھا کیونکہ جاہلیت کے زمانے میں وہ ایک دوسرے کے حلیف تھے اور ساتھ بھی رہتے تھے ۔ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۱۳۳/ ۲) ۔

مدینہ کے اطراف میں جو یہودی آباد تھے ان کے ساتھ اوس و خزرج کے لوگوں کی قدیم زمانے سے دوستی چلی آ رہی تھی ۔ انفرادی طور پر بھی ان کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات تھے اور قبائلی حیثیت سے بھی وہ ایک دوسرے کے ہمسایہ اور حلیف تھے ۔ مسلمان ہونے کے بعد بھی اوس و خزرج کے لوگ یہودیوں کے ساتھ پرانے تعلقات نبھاتے رہے مگر یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے لائے ہوئے دین سے جو عداوت تھی اس کی بنا پر وہ کسی مسلمان سے مخلصانہ روابط رکھنے کے لئے تیار نہ تھے ۔ چنانچہ ظاہر داری میں تو

یہود نے انصار کے ساتھ وہی تعلقات رکھے جو پہلے سے چلے آرہے تھے مگر دل میں وہ ان سے دشمنی رکھتے تھے اور اس ظاہری دوستی سے نا جائز فائدہ اٹھا کر وہ ہر وقت اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں میں فتنہ و فساد برپا کر دیں اور ان کے اجتماعی راز معلوم کر کے ان کے دشمنوں تک پہنچادیں ۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی منافقانہ روش سے مسلمانوں کو محتاط رہنے کی ہدایت فرمائی ہے ۔ (معارف القرآن ۱۵۶ ، ۱۵۷ / ۲) ۔

تشریح ۔ اسلام نے جہاں مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ ہمدردی ، خیر خواہی اور روا داری کی غیر معمولی ہدایات فرمائی ہیں وہیں ان کو اپنی تنظیم اور مخصوص شعائر کی حفاظت کے لئے اس بات کا پابند بھی بنایا ہے کہ وہ غیر مسلموں سے ایک حد سے آگے تعلقات و روابط نہ بڑھائیں کیونکہ یہود ہوں یا نصاریٰ ، منافقین ہوں یا مشرکین ان میں سے کوئی بھی مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں ہوسکتا ۔ اس کے بر عکس یہ لوگ مسلمانوں کو دینی و دنیوی اعتبار سے نقصان پہنچانے میں لگے رہتے ہیں ۔ لہذا ایسے دشمنوں کو راز دار اور دلی دوست بنانا کسی طرح بھی مناسب نہیں ۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص مشرکوں سے میل جول رکھے یا ان کے ساتھ رہے سہے تو وہ بھی انہی جیسا ہے ۔ (ابن کثیر ۳۹۹/ ۱) ۔

یہاں مسلمانوں کو کافروں اور منافقوں کی دوستی اور ہمرازی سے منع کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ تمہارے دشمن ہیں تم ان کی چکنی چپڑی باتوں اور مکروفریب میں نہ آنا ورنہ یہ موقع پا کر تمہیں نقصان پہنچائیں گے اور اپنا بغض و عداوت نکالیں گے ۔ تم ان کو اپنا راز داں ہر گزنہ بنانا ۔ ان کی باتوں سے ان کی عداوت و دشمنی ٹپکتی ہے اور قیافہ شناس ان کے چہروں سے ان کی باطنی خباثت کو معلوم کرسکتا ہے اور جو کچھ شرارتیں اور خباثتیں ان کے دلوں میں مخفی ہیں وہ ان کی ظاہری خباثتوں سے کہیں زیادہ ہیں ۔ دشمنی اور حسد کی بنا پر ان کی زبانیں قابو میں نہیں رہتیں اس لئے غصہ اور عداوت سے مغلوب ہو کر کبھی کبھی وہ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن سے ان کی گہری دشمنی کا پتہ چلتا ہے ۔ پس عقلمند آدمی کو چاہئے کہ ایسے بد باطن دشمنوں کو اپنا راز داں نہ بنائے ۔

اہلِ کتاب کی حالت

۱۱۹ ۔ هٰٓاَنۡتُمۡ اُولَآءِ تُحِبُّوۡنَهُمۡ وَلَا يُحِبُّوۡنَكُمۡ وَتُؤۡمِنُوۡنَ

بِالْکِتٰبِ کُلِّہٖ ج وَ اِذَا لَقُوْکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ط قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہ

دیکھو! تم لوگ تو وہ ہو جو ان سے محبت کرتے ہو اور وہ (ہیں کہ) تم سے بالکل محبت نہیں رکھتے اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے اور جب وہ اکیلے ہوتے ہیں تو غصہ کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں ۔ آپ کہدیجئے کہ تم اپنے غصے میں مرو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں ۔

عَضُّوْا ۔ انہوں نے دانتوں سے کاٹا ۔ انہوں نے چبایا ۔ عَضٌّ سے ماضی ۔

الْاَنَامِلَ ۔ انگلیاں واحد ۔ اَنْمُلَۃٌ ۔

تشریح ۔ اس آیت میں مسلمانوں کو کافروں کی حالت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ تم تو ان کی دوستی کا دم بھرتے ہو مگر وہ تمہارے دوست نہیں بلکہ وہ تمہاری جڑیں کاٹنے والے اور تمہارے دشمن ہیں ۔ تم تمام آسمانی کتابوں کو مانتے ہو خواہ وہ کسی قوم کی ہوں، کسی زمانے میں اور کسی پیغمبر پر نازل ہوئی ہوں ۔ اس کے بر خلاف یہ لوگ تمہاری کتاب اور پیغمبر کو نہیں مانتے ۔ خود اپنی کتاب پر بھی ان کا ایمان صحیح نہیں ۔ منافقوں کی طرح یہ بھی جب تمہارے سامنے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور اس سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ ہم اپنی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور انہیں تسلیم کرتے ہیں اس لئے ہم بھی مومن و مسلمان ہیں حالانکہ اس طرح وہ تمہیں دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں پھر جب تم سے علیحدہ ہوتے ہیں، غیظ و غضب اور حسدو عناد میں جلتے بُھنتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو ترقی دیتا ہی رہے گا خواہ کافر غصے کے مارے مر ہی جائیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کا حال خوب جانتا ہے ۔ یہ اپنی شرارتوں میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے بلکہ یہ اپنی خواہش کے خلاف دنیا میں بھی مسلمانوں کی ترقی و خوش حالی دیکھیں گے اور آخرت میں بھی انہیں نعمتوں والی جنت میں پائیں گے ۔ اس کے بر عکس یہ لوگ دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوں گے اور آخرت میں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے ۔ (ابن کثیر ۳۹۹ / ۱) ۔

اہلِ کتاب کا حسد

۱۲۰ ۔ اِنْ تَمْسَسْکُمْ حَسَنَۃٌ تَسُؤْھُمْ ز وَ اِنْ تُصِبْکُمْ سَیِّئَۃٌ

يَّفْرَحُوْا بِهَا ۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۔

اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو (اس سے) ان کو رنج ہوتا ہے اور اگر تم پر کوئی سختی آتی ہے تو اس سے وہ خوش ہوتے ہیں ۔ اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو ان کا مکر تمہیں ذرا بھی نقصان نہ دے گا ۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا پوری طرح احاطہ کئے ہوئے ہے ۔

تَسُؤْهُمْ ۔ وہ ان کو بری لگتی ہے ۔ وہ ان کو رنجیدہ کرتی ہے ۔ سَوْءٌ سے مضارع ۔
كَيْدُهُمْ ۔ ان کا مکر ۔ ان کا فریب ۔ ان کی چالاکی ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں پہلے اہل کتاب کو خطاب تھا جو حق و اضح ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار کرتے تھے اور لوگوں کو اس پر ایمان لانے سے روکتے تھے ۔ پھر اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم اہل کتاب میں سے ایک گروہ کی باتوں میں آ گئے تو وہ اپنے حیلوں اور مکرو فریب کے ذریعہ تمہیں کفر کی طرف لوٹا دیں گے لہذا تم ان کے دھوکہ میں نہ آنا ۔ اس کے بعد مسلمانوں کی قوت کو نا قابل تسخیر بنانے کے دو اصول بتائے ایک تقویٰ اور دوسرے باہمی اتحاد و اتفاق ۔ پھر مسلمانوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا تاکہ مسلمان انفرادی طور پر اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اجتماعی اصلاح کا ذریعہ بھی بنیں اور اس طرح پوری قوم کی اصلاح ہو جائے ۔ پھر فرمایا کہ ایمان پر ثابت قدم رہنے ، اپنے تمام امور میں اعتدال پر ہونے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خاص اہتمام کرنے کی بنا پر یہ امت دوسری تمام امتوں سے بہتر ہے ۔ ایک حدیث میں ہے کہ میری امت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی ۔ اسی لئے تمام امت کا اتفاق ہے کہ اس امت کے علماء کا اجماع حجت ہے اس کے بعد مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ گھل مل کر رہنے اور ان کو اپنا راز دار بنانے کی ممانعت کر دی گئی کیونکہ کافر مسلمانوں اور ان کے دین کے دشمن ہیں ۔

تشریح ۔ اہل کتاب کی کچھ حالت تو گزشتہ آیت میں بیان ہوئی تھی ۔ اس آیت میں ان کی کافرانہ ذہنیت کو مزید واضح کیا گیا ہے کہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی اچھی حالت پیش آ جائے جیسے مسلمانوں کا اتحاد ، دشمنوں پر غلبہ ، مال غنیمت ہاتھ آنا اور مسلمانوں کی فلاح و

کامرانی ، تو اس سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ حسد کی آگ میں جلتے ہیں ۔ اگر تم پر کوئی تنگی اور مصیبت آتی ہے جیسے دشمنوں میں گھر جانا تو یہ لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں ۔ اہل کتاب کا یہ رویہ اسلام کے ابتدائی دور ہی میں نہ تھا بلکہ مسلمانوں کے ساتھ آج بھی ان کا یہی سلوک ہے ۔ یہ اور بات ہے کہ کسی وقتی مصلحت کے تحت کسی وقت وہ دشمنی سے باز رہیں ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کی خباثت اور مکروفریب سے بچنے کا طریقہ بتایا ہے کہ اگر تم ان کی شرارتوں اور مکرو فریب کے مقابلہ میں صبرو تقویٰ اختیار کئے رہے تو ان کی چالیں اور شرارتیں تمہیں ذرا بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گی ۔ قرآنِ کریم نے مسلمانوں کو ہر قسم کے مصائب اور پریشانیوں سے محفوظ رہنے کے لئے صبر و تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین صرف اسی آیت میں نہیں بلکہ متعدد آیتوں میں کی ہے (معارف القرآن ۱۶۰ ، ۱۶۱ / ۲) ۔

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۔ (اٰل عمران ۱۲۵) ۔

ہاں ! اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو اور دشمن تم پر ایک دم سے آ پہنچیں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا ۔ جو نشان کئے ہوئے یا سدھے ہوئے گھوڑوں پر (سوار ہو کر) آئیں گے ۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ ۔ (یوسف ۹۰) ۔

بیشک جو اللہ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (اٰل عمران ۲۰۰) ۔

اے ایمان والو ! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور جہاد کے لئے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ ۔ اگر کوئی شخص آہستہ آہستہ صبر و تقویٰ کا مشاق ہو جائے اور رفتہ رفتہ اس میں کوشش کرتا رہے تو وہ مصائب سے کم متاثر ہوتا ہے ۔ پھر مومن کو تو ہر مصیبت کے بدلے ثواب کی امید ہوتی ہے ۔ اس لئے نعمت ملنے سے زیادہ اس کو مصیبت سے خوشی ہوتی ہے ۔

حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیچھے بیٹھا ہوا تھا ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ۔ اے لڑکے ! اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھ ، اللہ تعالیٰ تیری نگہداشت کرے گا ۔ اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھ تو اپنے سامنے اللہ تعالیٰ کو پائے گا ۔ جب کچھ مانگنا چاہے تو اللہ ہی سے مانگ ، جب تو مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کر اور خوب جان لے کہ اگر ساری امت بھی تمہیں کچھ نفع پہنچانے پر متفق ہو جائے تو وہ تمہیں صرف اتنا ہی نفع پہنچا سکتی ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھدیا ہے ۔ اور اگر سب لوگ تمہیں نقصان پہنچانے پر متحد ہو جائیں تو وہ تمہیں صرف اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھدیا ہے ۔ تقدیر کے قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور لکھی ہوئی تحریریں خشک ہو گئی ہیں ۔ (مظہری بحوالہ ، ترمذی ۔ احمد) ۔

مسلم میں حضرت صہیبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے ۔ اس کے سارے کام خیر ہی خیر ہیں ۔ اور یہ بات مومن کے علاوہ کسی کو میسر نہیں ۔ اگر اس کو راحت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ شکر اس کے لئے موجب خیر ہوتا ہے ۔ اور اگر اس کو دکھ پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ صبر اس کے لئے باعث خیر ہوتا ہے ۔ (مظہری ، ۱۲۷/ ۲) ۔

غزوۂ اُحد

۱۲۱ ۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور (وہ وقت یاد کرو) جب آپ صبح کو اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر بٹھا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے

غَدَوْتَ ۔ تو صبح کے وقت چلا ۔ غُدُوٌّ سے ماضی ۔

تُبَوِّئُ ۔ تو جگہ دیتا ہے ۔ تو ٹھکانا دیتا ہے ۔ تَبْوِیَۃٌ سے مضارع ۔

مَقَاعِدَ ۔ بیٹھنے کی جگہ ۔ گھات لگانے کے مقامات ۔ قُعُوْدٌ سے اسم ظرف ۔ یہ جمع ہے اس کا واحد مقعد ہے ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ اگر مسلمان صبر و تقویٰ پر قائم رہیں تو کوئی طاقت ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو غزوۂ اُحد

میں جو عارضی شکست اور تکلیف پہنچی تھی وہ انہی دو چیزوں میں کوتاہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کا نتیجہ تھی ۔ اس کے بر عکس غزوۂ بدر میں مسلمانوں نے صبر و تقویٰ کو اختیار کیا اس لئے بے سرو سامانی کے باوجود وہ اس میں فتح و کامیابی سے ہمکنار ہوئے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی تیاریوں، گھر سے میدان جنگ کی طرف روانگی اور میدان جنگ میں صف بندی کے واقعات کی طرف اشارہ ہے ۔ غزوۂ اُحد ۳ ھ میں اُحد کے مقام پر مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان ہوا ۔ مشرکین مکہ ابو سفیان کی قیادت میں تین ہزار کا لشکرِ جرّار لیکر مدینہ پر حملہ آور ہوئے ۔ ایک سال پہلے وہ بدر کے مقام پر مسلمانوں کے ہاتھوں عبرتناک شکست سے دو چار ہو چکے تھے اس لئے اس دفعہ وہ ہر قسم کے سامانِ حرب و ضرب سے لیس ہو کر زبردست تیاری کے ساتھ آئے تھے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپؐ نے صحابۂ کرام سے مشورہ فرمایا ۔ بڑے بوڑھوں کی رائے تھی کہ شہر کے اندر رہ کر مدافعت کی جائے ۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبَیَ کی بھی یہی رائے تھی ۔ نوجوانوں کا خیال تھا کہ یہ کمزوری کی نشانی ہے اس لئے باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیئے ۔ ہم سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے ۔ آپؐ اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے گھر سے زرہ پہن کر نکلے اور ایک ہزار کا لشکر لیکر اُحد کی طرف روانہ ہو گئے راستہ میں منافقین نے دھوکہ دیا اور عبداللہ بن اُبَیَ یہ کہتے ہوئے کہ جب ہماری بات نہیں مانی تو ہم ساتھ کیوں دیں، اپنے تین سو ساتھیوں کو لشکر سے علیحدہ کر کے واپس لے گیا ۔ اس طرح مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو رہ گئی جن میں صرف دو سو زرہ پوش تھے ۔ منافقین کی یہ حرکت بد نیتی پر مبنی تھی ۔

اُحد کے مقام پر دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو جھنڈا دیا اور اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صفوں کو مرتب فرمایا ۔ پشت کی طرف اُحد کے ایک دَرَّہ سے دشمن کے حملہ کا احتمال تھا اس لئے آپؐ نے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ دَرَّہ پر متعین فرمادیا اور ان کو حکم دیا کہ فتح ہو جانے پر بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا ۔

اس غزوہ میں پہلے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی پھر تیر اندازوں کے دستہ کی ذرا سی بے احتیاطی اور جلد بازی سے قریش کے مقابلہ میں مسلمانوں کا زیادہ جانی نقصان ہوا تاہم

قریش کو کچھ حاصل نہ ہوا ۔ اسی غزوہ میں ایک پتھر لگنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہوا اور سر مبارک میں زخم آیا ۔ اسی غزوہ سے مسلمانوں کے لئے خطرات میں اضافہ ہوا کیونکہ اس سے مخالفین کی ہمتیں بڑھ گئیں اور انہوں نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے منظم جدوجہد شروع کر دی اور مسلمانوں کے لئے فتنوں اور سازشوں کا جال پھیلا دیا ۔

دو جماعتوں کا ہمت ہارنا

۱۲۲ ۔ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا لا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔

جب تم میں سے دو گروہوں نے ہمت ہار دینی چاہی تو اللہ تعالیٰ ان دونوں جماعتوں کا مدد گار تھا (اس لئے وہ سنبھل گئے) اور ایمان والوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے ۔

هَمَّتْ ۔ اس نے ارادہ کیا ۔ ہَمٌّ سے ماضی ۔

طَآئِفَتٰنِ دو گروہ ۔ دو جماعتیں ۔ دو فرقے ۔ یہ تثنیہ ہے اس کا واحد طَآئِفَۃٌ ہے ۔ یہاں دو جماعتوں سے بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے وہ افراد مراد ہیں جو غزوۂ اُحد کے موقع پر دل برداشتہ اور شکستہ خاطر ہو گئے تھے ۔

تَفْشَلَا وہ دونوں بزدلی کریں ۔ فَشَلٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ غزوۂ احد میں ہر قسم کے سامانِ حرب و ضرب سے لیس تین ہزار مشرکینِ مکہ کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف ایک ہزار تھی ۔ ان میں سے بھی تین سو منافق اپنے سردار عبداللہ بن اُبَیّ کے ہمراہ راستہ ہی سے واپس چلے گئے ۔ اس طرح مسلمانوں کی تعداد صرف سات سَو رہ گئی ۔ ان حالات کو دیکھ کر کمزور دل لوگوں کا فکر مند ہونا غیر معمولی بات نہ تھی ۔ لہذا بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے لوگ عبداللہ بن اُبَیّ کی حرکت دیکھ کر اپنے اندر کمزوری اور کم ہمتی محسوس کرنے لگے ۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کی اس طرح مدد فرمائی کہ ان کے دلوں میں حوصلہ مندی اور جُرات کے جذبات ابھار کر ان کے دلوں سے قلت و کثرت کا تصور ہی نکالدیا اور وہ اس خرابی سے بچ گئے ۔

اس کے بعد مسلمان اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس قوت سے آگے بڑھے کہ

کفار کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے ۔ پھر فرمایا کہ مسلمانوں کو بقدر استطاعت مادی وسائل جمع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے اور کثرتِ عدد اور ساز و سامان پر اعتماد و بھروسہ نہیں کرنا چاہئے ۔ بنو حارثہ اور بنو سلمہ کو جو کمزوری و کم ہمتی کا وسوسہ اور خیال پیدا ہوا تھا وہ بھی مادی کمزوری کی بنا پر تھا ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج بھی توکل تجویز فرمایا ۔ (معارف القرآن ۱۶۸ / ۲) ۔

غزوۂ بدر میں غیبی مدد

۱۲۳ ۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور بیشک اللہ تعالیٰ بدر (کی لڑائی) میں تمہاری مدد کر چکا ہے ۔ حالانکہ تم اس وقت بہت ہی کمزور تھے ۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار رہو ۔

تشریح ۔ اس آیت میں غزوۂ بدر کی طرف اشارہ ہے جس میں مسلمانوں نے کامل توکل کا مظاہرہ کیا تھا اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے بے سرو سامانی کے باوجود مسلمانوں کو فتح و کامرانی سے سرفراز فرمایا تھا ۔ اس روز کفار کو پہلی بار مسلمانوں کی قوت کا اندازہ ہوا ۔ اس جنگ نے دنیا کی تاریخ میں ایک عظیم انقلاب پیدا کیا ۔ اسی لئے قرآنِ کریم نے اس دن کو یوم الفرقان کہا ۔ یہ جنگ ۱۷ رمضان المبارک بروز جمعہ ہوئی تھی ۔ اس دن اسلام اور اہل اسلام کو عزت ملی ۔ شرک برباد ہوا ۔ حالانکہ اس روز مسلمان صرف ۳۱۳ تھے ۔ جن میں جوان بوڑھے اور ایسے نو عمر بھی شامل تھے جو اپنے قد اور عمر کے اعتبار سے جنگ کے قابل نہ تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ نو عمر لڑکے میدان جنگ میں نہ جائیں مگر ان کا ذوق و شوق دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دیدی ۔ مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے اور ۷۰ اونٹ تھے ۔ باقی سب لوگ پیدل تھے ۔ مسلمانوں کے پاس ہتھیار بھی نہ ہونے کے برابر تھے ۔

اس دن دشمن کی تعدا مسلمانوں سے تین گنی تھی اور وہ زرہ بکتر لگائے ہوئے تھے ۔ ان کے پاس ہتھیار بھی ضرورت سے زیادہ اور وافر تعداد میں تھے ۔ ان کے ساتھ عمدہ قسم کے گھوڑے بھی بڑی تعداد میں تھے ۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بے

سروسامانی کے عالم میں کافروں پر عزّت و غلبہ دیا اور ان کو سُرخرو کیا اور شیطان اور اس کے لشکروں کو ذلیل و خوار کیا ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی احسان یاد دلایا ہے کہ تعداد میں کمی اور ظاہری اسباب کی عدم موجودگی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تمہیں کافروں پر غلبہ دیا تاکہ تمہیں پتہ چل جائے کہ غلبہ ظاہری اسباب پر موقوف نہیں ۔ (معارف القرآن ۱۶۹ / ۲) ۔

فرشتوں کی مدد

۱۲۴ ، ۱۲۵ ۔ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۔ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۔

جب آپ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا خدا آسمان سے اتارے ہوئے تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے ہاں ! اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو اور دشمن تم پر ایک دم سے آ پہنچیں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا جو نشان کئے ہوئے (سدھائے ہوئے) گھوڑوں پر (سوار ہو کر) آئیں گے ۔

يَكْفِيَكُمْ ۔ وہ تمہارے لئے کافی ہوگا ۔ کِفَایَۃٌ سے مضارع ۔
يُمِدَّكُمْ وہ تمہاری مدد کرے گا ۔ اِمْدَادٌ سے مضارع ۔
فَوْرِهِمْ ۔ ان کا جوش ۔ ان کی عجلت ۔

تشریح ۔ ان آیات میں جنگ بدر کی طرف اشارہ ہے ۔ جب کافروں کی کثیر تعداد دیکھ کر مسلمان کچھ گھبرائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ جو تعداد تمہارے دشمن کی ہے ، تمہاری مدد کے لئے اس سے تین گنا تعداد میں فرشتوں کو بھیجدیا جائیگا ۔ یہاں پہلی آیت میں تین ہزار اور دوسری آیت میں پانچ ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ ہے ۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ بدر کے میدان میں مسلمانوں کو خبر ملی تھی کہ کرزبن جابر محاربی اپنے قبیلے کا لشکر لے کر مشرکین کی مدد کے لئے آ رہا ہے مسلمانوں کے مقابلہ میں دشمن کی تعداد پہلے ہی تین گنی تھی اس لئے مسلمان اس خبر سے کچھ پریشان ہوئے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی

کے لئے تین ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ فرمایا تاکہ معاملہ بر عکس ہو کر مسلمانوں کی تعداد دشمن سے تین گنی ہو جائے ۔

پھر اگلی آیت میں دو شرطوں کے ساتھ اس تعداد کو بڑھا کر پانچ ہزار کر دیا ۔ ایک شرط تو یہ کہ مسلمان صبر و تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر قائم رہیں ۔ دوسری یہ کہ دشمن کی فوج ان پر ایک دم ٹوٹ پڑے ۔ ان دونوں شرطوں میں سے دوسری شرط واقع نہیں ہوئی یعنی دشمن نے ایک دم حملہ نہیں کیا ۔ اس لئے پانچ ہزار کی تعداد کا وعدہ نہ رہا (معارف القرآن ۱۴۳ / ۲) ۔

غیبی امداد کا مقصد

۱۲۶ ، ۱۲۷ ۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ وَ لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۙ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝

اور یہ تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری خوشی اور تمہارے دلوں کے اطمینان کے لئے کیا ہے ورنہ (اصل) مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو زبردست (اور) حکمت والا ہے ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کافروں کی ایک جماعت کو کاٹ ڈالے یا ان کو ذلیل کرے پھر وہ ناکام لوٹ جائیں ۔

طَرَفًا ۔ ایک گروہ ۔ ایک ٹکڑا ۔ ایک حصہ ۔ جمع اَطْرَافٌ ۔
يَكْبِتَهُمْ ۔ وہ ان کو ذلیل کرے گا ۔ وہ ان کو بے عزت کرے گا ۔ كَبْتٌ سے مضارع ۔
خَآئِبِيْنَ ۔ ناکام ۔ نا امید ہونے والے ۔ خَيْبَةٌ سے اسم فاعل ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غزوۂ بدر میں تمام غیبی سامان اور فرشتوں کی مدد اس لئے پہنچائی گئی تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے خوف و تشویش دور ہو کر انہیں خوشی اور اطمینان و سکون حاصل ہو جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کی مدد ظاہری اسباب کی محتاج و پابند نہیں ۔ وہ چاہے تو اپنی زبردست قوت و قدرت سے کام لیکر فرشتوں کو مدد کے لئے اتارے بغیر ہی بلکہ لڑائی کی نوبت آئے بغیر بھی وہ تمہیں کافروں پر غلبہ دیکر ان کو

ذلیل و رسوا کر دے ۔ فرشتے جو امداد پہنچاتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مرضی ہی سے پہنچاتے ہیں اور فتح و کامرانی، سامانِ حرب کی فراوانی اور تعداد کی کثرت سے نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے ۔ کیونکہ انسانوں اور فرشتوں سب کے افعال، اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں ۔ وہ جس کی جس طرح چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے مدد کرتا ہے ۔ خواہ یہ مدد کسی کے ذریعہ ہو یا بلا ذریعہ ۔ وہ اگر کسی کی مدد کرتا ہے تو محض اپنی مہربانی سے کرتا ہے ورنہ کسی کی مدد کرنا اس پر لازم نہیں ۔ وہ زبردست غلبہ اور حکمت والا ہے ۔

پس اس نے اپنے فضل سے تمہاری مدد اس لئے فرمائی تاکہ کافروں کا ایک گروہ ہلاک اور جہنم رسید ہو اور دوسرا ذلیل و خوار ہو کر ناکام و نامراد اپنے شہر کو واپس جائے ۔ چنانچہ جنگ بدر میں ستر کافر مارے گئے اور ستر قید ہوئے اور باقی خائب و خاسر اپنے شہر کو واپس گئے ۔

اختیارِ کامل

۱۲۸ ، ۱۲۹ ۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

(اے نبی ! صلی اللہ علیہ وسلم) اس کام میں آپ کا اختیار کچھ نہیں ۔ چاہے اللہ تعالیٰ ان کو توبہ نصیب کرے یا ان کو عذاب دے، پس بیشک وہ ظلم کرنے والے ہیں ۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ۔ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے ۔ وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (بڑا) بخشنے والا مہربان ہے ۔

شانِ نزول ۔ حضرت انس؄ سے مروی ہے کہ اُحد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اگلا دانت اور چہرۂ انور زخمی ہو کر خون بہنے لگا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ایسی قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے پیغمبر سے یہ سلوک کیا۔ حالانکہ پیغمبر ان کو اللہ تعالیٰ کیطرف بلا رہا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری بحوالہ مسلم و احمد ۱۳۴، ۱۳۵ / ۲)۔

اس آیت کے شان نزول میں ایک اور واقعہ بھی آیا ہے جو امام احمدؒ اور بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے بیان کیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ اے اللہ! فلاں شخص پر لعنت کر۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! ابو سفیان پر لعنت کر۔ اے اللہ حارث بن ہشام پر لعنت کر۔ اے اللہ! سہیل بن عمرو پر لعنت کر۔ اے اللہ صفوان بن امیہ پر لعنت کر۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بعد میں ان سب کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ (مظہری ۱۳۵ / ۲)۔

تشریح ۔ اُحد کی لڑائی میں ستّر صحابۂ کرام شہید ہوئے تھے، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ بھی تھے۔ مشرکین نے نہایت وحشیانہ طریقہ سے ان کے جسم کی بے حرمتی کی تھی۔ اسی جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک شہید ہوا اور خود کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں گھس گئیں اور چہرۂ انور خون آلودہ ہو گیا۔ آپؐ نے مشرکین کے ان وحشیانہ مظالم کو دیکھ کر ان میں سے چند لوگوں کے حق میں بد دعا کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان لوگوں کے حق میں بد دعا کرنے سے منع فرمادیا۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ کے بعد وہ سب لوگ جن کے حق میں آپؐ بد دعا کرنے والے تھے ایمان لا کر اسلام کے جانباز سپاہی بن گئے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا و آخرت کے کامل امور اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ بندہ کو نہ تو کوئی اختیار ہے اور نہ اسے کسی چیز کا کامل علم۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے کہ وہ کافروں کو ان کے ظلم و ستم کے باوجود اگر چاہے تو ایمان کی توفیق دیکر بخشدے اور چاہے تو ان کو کفر کی سزا میں پکڑ لے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی صفاتِ غفّاری و رحیمی اس کی تمام صفات سے بڑھکر ہیں۔ اس لئے وہ کسی کو اس وقت تک سزا نہیں دینا چاہتا جب تک کہ کوئی بد عملی اور نا فرمانی میں حد سے نہ بڑھ جائے۔ پھر فرمایا کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کی ہے۔ سب اسی کے بندے اور غلام ہیں۔ وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس کی چاہے مغفرت فرمادے اور جو چاہے حکم کرے۔ اس سے کوئی پرسش نہیں کرسکتا۔

سود کی ممانعت

۱۳۰ ، ۱۳۱ ۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۚ

اے ایمان والو ! دوگنا چوگنا کر کے سود نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ ۔ اور اس آگ سے بھی ڈرتے رہو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے ۔

اَضْعَافاً ۔ دو گنا ۔ واحد ضِعف ۔
مُّضٰعَفَةً ۔ دوگنا کیا ہوا ۔ بڑھانا ۔ مصدر بھی ہے اور اسم مفعول بھی ۔
اَضْعَافاً مُّضٰعَفَةً ۔ دونے پر دونا ۔ چند در چند ۔ یہاں یہ مُراد نہیں ہے کہ تم چند در چند بڑھا کر سود نہ کھاؤ بلکہ تھوڑا لے لیا کرو یہاں بھی سود کی مطلق ممانعت ہے ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں غزوۂ احد اور غزوۂ بدر کا ذکر تھا ۔ اس آیت میں سود کی ممانعت ہے کیونکہ کفار سودی کاروبار کرتے اور اس سے جو نفع حاصل ہوتا اس کو لڑائیوں میں خرچ کرتے تھے ۔ چنانچہ انہوں نے اُحد کی لڑائی میں جو مال خرچ کیا تھا وہ وہی مال تھا جو بدر کے سال شام سے آنے والے تجارتی قافلے کو نفع کے طور پر حاصل ہوا تھا ۔ اس زمانے میں مسلمان یہودیوں سے اکثر سودی لین دین کرتے رہتے تھے ۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے یہودیوں سے تعلقات توڑنا بہت مشکل تھا ۔ یہودیوں نے عین اُحد کے دن مسلمانوں کو دھوکہ دیا ۔ اس لئے مسلمانوں کو سُودی لین دین سے منع کیا گیا ورنہ اس کی وجہ سے یہودیوں سے تعلقات قائم رہیں گے جو آگے چل کر نقصان کا سبب بنیں گے ۔

تشریح ۔ اہلِ جاہلیت مدت مقرر کر کے سُود پر قرضہ دیتے تھے ۔ اگر مقررہ مدت پر روپیہ وصول نہ ہوتا تو قرض خواہ سود کو اصل رقم میں شامل کر کے قرض کی مدت بڑھا دیتا تھا ۔ یہ مدت ختم ہونے پر اگر قرضدار اپنی مجبوری سے رقم ادا نہ کرسکتا تو سود خور پھر سود کو اصل رقم میں شامل کر کے اس پر سود لگا دیتا تھا ۔ اس طرح سود در سود مل ملا کر قرض پر دی ہوئی

رقم کئی گنا بڑھ جاتی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح لوگوں کے مال نا حق بر باد کرنے سے منع فرمایا ہے ۔ سود خوری سے قلب میں قساوت اور اطاعت و فرماں برداری کی طاقت میں کمزوری پیدا ہوتی ہے ۔ سود خور آرام پسند اور کاہل ہو جاتا ہے ، اس کے اندر جہاد اور ایثار و قربانی کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور بخل و کنجوسی جیسی کمینہ صفات پیدا ہو جاتی ہیں ۔ اس لئے مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا گیا ۔

اطاعت و فرمانبرداری

۱۳۲ ، ۱۳۳ ۔ وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۔

اور اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۔ اور اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض، آسمانوں اور زمین کے برابر ہے (اور وہ) پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے ۔

سَارِعُوْا ۔ تم جلدی کرو ۔ تم دوڑو ۔ مسارعۃ سے امر ۔
عَرْضُھَا ۔ اس کا عرض ۔ اس کی چوڑائی ۔ اس کی وسعت ۔
اُعِدَّتْ ۔ وہ تیار کی گئی ۔ اعداد سے ماضی مجہول ۔

تشریح ۔ یہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو لازم اور ضروری قرار دیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت محض زبانی کلامی نہیں ہوتی بلکہ اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرنے سے ہوتی ہے جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے اور جن سے وہ پہچانا جائے کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مطیع و فرماں بردار ہے ۔ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا وجود ، اس کی وحدانیت اس کی بندگی اور اس کی اطاعت کا اقرار کرنا ایمان کا ایک جزو ہے اسی طرح رسول کی تصدیق اور اس کی اطاعت، ایمان کا دوسرا جزو ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے ، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ

ایک کتاب بھیجی اور رسول کے ذمہ یہ کام لگائے ۔

۱) ۔ قرآن کریم کی آیات لوگوں کو ٹھیک اسی طرح پڑھکر سنانا جس طرح وہ نازل ہوئیں ۔

۲) ۔ لوگوں کو ظاہری اور باطنی گندگیوں سے پاک کرنا ۔

۳) ۔ لوگوں کو اس کتاب کے مضامین اور حکمت کی تعلیم دینا ۔

یہ مضمون قرآن کریم میں بعض الفاظ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ متعدد جگہ آیا ہے ۔ ایک جگہ ارشاد ہے ۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ (الجمعہ ۲) ۔

وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۔ (البقرۃ ۱۲۹) ۔

وہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے ۔ اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۔ اور ان کا تزکیہ کرتا ہے ۔

ظاہر ہے یہاں تعلیم کتاب سے مراد صرف یہی نہیں کہ لوگوں تک قرآن کریم پہنچا دیا جائے ۔ یا قرآنی الفاظ کے لغوی معنی انکو سمجھا دئے جائیں کیونکہ آپؐ کے مخاطب عرب کے فصحاء و بلغاء تھے جو الفاظ کے لغوی معانی بخوبی سمجھتے تھے ۔ بلکہ تعلیم کتاب کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم میں جو احکام مجمل یا مبہم الفاظ میں آئے ہیں ، ان کی وہ تشریح جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپؐ کے قلب اطہر میں ڈالی ہے ، لوگوں تک پہنچائی جائے ۔ مثلاً قرآن کریم نے متعدد جگہ نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے مگر نماز میں قیام ، رکوع ، سجود اور قعود وغیرہ کی تفصیلات و کیفیات کا ذکر نہیں ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان تمام اعمال و ارکان کی تفصیلات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کر کے بتائیں اور دکھائیں ۔ پھر آپؐ نے اسی طرح اپنے قول و عمل کے ذریعہ امت کو پہنچائیں ۔ اسی طرح زکوٰۃ کے مختلف نصاب اور ہر نصاب پر زکوٰۃ کی مقدار کا تعین اور یہ کہ کس مال پر زکوٰۃ ہے اور کس مال پر نہیں ۔ یہ تمام تفصیلات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں ۔

چونکہ یہ تمام تفصیلات قرآن کریم میں مذکور نہیں اس لئے اس بات کا احتمال تھا کہ

کسی نا واقف کو یہ دھوکہ ہو کہ یہ تفصیلی احکام اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے نہیں ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ان کی تعمیل ضروری نہیں ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کو لازم قرار دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تمہیں دیں اس کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت سمجھ کر مانو خواہ وہ قرآن کریم میں صراحۃً موجود ہو یا نہ ہو (معارف القرآن ۱۷۷، ۱۸۰ / ۲) ۔

اس کے بعد فرمایا کہ مغفرت اور جنت کی طرف تیزی سے بڑھو ۔ یہاں مغفرت سے مراد وہ تمام اعمالِ صالحہ ہیں جو مغفرت الٰہی کا سبب ہوتے ہیں ۔ اس آیت میں مغفرت کو جنت پر مقدم کرنے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مغفرتِ الٰہی کے بغیر جنت کا حصول ممکن نہیں کیونکہ انسان اگر تمام عمر بھی نیکیاں کرتا رہے اور گناہوں سے بچتا رہے تب بھی اس کے تمام اعمال جنّت کی قیمت نہیں ہو سکتے ۔ جنّت میں لیجانے والی صرف مغفرت الٰہی اور اس کا فضل ہی ہے ۔

اگرچہ ہمارے اعمال جنت کی قیمت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی عادت یہی ہے کہ وہ اپنے فضل سے اسی بندے کو نوازتا ہے جو اعمالِ صالحہ کرتا ہے ۔ اس لئے اعمالِ صالحہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے ۔

جنّت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اس کی وسعت اس قدر ہے کہ اس میں سارے آسمان و زمین سما سکتے ہیں ۔ ظاہر ہے جس کے عرض کا یہ حال ہے تو اس کا طول کس قدر ہوگا ۔ پس ایسی قیمتی اور عظیم الشّان چیز کے حصول میں مسابقت و مسارعت نہایت ضروری ہے ۔ (معارف القرآن ۱۸۱ ۔ ۱۸۳ / ۲) ۔

بغویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت انسؓ بن مالک سے دریافت کیا گیا کہ جنت آسمان میں ہے یا زمین میں ۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ کس زمین و آسمان میں جنت سما سکتی ہے دریافت کیا گیا کہ پھر کہاں ہے ۔ حضرت انسؓ نے فرمایا ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش کے نیچے ۔ حضرت عبداللہؓ کا قول ہے کہ جنّت سب سے اونچے ساتویں آسمان میں (یعنی ساتویں آسمان کے اوپر) ہے اور دوزخ سب سے نچلی ساتویں زمین میں (یعنی ساتویں زمین کے نیچے) ہے ۔ (مظہری ۱۳۸ / ۲) ۔

متّقیوں کی صفات

۱۳۴ ، ۱۳۵ ۔ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ط وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ص وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ قف وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ط

(وہ پرہیزگار لوگ) فراخی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو ضبط اور لوگوں سے در گزر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ اور یہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ کر گزرتے ہیں یا اپنے اوپر ظلم کر لیتے ہیں تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف کرے اور جو گناہ وہ کر بیٹھتے ہیں اس پر اصرار نہیں کرتے حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

اَلسَّرَّآءِ ۔ سرور۔ خوشی۔ نعمت۔ فراخی۔ سُرور سے اسم مصدر۔

اَلضَّرَّآءِ ۔ تکلیف۔ سختی۔ مصیبت۔

اَلْكٰظِمِيْنَ ۔ غصہ روکنے والے۔ اس کے معنی چھپانے کے ہیں۔ یعنی وہ لوگ اپنے غصہ کا اظہار بھی نہیں کرتے۔ کَظْم و کَظُوْم سے اسم فاعل۔

يُصِرُّوْا ۔ وہ اصرار کرتے ہیں۔ وہ ضد کرتے ہیں۔ اِصْرار سے مضارع۔

تشریح ۔ قرآن کریم نے جگہ جگہ نیک بندوں کی صحبت اور ان کی تعلیم سے فائدہ اٹھانے کی تاکید فرمائی ہے۔ کہیں صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فرما کر دین کی صحیح اور سیدھی راہ اپنے نیک بندوں سے سیکھنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ کہیں كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ فرما کر ان کی صحبت و معیت کی خاص افادیت کی تلقین فرمائی۔

دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اچھوں کے لباس میں بُرے بھی ان کی جگہ لے لیتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی رہنمائی کے لئے اپنے مقبول بندوں کی خاص علامات و صفات بیان کر دیں تاکہ غلط لوگوں سے بچا جاسکے اور سچے اور مقبول لوگوں کو پہچان کر ان کی اتباع کی جاسکے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا

مال خرچ کرنے کے ایسے عادی ہیں کہ خواہ ان پر تنگی ہو یا فراخی وہ ہر حال میں مقدور بھر خرچ کرتے رہتے ہیں ۔ اگر ان کے پاس زیادہ مال ہوتا ہے تو وہ اس میں سے زیادہ خرچ کرتے ہیں اور اگر کم مال ہوتا ہے تو کم خرچ کرتے ہیں ۔ پس غریب آدمی بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے فارغ نہ سمجھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو درجہ ہزار روپیہ میں سے ایک روپیہ اس کی راہ میں خرچ کرنے والے کا ہے وہی درجہ ہزار پیسہ میں سے ایک پیسہ اس کی راہ میں خرچ کرنے والے کا ہے ۔ اس لئے غریب آدمی کو بھی اس سعادت سے محروم نہیں رہنا چاہیے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اگر چہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ میں دیکر ہو اور سائل کو خالی واپس نہ کرو اور کچھ نہ ہو تو بکری کا ایک کھر ہی دیدو ۔ (معارف القرآن ۱۸۵ ۔ ۱۸۶ / ۲) ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخاوت جنّت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں ۔ جو شخص ان ٹہنیوں میں سے کسی ٹہنی کو پکڑ لے گا وہ ٹہنی اس کو جنّت کی طرف کھینچ کر لیجائے گی ۔ اور کنجوسی دوزخ کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں ۔ جو شخص ان شاخوں میں سے کسی شاخ کو پکڑ لے گا تو وہ شاخ اس کو کھینچ کر دوزخ کی طرف لیجائیگی ۔ (مظہری ۱۳۸ / ۲) ۔

قرآن کریم نے یہاں یُنْفِقُوْنَ کا عام معنوں میں استعمال کیا ہے کہ وہ لوگ تنگی اور فراخی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور یہ متعین نہیں کیا کہ وہ کیا خرچ کرتے ہیں ۔ اس لئے اس عمومی حکم سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں صرف مال و دولت ہی نہیں بلکہ خرچ کرنے کی ہر چیز داخل ہے ۔ مثلاً جو شخص اپنا وقت اور اپنی محنت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے وہ بھی اِنْفاق فِیْ سَبِیْلِ اللہ ہی ہے ۔

پھر فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو کسی ایسے شخص سے سابقہ پڑے جو ان کو اذیت اور تکلیف پہنچائے تو وہ نہ تو غصہ میں مشتعل اور مغلوب ہوتے ہیں اور نہ انتقام لیتے ہیں بلکہ وہ دل سے معاف کر دیتے ہیں اور تکلیف دینے والے کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے ہیں (معارف القرآن ۱۸۸ / ۲) ۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی ہوگی کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق ہے وہ کھڑا

ہو جائے ۔ تو اس وقت وہ لوگ کھڑے ہوں گے جنہوں نے لوگوں کے ظلم و جور کو دنیا میں معاف کیا ہوگا ۔

ابن ابی حاتمؒ کی ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابن آدم اگر تو غصے کے وقت مجھے یاد رکھے گا (میرا حکم مان کر غصہ پی جائے گا) تو میں بھی اپنے غصہ کے وقت تجھے یاد رکھوں گا (ہلاکت کے وقت تجھے ہلاکت سے بچالوں گا) (ابن کثیر ۴۰۴ / ۱) ۔

مسند احمدؒ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی تنگدست کو مہلت دے یا اپنا قرضہ اسے معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنّم سے آزاد کر دیتا ہے ۔ لوگو ! سنو ! جنّت کے اعمال سخت اور مشکل ہیں اور جہنّم کے کام آسان اور سہل ہیں ۔ نیک بخت وہی ہے جو فتنوں سے بچ جائے ۔ اللہ تعالیٰ کو کسی گھونٹ کا پینا ایسا پسند نہیں جتنا غُصّہ کے گھونٹ کا پی جانا ۔ ایسے شخص کے دل میں ایمان رچ جاتا ہے (ابن کثیر ۴۰۶ / ۱) ۔

پھر فرمایا کہ یہ لوگ اگر کوئی گناہ کر لیتے ہیں تو توبہ کئے بغیر اس پر اصرار نہیں کرتے بلکہ فوراً اللہ تعالیٰ کا ذکر اور استغفار کرنے لگتے ہیں ۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو یاد کرتے ہیں اور ان کو یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے اس گناہ کے بارے میں پوچھے گا ۔ لہذا وہ پشیمان ہو کر توبہ و استغفار کرتے ہیں اگر ان سے بار بار گناہ سرزد ہوتے ہیں تو وہ بار بار توبہ کرتے ہیں کیونکہ گناہوں کا بخشنا تو اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے ۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے ۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (نساء ۱۱۰)

جو شخص کوئی بُرا کام کرے یا گناہ کرکے اپنی جان پر ظلم کرے ، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے تو وہ دیکھ لے گا کہ اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنے والا مہربان ہے ۔

مسند احمدؒ میں حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس نے کہا اے اللہ ! مجھے تیری عزّت کی قسم میں بنی آدم کو اس وقت تک بہکاتا رہوں گا جب تک ان کے جسموں میں روح باقی رہے گی ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے بھی میرے جلال اور میری عزّت کی قسم جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں بھی انہیں بخشتا ہی رہوں گا ۔ (ابن کثیر ۴۰۷ / ۱) ۔

پرہیزگاری کا اجر

۱۳۶۔ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ؁

یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے خدا کی طرف سے بخشش اور ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ لوگ ان (باغوں) میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

تشریح۔ گزشتہ آیتوں میں متقیوں کی مندرجہ ذیل چھ صفات بیان کی گئی ہیں۔

۱) خوشی اور غمی ہر حال میں وہ اپنا مال اور قوت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یہاں تک کہ تنگدستی میں بھی وہ اپنا ہاتھ نہیں روکتے۔

۲)۔ وہ غصے کو ضبط کرتے ہیں اور غصے سے مغلوب ہو کر نازیبا حرکات نہیں کرتے۔

۳)۔ وہ خطا کاروں کو معاف کر دیتے ہیں۔

۴) ۔وہ تکلیف دینے والوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے ہیں۔

۵)۔ اگر وہ کوئی برائی کر بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اس سے بخشش طلب کرتے ہیں۔

۶) ۔ اپنی غلطی پر اصرار نہیں کرتے بلکہ غلطی کا احساس ہوتے ہی اس کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

ان صفات سے لوگوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے اسی لئے ان صفات کے حامل متقی کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بڑے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ آخرت میں وہ ان کی مغفرت فرمائے گا اور ان کو ایسے باغات عطا فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں۔ پس نیک لوگوں کے لئے ان کے رب کی طرف سے کیسا اچھا بدلہ ہے۔

مقامِ عبرت

۱۳۷ ، ۱۳۸۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِکُمْ سُنَنٌ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ ؁ ھٰذَا

بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔

تم سے پہلے بہت سے واقعات گزر چکے ہیں سو تم روئے زمین پر چل پھر کر تو دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ۔ یہ لوگوں کے لئے تو (واقعات کا) بیان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے ۔

خَلَتْ ۔ وہ گزر گئی ۔ خُلُوٌّ سے ماضی ۔

سُنَنٌ ۔ طریقے ۔ دستور ۔ یہ سُنَّۃٌ کی جمع ہے ۔ اچھائی یا برائی کے اس راستے کو سنت کہتے ہیں جسکی پیروی کی جائے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اچھا طریقہ نکالا اس کو خود اس طریقہ پر چلنے کا بھی ثواب ملے گا اور ان لوگوں کا بھی جو اس طریقہ کے موافق عمل کریں گے مگر ان (عمل کرنے والوں) کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی ۔ (مظہری ۲/۱۴۳) ۔

تشریح ۔ ان آیات میں دنیا اور اہل دنیا کی بے ثباتی کا بیان ہے کہ تم سے پہلے دنیا میں کیسی کیسی قومیں گزر چکی ہیں اور کیا کیا حالات و واقعات پیش آ چکے ہیں ۔ گزشتہ اُمتوں میں سے جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق و فرماں برداری سے منہ موڑا اور ان کی دشمنی و تکذیب پر کمر بستہ رہے ، بد کاریاں اور زیادتیاں کرتے رہے ، وہ خائب و خاسر ہو کر نیست و نابود ہوئے ۔ جن لوگوں نے حق کی تائید کی ، انبیاء علیہم السلام کی اتباع و فرماں برداری میں لگے رہے ، حق کی بالادستی کے لئے کافروں سے لڑتے رہے انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوئیں ۔ اگر کسی کو اس بارے میں کچھ شک و شبہ ہے تو روئے زمین پر چل پھر کر سرکشوں اور منکرینِ حق کی تباہی کے آثار دیکھ لے جو آج بھی ہر طرف بکھرے ہوئے ہیں ۔ یہ واقعات پرہیزگاروں کے لئے باعث عبرت و نصیحت ہیں ۔

گردشِ ایام

۱۳۹ ، ۱۴۰ ۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ

قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ

اور (اس شکست سے) تم ہمت نہ ہارو اور نہ غم کرو ۔ اگر تم سچے مسلمان ہو تو تم ہی غالب رہو گے ۔ اگر تمہیں کوئی زخم پہنچ گیا ہے تو اس قوم کو بھی ویسا ہی زخم پہنچ چکا ہے اور یہ حادثات زمانہ ہیں جو لوگوں کے درمیان ہوتے رہتے ہیں ۔

تَهِنُوْا ۔ تم ہمت ہارو ۔ تم کمزور پڑ جاؤ ۔ تم سست ہو جاؤ ۔ وَھْنٌ سے مضارع ۔

قَرْحٌ ۔ زخمی ہونا ۔ مصدر بھی ہے اسم بھی ۔ جمع قُرُوْحٌ ۔ قُرْحٌ (پیش کے ساتھ) اس زخم کو کہتے ہیں جس کا سبب اندرونِ جسم ہو اور قَرْحٌ (زبر کے ساتھ) اس زخم کو کہتے ہیں جس کا سبب بیرونِ جسم ہو ۔ لہذا پھوڑے پھنسی کی وجہ سے جو زخم ہو جائے اس کو قُرْحٌ (پیش کے ساتھ) کہتے ہیں اور تلوار کے زخم کو قَرْحٌ (زبر کے ساتھ) کہتے ہیں (المفردات صفحہ ۴۰۰) ۔

نُدَاوِلُهَا ۔ ہم اس کو باری باری پھیرتے ہیں ۔ ہم اس کو ادل بدل کرتے ہیں ۔ مُدَاوَلَةٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ یہ آیتیں بھی واقعۂ اُحد کے ضمن میں نازل ہوئیں ۔ جب مسلمان زخموں سے چور تھے ، بہت سے بہادروں اور جو انمردوں کی لاشیں ان کے سامنے تھیں ، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہو گئے تھے اور منافق ان پر ہنستے تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تسلی اور اطمینان کے لئے فرمایا کہ اگر اس معرکہ میں تمہیں کچھ زخم پہنچ گیا ہے تو اس پر افسردہ اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں ۔ اس سے پہلے جنگ بدر میں تم بھی دشمن کو ایسا ہی زخم اور رنج و غم دے چکے ہو مگر انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور تم سے دوبارہ لڑنے کے لئے آگئے ۔

دنیا میں ہمیشہ ایک جیسے دن نہیں رہتے ، رنج و راحت اور غمی و خوشی آتے جاتے اور فتح و شکست ہوتی رہتی ہے اور ہم لوگوں کے لئے زمانے کو اسی طرح الٹتے پلٹتے رہتے ہیں ۔ لہذا گزشتہ لغزشوں اور کوتاہیوں پر رنج و غم کر کے اپنا وقت و توانائی ضائع کرنے کی بجائے مستقبل کو درست کرنے کی فکر کرنی چاہیئے ۔ مستقبل کی کامیابی ایمان و اِیقان اور اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مُضمر ہے ۔ اگر تم اس پر قائم رہے تو تم ہی غالب رہو گے ۔ چنانچہ بعد کے زمانے نے اس پیش گوئی کو سچ ثابت کر دیا اور صحابۂ کرام نے اپنی

قوتِ ایمانی کی بدولت مشرق سے مغرب تک بڑے بڑے ملک فتح کئے ۔ (حقانی ۹۴/ ۲ ، مظہری ۳۴ / ۲) ۔

واقعۂ اُحد کی حکمتیں

۱۴۰ ، ۱۴۱ ۔ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَآءَ ۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۔ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۔

اور (یہ زخم اس لئے پہنچا) تاکہ اللہ تعالیٰ (خالص) ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے بعض کو شہید بنائے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ۔ اور (یہ اس لئے بھی کیا) تاکہ اللہ ایمان والوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹا دے ۔

لِيُمَحِّصَ ۔ تاکہ وہ خالص کرے ۔ تاکہ وہ صاف کرے ۔ تَمْحِیْصٌ سے مضارع ۔
يَمْحَقَ ۔ وہ مٹاتا ہے ۔ وہ ہلاک کرتا ہے ۔ وہ گھٹاتا ہے ۔ مَحْقٌ سے مضارع ۔

شانِ نزول ۔ ابن ابی حاتم نے عکرمہ کی روایت سے بیان کیا کہ (اُحد کے دن) جب دیر تک عورتوں کو جنگ کی خبر نہ ملی تو وہ جنگ کا حال معلوم کرنے کے لئے نکلیں ۔ پھر ان کو دو شخص اونٹ پر سوار آتے ہوئے دکھائی دئے ۔ ایک عورت نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے ۔ ان سواروں نے کہا کہ زندہ ہیں ۔ اس عورت نے جواب دیا اب مجھے پرواہ نہیں کہ اللہ اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو شہید بنا دے ۔ پس اسی عورت کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۱۳۶/ ۲ ، جلالین ۱۸۵) ۔

تشریح ۔ جنگ اُحد میں مشرکین کی عارضی کامیابی کا سبب ، ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں بلکہ اس میں کچھ حکمتیں ہیں ۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ حقیقت میں کافروں کی مدد نہیں کرتا مگر کبھی کبھی ان کو عارضی طور پر غلبہ دے دیتا ہے جو ان کے لئے تو ڈھیل اور مومنوں کے لئے آزمائش ہوتا ہے ۔

دوسرے یہ کہ مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ عالمِ آخرت اور شہادت کے مُشتاق تھے ۔ اس لئے ان کو درجۂ شہادت دینا مقصود تھا ۔ تیسرے یہ کہ جو خالص مسلمان ہیں انکو

اس معرکہ میں گناہوں سے پاک و صاف کرنا اور کفار کو مٹانا مقصود تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہی رہا ہے کہ ایسے معرکوں کے بعد جو کافر اصلاح کے قابل ہوتے ہیں وہ ایمان لا کر مومنوں کی جماعت میں داخل ہوجاتے ہیں اور باقی لوگوں پر ان کے تکبر اور سرکشی کی وجہ سے ایسی مار پڑتی ہے کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا ۔ (حقانی ۹۳/ ۲ ، مظہری ۱۳۵ ، ۱۳۶ / ۲)۔

حصولِ جنّت کا معیار

۱۴۲ ۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ؀

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم (یونہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تک تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو آزمایا ہی نہیں ۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنّت کے اعلیٰ مقامات اور درجات عطا فرمانا چاہتا ہے اور یہ درجات صرف انہی لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر طرح کی سختیاں جھیلتے ہیں اور مالی اور جانی قربانیاں پیش کرتے ہیں ۔ بلا امتحان کوئی جنّت میں نہ جائے گا سب کو جہاد اور صبر و مشقت کی کسوٹی پر کسا جائے گا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ تم میں سے کون اس کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے ثابت قدم رہتا ہے اور کون مصائب اور سختیوں پر صبر و استقلال کا مظاہرہ کرتا ہے ۔ (حقانی ۹۳/ ۲) ۔

موت کی تمنّا

۱۴۳ ۔ وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ص فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ؀

اور تم تو اس (جنگ) کا سامنا کرنے سے پہلے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) مرنے کی آرزو کیا کرتے تھے ۔ سو اب تو تم نے اس کو آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا (تو اب شہادت سے کیوں جی چراتے ہو) ۔

شانِ نزول ۔ ابن ابی حاتم نے عوفی کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ کچھ صحابہ کہا کرتے تھے کہ کاش ہم بھی اہلِ بدر کی طرح دشمن کو مارتے یا یہ کہتے کہ کاش بدر کے دن کی طرح کسی دن ہمیں بھی مشرکوں سے لڑنے کا موقع ملتا اور اس روز ہمارا اچھا امتحان ہوتا یا ہم شہادت پاکر جنت میں شہیدوں کی زندگی اور رزق کے طالب ہوتے ۔ مگر (آزمائش کے وقت) ان لوگوں کے سوا جنکو اللہ تعالیٰ نے چاہا کوئی بھی (میدان جنگ میں) نہ ٹھہر سکا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (۱۳۶/ ۲، جلالین ۱۸۶) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ لڑائی کی شدت کو دیکھنے سے پہلے تو تم بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرنے یا لڑائی کی تمنا کیا کرتے تھے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنا صبر، اپنی مضبوطی اور استقامت دکھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت پاؤ ۔ پھر جب تم نے لڑائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور تمہارے بھائی بند تمہارے سامنے مارے گئے تو تم بزدلی دکھاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے ۔

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دشمن سے ملاقات کی آرزو نہ کرو، اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو اور جب جنگ کا سامنا ہو جائے تو پھر لوہے کی لاٹ کی طرح جم جاؤ اور صبر کے ساتھ ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے ۔ (مظہری ۱۳۶ / ۲، ابن کثیر ۴۰۹/ ۱) ۔

شکر گزاری کی جزا

۱۴۴ ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ٥

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رسول ہی تو ہیں ۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں ۔ پھر اگر ان کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو کوئی اُلٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کا ہر گز کچھ نہ بگاڑے گا ۔ اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو جزا

دے گا۔

مُحَمَّدٌ ۔ تعریف کیا ہوا۔ آپ سے پہلے اس نام سے کوئی موسوم نہیں ہوا۔ یہ باب تفعیل سے اسم مفعول ہے۔ محمدّ کا مادہ حمد ہے اور مصدر تحمید ہے۔ قاموس میں حمد کے معنی ہیں شکر۔ رضا۔ ادائے حق اور تحمید کے معنی ہیں پیہم حمد کرنا۔ کیونکہ باب تفعیل کی خاصیت مبالغہ اور تکرار ہے۔ لہذا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معنی ہوئے وہ شخص جس کی پیہم حمد کی جائے۔

امام راغب اصفہانی نے اپنی مفردات میں لکھا ہے کہ محمد وہ شخص ہے جس کے اندر بکثرت خصائل حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ ہوں۔ (المفردات ۱۳۱)۔

بغوی نے لکھا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ شخص ہے جو تمام محامد کا جامع ہو کیونکہ حمد کا مستحق صرف وہی شخص ہوتا ہے جو کامل الصفات ہو۔ اور تحمید کا درجہ حمد سے زیادہ ہے۔

وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ

فَذُوا الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّ هٰذَا مُحَمَّدٌ

اور اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے پس عرش کا مالک تو محمود ہے اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ (مظہری ، ۱۴۰/ ۲)

اِنْقَلَبْتُمْ ۔ تم لوٹ گئے، تم پھر گئے، اِنقلابٌ سے ماضی۔

اَعْقَابِكُمْ ۔ تمہاری ایڑیاں۔ واحد عَقِبٌ۔

شانِ نزول ۔ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں متعدد آیتیں ہیں۔ ابن المنذر نے حضرت عمرؓ کی روایت سے بیان کیا کہ اُحد کے دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر پراگندہ ہو گئے۔ میں پہاڑ پر چڑھ گیا اور ایک یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید ہو گئے۔ میں نے کہا کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو میں اس کی گردن مار دوں گا۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگ واپس آ رہے ہیں (مظہری ، ۱۴۰/ ۲ ، جلالین ، ۱۸۰)۔

بیہقی نے دلائل میں ابن ابی نجیح کی روایت سے لکھا ہے کہ جنگ اُحد میں ایک

مہاجر کسی انصاری کے پاس سے گزرا اور دیکھا کہ وہ زمین پر گرا ہوا خون میں لت پت تڑپ رہا تھا ۔ مہاجر نے انصاری سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دئے گئے ۔ اس نے جواب دیا کہ اگر یہ صحیح ہے تو وہ تو پیغام خداوندی پہنچا گئے ۔ اب تم سب بھی ان کے دین پر قربان ہو جاؤ ۔ اس پر یہ آیت اتری ۔ (ابن کثیر ۴۰۹/ ۱ ، جلالین ۱۸۹ ۔

ابن ابی حاتم نے ربیع کی روایت سے بیان کیا کہ اُحد کے دن جب مسلمانوں پر زخمی ہونیکی جو مصیبت پڑنی تھی وہ پڑ چکی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کو پکارا ۔ لوگوں نے کہا کہ وہ تو شہید ہو گئے ۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ اگر وہ نبی ہوتے تو شہید نہ ہوتے ۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ جس چیز کے لئے تمہارے نبی نے قتال کیا تم بھی اس کے لئے اس وقت تک لڑو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دیدے یا تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملو ۔ (مظہری ۱۴۷ ، جلالین ۱۸۸) ۔

تشریح ۔ گزشتہ انبیاء کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک رسول ہیں ، خدا نہیں کہ ان پر موت اور فنا کا آنا محال ہو۔جس طرح دوسرے انبیاء اپنے اپنے زمانے میں رسالت کے فرائض انجام دیکر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی رسالت کے فرائض انجام دیکر اپنے خالق سے جا ملیں گے ۔ جس طرح سابقہ انبیاء کی وفات کے بعد ان کا دین ختم نہیں ہوا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کا دین بھی قائم رہے گا ۔ لہذا تمہیں اسلام سے منہ موڑ کر مرتد نہیں ہونا چاہئے ۔ اور اگر کوئی دین اسلام سے پھر ہی جائیگا تو وہ اللہ تعالیٰ کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا بلکہ وہ اپنا ہی نقصان کرے گا ۔ اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد اسلام پر قائم رہ کر نعمت اسلام کا شکر گزار رہے گا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت و حفاظت کے لئے جہاد کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جزائے خیر دے گا ۔ (مظہری ۱۴۸/ ۲) ۔

موت کا معیّن وقت

۱۴۵ ۔ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۔ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَنْ يُّرِدْ

ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۔ وَ سَنَجْزِی الشّٰکِرِیْنَ ۔

اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی شخص کو موت نہیں آسکتی (ہر ایک کی موت کا) مقررہ وقت لکھا ہوا ہے ۔ اور جو کوئی دنیا کا بدلہ چاہتا ہے تو ہم اس کو (دنیا ہی میں) کچھ دے دیتے ہیں اور جو کوئی آخرت کا بدلہ چاہتا ہے ، تو ہم اس کو اس میں سے دیں گے اور ہم بہت جلد شکر گزاروں کو (ان کے حسن عمل کا) بدلہ دیں گے ۔

کِتٰباً ۔ لکھا ہوا ۔ فرض ۔ آسمانی صحیفہ ۔
مُؤَجَّلاً ۔ مقرر کیا ہوا ۔ وعدہ کیا ہوا ۔ تَاْجِیْل سے اسم مفعول ۔
نُؤْتِهٖ ۔ ہم اس کو عطا کریں گے ۔ ہم اس کو دیں گے ۔ اِیْتَاءٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب اور جنگ کی جرات دلائی گئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر انسان کی موت کا وقت مقرر ہے ۔ اس مقررہ وقت سے پہلے کسی کو موت نہیں آسکتی خواہ وہ ساری عمر ہلاکت کے مقامات اور جنگ کے میدانوں میں پھرتا رہے اور نہ کوئی اس مقررہ وقت کے بعد زندہ رہ سکتا ہے دوسری جگہ ارشاد ہے ۔

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ ۔ (فاطر ۱۱) ۔

نہ کسی کو عمر دی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے مگر سب کتاب اللہ میں موجود ہے ۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلاً (انعام ۲) ۔

وہی تو ہے (خدا) جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر (ہر ایک کا) وقت مقرر کیا ۔

لہٰذا نہ تو جہاد سے کسی کی عمر میں کمی آتی ہے اور نہ اس سے منہ موڑنے پر کسی کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے ۔ موت تو اپنے مقرر وقت پر آکر رہے گی خواہ تم جہاد میں خوب شجاعت و بہادری دکھاؤ یا اس سے منہ موڑ کر بزدلی دکھاؤ ۔ پس نہ تو جہاد و قتال میں کوئی کمزوری اور پستی آنی چاہئے اور نہ کسی بڑے یا چھوٹے کی موت کی خبر سنکر مایوس اور سراسیمہ ہونیکی ضرورت ہے ۔

اس کے بعد فرمایا کہ جس کا عمل دنیا کے لئے ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے

مطابق جو کچھ اس کے مقدر میں ہوتا ہے وہ اس کو دنیا میں دے دیتا ہے مگر آخرت میں وہ خالی ہاتھ رہتا ہے اور جس نے آخرت طلب کی تو اس کو آخرت تو ملتی ہی ہے مگر وہ دنیا میں بھی اپنے مقدر کے مطابق پالیتا ہے ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْلَهُ فِى حَرْثِهِ ۔ وَ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَ مَالَهُ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ (الشوریٰ ۲۰)

جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اس کو دنیا میں دیتے ہیں مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۔ (الاسرآء ۱۸ ، ۱۹) ۔

جو شخص صرف دنیا کا طالب ہو تو ہم ان میں سے جسے چاہیں ، جس قدر چاہیں دنیا دیتے ہیں ۔ پھر وہ جہنمی بن جاتا ہے اور ذلت و رسوائی کے ساتھ اس میں چلا جاتا ہے ۔ اور جو آخرت کا طالب ہو اور وہ اس میں کوشش بھی کرتا ہو اور وہ مومن بھی ہو تو ان کی کوشش اللہ تعالیٰ کے ہاں مشکور ہے ۔ (ابن کثیر ۳۱۰/ ۱) ۔

حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کی نیت طلب آخرت کی ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں دنیا کی طرف سے بے نیازی پیدا کر دیتا ہے اور اس کی پریشانی کو جمع کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے اور جس کی نیت طلب دنیا کی ہو تو اللہ تعالیٰ محتاجی اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا اور اس کی جمعیت (خاطر) کو پراگندہ بنا دیتا ہے اور دنیا میں اس کو اتنا ہی ملتا ہے جو

اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھدیا ہے ۔ (مظہری ۱۵۲/ ۲) ۔

صبر و استقامت

۱۴۶ ۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۚ

اور بہت سے نبی ہو چکے ہیں جن کے ساتھ مل کر (اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہت سے اللہ والے لڑے ہیں ۔ پھر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ان کو جو کچھ تکلیف پہنچی اس سے نہ تو وہ سست ہوئے اور نہ انہوں نے ہمت ہاری اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے (ثابت قدم رہنے) والوں سے محبت رکھتا ہے ۔

رِبِّيُّوْنَ ۔ اللہ والے ۔ خدا کے طالب ۔ ابرار ۔ متقی ۔ بہت سی جماعتیں ۔ حضرت ابن عباسؓ ، مجاہدؒ اور قتادہؒ نے اس کا ترجمہ کثیر جتھے کیا ہے ۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اس کا ترجمہ ہزار ہا کیا ہے (مظہری ۱۵۲ / ۲) ۔

وَهَنُوْا ۔ ضعیف ہونا ۔ کمزور ہونا ۔ پست ہمت ہونا ۔ وَهْنٌ سے ماضی ۔

اسْتَكَانُوْا ۔ وہ مطیع ہوئے ۔ وہ عاجز ہوئے ۔ وہ دب گئے ۔ اِسْتِكَانَةٌ سے ماضی ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم ، پیغمبر کی اطاعت اور دشمن سے جہاد کرنے پر جمے رہے ۔ (مظہری ۱۵۲/ ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدینِ اُحد کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اس سے پہلے بھی بہت سے نبی جیسے حضرت موسیٰؑ اور حضرت یوشعؑ بن نون وغیرہ اپنی جماعتوں کو ساتھ لیکر دشمنانِ دین سے جہاد و قتال کر چکے ہیں اور تمہاری طرح انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں مصائب و تکالیف پہنچیں ، وہ خود زخمی ہوئے ، ان کے ساتھی مارے گئے ، انہوں نے گرمی ، بھوک اور پیاس برداشت کی اور پیدل سفر کئے مگر پھر بھی نہ تو انہوں نے ہمت ہاری ، نہ جہاد کے وقت کمزوی و سستی دکھائی اور نہ دشمن کی شوکت سے ان کے حوصلے پست ہوئے بلکہ وہ صبر و استقلال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم ، پیغمبر کی اطاعت اور دشمن سے

جہاد کرنے پر جمے رہے ۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی صابروں سے محبت ہے ۔ تم تو خیر الامم ہو اس لئے تمہیں تو ان سے بڑھ کر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور مخلوق کی طرف جھکنے کی بجائے اپنے خالق و مالک سے لو لگائے رہنا چاہئے اور اسی سے فتح و نصرت کی دعا کرتے رہنا چاہئے ۔ (حقانی ۹۷/ ۲ ، ابن کثیر ۴۱۰/ ۱) ۔

ثابت قدمی کی دعاء

۴۷ ، ۴۸ ۔ وَمَاكَانَ قَوْلَهُمْ اِلآَّ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔ فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۔

اور وہ یہی کہا کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ اور ہم سے اپنے کام میں جو کچھ زیادتی ہو گئی ہے اس کو معاف فرمادے اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافروں کی قوم پر فتح عطا فرما ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کا بدلہ بھی دیا اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیا اور اللہ تعالیٰ نیک بندوں سے محبت کرتا ہے ۔

اِسْرَافَنَا ۔ ہمارا اسراف ۔ ہمارا حد سے نکل جانا ۔ ہماری زیادتی ۔
ثَبِّتْ ۔ تو ثابت رکھ ۔ تو قائم رکھ ۔ تَثْبِيْتٌ سے امر ۔
ثَوَابَ ۔ ثواب ۔ اجر ۔ انعام ۔ نیکی کا بدلہ ۔ لغوی اعتبار سے اس کا استعمال اچھے اور بُرے اعمال کی جزا کے لئے ہوتا ہے مگر عرف عام میں اس سے جزائے خیر مراد لی جاتی ہے ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں اس امت کو بتایا گیا ہے کہ جس طرح آزمائشوں اور مصائب پر صبر کرنے والے نہایت انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ جو کچھ گناہ ان سے سرزد ہو گئے ہیں اور دین کی خدمت میں ان سے جو کوتاہیاں ہو گئی ہیں ان کو معاف کر دے اور آئندہ کافروں کے مقابلہ میں ثابت قدمی عطا فرما کر فتح و کامرانی سے ہمکنار کر دے ، تم بھی اسی طرح مصائب برداشت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت طلب کرو ۔ کسی کو اپنے نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں بڑی سے بڑی جدوجہد پر بھی ناز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس کے نیک اعمال بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل کا نتیجہ ہیں ۔ لہذا اسے ہر وقت اور

ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور نیکی پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے ۔ (معارف القرآن ۲۰۱ / ۲) ۔

پھر اللہ والوں کو دنیاو آخرت دونوں میں اچھا بدلہ دینے کا ذکر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی عمدہ بدلہ دیا یعنی فتح و نصرت ، مال غنیمت ، ملک اور نیک نامی وغیرہ اور آخرت میں بھی ان کو اچھا بدلہ دے گا یعنی جنت ، مرتبہ قرب اور اپنی خوشنودی وغیرہ ، جو کچھ ان کو آخرت میں ملے گا دنیا میں اس کا تصور بھی محال ہے کیونکہ جنت کی نعمتوں کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے ، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال تک گزرا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جنت کی نعمتیں فانی نہیں باقی رہنے والی ہیں ۔ (حقانی ۹۰، / ۲) ۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل احسان کو محبوب رکھتا ہے اور احسان کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے عبادت کرنا یعنی عبادت کے وقت ہر طرح کی غفلت دور کر کے دل کو حاضر رکھنا ۔ لہذا احسان کا تقاضا ہے کہ یہ یقین رکھا جائے کہ رنج و راحت اور دکھ سکھ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کریم و رحیم ہے اس لئے جب تک انسان اپنی اطاعت میں کوئی کمی نہ کرے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت نہیں بدلی جاتی ۔ جب بندے کی طرف سے اطاعت میں کمی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمت بدل دیتا ہے اور اس کی جگہ کچھ تکلیف بھیجدیتا ہے تاکہ انسان کی غفلت دور ہو اور وہ معافی طلب کرنے لگے اور دنیاوی سزا بھگت کر پاک و صاف ہو جائے ۔ (مظہری ۱۵۳/ ۲) ۔

کافروں سے کنارہ کشی کی تلقین

۱۴۹ ، ۱۵۰ ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَرُدُّوْکُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ۔ بَلِ اللّٰہُ مَوْلٰکُمْ ۔ وَھُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ۔

اے ایمان والو ! اگر تم کافروں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں لوٹا کر لیجائیں گے (وہ تمہیں دین سے برگشتہ کر دیں گے) پھر تم نقصان میں جا پڑو گے ۔ بلکہ تمہارا دوست تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے ۔

یَرُدُّوْکُمْ ۔ وہ تمہیں لوٹا دیں گے ۔ وہ تمہیں برگشتہ کردیں گے ۔ رَدٌّ سے مضارع ۔
اَعْقَابِکُمْ ۔ تمہاری ایڑیاں ۔ واحد عَقِبٌ ۔
فَتَنْقَلِبُوْا ۔ پس تم پھر جاؤ گے ۔ پس تم جا پڑو گے ۔ اِنْقِلَابٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی عارضی شکست اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی افواہ پر جب منافقین نے جنگ کا پانسہ پلٹتے دیکھا تو مسلمانوں سے کہنے لگے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہ رہے تو اب ہمیں اپنا دین اختیار کر لینا چاہئے تاکہ تمام جھگڑے ختم ہو جائیں ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ نہ تو تم ان دشمنوں کی باتوں میں آؤ ، نہ ان کو اپنے کسی مشورہ میں شریک کرو اور نہ ان کے کسی مشورہ پر عمل کرو بلکہ ان سے بچتے رہو ورنہ یہ تمہیں اسلام سے شرک کی طرف پھیردیں گے ۔ پھر تم خسارہ میں پڑجاؤ گے اور تمہارا دین و دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے ۔ یہ ہرگز تمہارے دوست نہیں خواہ یہ تمہاری دوستی کا دم ہی بھریں ۔ تمہارا دوست اور مدد گار تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے تم اسی پر اعتماد اور اسی کی مدد پر بھروسہ کرو ۔ (معارف القرآن ۲۰۳/ ۲ ، مظہری ۱۵۴ / ۲) ۔

رُعب طاری کرنا

۱۵۱ ۔ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَکُوْا بِاللّٰہِ مَالَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطٰنًا ج وَ مَاْوٰھُمُ النَّارُ ط وَ بِئْسَ مَثْوَی الظّٰلِمِیْنَ ہ

ہم جلد ہی کافروں کے دلوں میں رعب ڈالدیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرایا جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی ۔ اور ان کا ٹھکانا (جہنم کی) آگ ہے اور ظالموں کا بہت ہی برا ٹھکانا ہے ۔

سَنُلْقِیْ ۔ بہت جلد ہم ڈالیں گے ۔ بہت جلد ہم نازل کریں گے ۔ اِلْقَاءٌ سے مضارع ۔
سُلْطٰنًا ۔ قوت ۔ غلبہ ، سند ۔ دلیل ۔
مَثْوٰی ۔ ٹھکانا ۔ رہنے کی جگہ ۔ ثُوِیٌّ و ثَوَاءٌ سے ظرف مکان ۔

شانِ نزول ۔ ایک روایت میں ہے کہ ۱۶ شوال ۳ ھ کو جب ابو سفیان اور مشرکین مکہ واپس جانے کے لئے روانہ ہوگئے تو کچھ راستہ طے کرنے کے بعد ان کو پیشمانی ہوئی اور کہنے لگے کہ ہم نے برا کیا ۔ پہلے تو ہم نے ان کو قتل کیا پھر جب چند بھاگے ہوئے لوگوں کے سوا ہمارے مقابلہ میں کوئی نہ رہا تو ہم ان کو چھوڑ آئے ۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ ابھی واپس چلو اور ان کی جڑ ہی اکھاڑدو ۔ کافروں نے یہ ارادہ کیا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالدیا اور وہ اپنے ارادہ سے باز آ گئے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۱۵۴ / ۲) ۔

تشریح ۔ ہم بہت جلد ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے دلوں میں ان کے کفر و شرک کی وجہ سے رعب ڈالدیں گے ۔ انہوں نے ایسے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے ۔ جن کے شریک ہونیکی عقلی یا نقلی کوئی دلیل نہیں ۔ اور ان مشرکوں کا ٹھکانا دوزخ ہے جو بہت ہی بری جگہ ہے ۔ (مظہری ۱۴۵ / ۲) ۔

بخاری و مسلم میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ باتیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں ۔

۱) ۔ میری مدد مہینے بھر کی راہ تک (دشمن کے دل میں) رعب ڈال کر کی گئی ہے ۔ (میرا دشمن مجھ سے مہینے بھر کی راہ پر ہو تو وہیں سے اس کے دل میں میرا رعب ڈال دیا جاتا ہے ۔ مسند احمد) ۔

۲) ۔ میرے لئے زمین ، مسجد اور وضو کی پاک چیز بنائی گئی ہے ۔ (میرے اور میری امت کے لئے تمام زمین مسجد اور پاک بنائی گئی ہے ۔ میرے امتی کو جہاں نماز کا وقت آ جائے وہیں اس کی مسجد اور اس کا وضو ہے ۔ (مسند احمد) ۔

۳) ۔ میرے لئے غنیمت کے مال حلال کئے گئے ہیں ۔

۴) ۔ مجھے شفاعت دی گئی ہے ۔ (تمام انبیاء نے شفاعت مانگ لی لیکن میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے ان لوگوں کے لئے چھپا رکھا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ۔ (مسند احمد) ۔

۵) ۔ ہر نبی اپنی قوم کی طرف خَاصَّۃً بھیجا جاتا تھا اور میری بعثت تمام دنیا کے لئے عام ہوئی ہے ۔ (ابن کثیر ۴۱۱ / ۱) ۔

مومنوں کی آزمائش

۱۵۲ ۔ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْتَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۚ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ

اور بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ۔ جب تم ان (کافروں) کو اللہ کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ تم خود ہی بزدل ہوگئے اور (رسول کے) حکم کے بارے میں آپس میں جھگڑنے لگے اور تم نے نا فرمانی کی ، بعد اس کے کہ جو تم چاہتے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دکھا بھی دیا تھا ۔ تم میں سے کچھ تو دنیا چاہتے تھے (جنہوں نے درہ چھوڑ دیا تھا) اور کچھ تم میں سے آخرت کے طالب تھے (جو مورچے پر قائم رہے) پھر اس نے تمہیں ان (کافروں) سے ہٹا دیا تاکہ تمہارا امتحان لیا جائے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرمادیا اور مومنوں پر تو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے ۔

تَحُسُّوْنَهُمْ ۔ تم ان کو تلوار سے بے دریغ کاٹ رہے تھے ۔ تم ان کو قتل کر رہے تھے ۔ حَسٌّ سے مضارع ۔ اس کے معنی ہیں قتل کر کے بیخ و بن سے اکھاڑ دینا ۔ یہاں قتل عام مراد ہے ۔ (مظہری ۱۵۴ / ۲) ۔

فَشِلْتُمْ ۔ تم نے ہمت ہاری ۔ تم نے بزدلی کی ۔ فَشَلٌ سے ماضی ۔

صَرَفَكُمْ ۔ اس نے تمہیں پھیر دیا ۔ اس نے تمہیں دور رکھا ۔ صَرْفٌ سے ماضی ۔

شانِ نزول ۔ محمد بن کعب کا بیان ہے کہ جب اُحد کی اُفتاد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام مدینۂ منورہ لوٹے تو بعض صحابہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہم

سے فتح کا وعدہ کیا تھا پھر یہ کیا ہوا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۱۵۴ / ۲) ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے جو فتح کا وعدہ کیا تھا وہ صبر و تقویٰ کے ساتھ مشروط تھا ۔ جنگ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو فتح دیکر اس کو پورا فرمادیا تھا ۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق اس وقت مسلمان کافروں کو تلوار سے بے دریغ کاٹ رہے تھے ۔ پھر جب مسلمان بزدل اور کمزور پڑ گئے اور گھاٹی پر قیام اور عدم قیام کے بارے میں باہم جھگڑنے لگے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نا فرمانی کرتے ہوئے گھاٹی کو چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد روک لی اور مسلمانوں پر مصیبت ڈالدی ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی محبوب چیز فتح اور مال غنیمت انہیں دکھا دی تھی ۔

اسلامی لشکر میں سے کچھ تو دنیا کے طالب تھے جو کافروں کو بھاگتا دیکھ کر گھاٹی کو چھوڑ کر مال غنیمت کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان میں سے کچھ آخرت کے طالب تھے جیسے عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھی جو اپنی جگہ جمے رہے ۔ پھر مومنوں اور منافقوں میں امتیاز کرنے کے لئے آزمائش کے طور پر نا فرمانی کی وجہ سے انہیں کافروں سے پھیر دیا اور کافر ان پر غالب آ گئے اور مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی ۔ پھر جب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نا فرمانی پر نادم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے انہیں معاف فرمادیا ۔ اور ان پر یہ فضل فرمایا کہ غلبہ حاصل کر لینے کے بعد بھی کفار ان کا استیصال (بیخ کنی) نہ کر سکے ۔ (مظہری ۱۵۵ / ۲) ۔

نا فرمانی کا انجام

۱۵۳ ۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

(وہ وقت یاد کرو) جب تم چڑھتے (بھاگتے) چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے حالانکہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں پیچھے سے پکار

رہے تھے ۔ سو اللہ نے تمہیں غم پر غم دیا تاکہ تم اس چیز پر غم نہ کرو جو
ہاتھ سے جاتی رہے اور نہ اس مصیبت پر جو تم پر آپڑے ۔ اور جو کچھ تم
کرتے ہو اللہ کو سب خبر ہے ۔

تُصْعِدُوْنَ ۔ تم چڑھتے ہو ۔ تم دور جاتے ہو ۔ اِصْعَادٌ سے مضارع ۔
تَلْوٗنَ ۔ تم مڑ کر دیکھتے ہو ۔ لَیٌّ سے مضارع ۔
فَاَثَابَکُمْ ۔ پس اس نے تمہیں بدلہ دیا ۔ انعام و سزا دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے ۔ یہاں سزا مُراد ہے ۔

تشریح ۔ جب تم دشمن کے خوف سے بھاگ کر تیزی سے چلے جا رہے تھے اور دہشت کی شدت سے کوئی کسی کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھ رہا تھا اور پچھلی جماعت میں کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں پکار کر اپنی طرف بلا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری حرکت کی بنا پر تمہیں ثواب کی بجائے سزا کے طور پر غم پر غم دیا ۔ ایک غم دشمن کے غالب آنے کا ، ایک غم اپنے مارے جانے اور زخمی ہونے کا ، ایک غم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے زخمی ہونے اور دندانِ مبارک شہید ہونے کا ، ایک غم آپؐ کی شہادت کی جھوٹی خبر مشہور ہونے کا ، ایک غم فتح کے بعد شکست ہو جانے کا اور ایک غم منافقین کی طعنہ زنی کا ۔ ان تمام غموں میں تمہیں اس لئے مبتلا کیا گیا تاکہ آئندہ کے لئے تمہارے اندر پختگی پیدا ہو جائے اور پھر تم کسی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نا فرمانی نہ کرو اور صبر و استقلال کے ایسے عادی ہو جاؤ کہ پھر تمہیں نہ تو کسی چیز کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا کوئی رنج و غم ہو اور نہ کسی مصیبت پر کوئی پریشانی لاحق ہو بلکہ دنیاوی منافع اور مضرتیں تمہاری نظروں میں یکساں ہو جائیں اور تم ہر حال میں مشیت الٰہیٰ پر راضی رہنے کے عادی ہو جاؤ ۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۵۹۵ / ۱) ۔

نزولِ طمانیت

۱۵۴ ۔ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰی طَآئِفَةً مِّنْکُمْ وَ طَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ

بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۔ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۔ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۔ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۔ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ج وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے غم کے بعد تم پر امن (حالت اطمینان) نازل کیا جو ایک اُونگھ تھی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھا رہی تھی اور دوسری جماعت کو اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی ۔ وہ جاہلوں کی طرح اللہ تعالیٰ سے بد گمانی کر رہے تھے کہ آیا ہمارے لئے بھی کچھ اختیار باقی ہے ۔ آپ ان سے کہدیجئے کہ تمام اختیارات اللہ ہی کے لئے ہیں ۔ وہ اپنے دلوں میں ایسی باتیں پوشیدہ رکھتے ہیں جو آپ سے ظاہر نہیں کرتے ۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے ۔ آپ کہدیجئے کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی رہتے تو جن کی تقدیر میں قتل ہونا لکھا تھا وہ ضرور اپنے قتل ہونے کی جگہ نکل کر آ جاتے ۔ اور (یہ سب اس لئے ہوا تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے خیال آزمائے اور تاکہ ان خیالات کو نکھار دے جو تمہارے دلوں میں ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ تو دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے ۔

نُعَاسًا ۔ اونگھ ۔ جھپکی ۔ حواس کی سستی ۔

يَغْشٰى ۔ وہ چھپائے گا ۔ وہ ڈھانک لے گا ۔ وہ چھا جائے گا ۔ غَشْیٌ سے مضارع ۔

اَهَمَّتْهُمْ ۔ اس نے ان کو فکر میں ڈالدیا ۔ اِهْمَامٌ سے ماضی ۔

لَبَرَزَ ۔ البتہ وہ نکل پڑا ۔ بُرُوْزٌ سے ماضی ۔

مَضَاجِعِهِمْ ۔ ان کی خواب گاہیں ۔ ان کی قتل گاہیں ۔ ضَجْعٌ و ضُجُوْعٌ سے اسم ظرف ۔

لِيُمَحِّصَ ۔ تاکہ وہ خالص کرے ۔ تاکہ وہ صاف کرے ۔ تَمْحِیْصٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ جب معرکۂ اُحد میں فتح کے بعد شکست سے دو چار ہونے پر مومنوں کو رنج و غم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام و احسان فرمایا ۔ اس آیت میں اسی انعام و احسان کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی لشکر میں سے مومنوں کے گروہ پر اُونگھ کی شکل میں قلبی اطمینان وسکون اتارا ۔ ہتھیار ہاتھ میں ہیں ، دشمن سامنے ہے مگر دل میں ایسا سکون و اطمینان ہے کہ آنکھیں اُونگھ سے جھکی جا رہی ہیں ۔ انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد ضرور کرے گا ۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ لڑائی کے وقت اونگھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور نماز میں اُونگھ آنا شیطانی حرکت ہے ۔ حضرت ابو طلحہؓ کا بیان ہے کہ اُحد والے دن مجھے اس زور سے اُونگھ آنے لگی کہ میرے ہاتھ سے تلوار بار بار چھوٹ رہی تھی ۔ جب میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو تقریباً ہر شخص کو اسی حالت میں پایا ۔ (ابن کثیر ۴۱۸/ ۱) ۔

حضرت عبداللہؓ بن زبیر کا بیان ہے کہ اس سخت خوف کے وقت ہمیں تو اس قدر نیند آنے لگی کہ ہماری ٹھوڑیاں سینوں سے لگ گئیں ۔ میں نے اسی حالت میں معتب بن قشیر کے یہ الفاظ سنے کہ اگر ہمیں کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے ۔ (ابن کثیر ۴۱۸/ ۱) ۔

اس اُونگھ کے بعد مسلمانوں کے دلوں سے کافروں کا رعب اس طرح دور ہو گیا جس طرح تھکان دور ہو جاتی ہے اور اس کے بعد جو مسلمانوں نے حملہ کیا تو مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے ۔

اسلامی لشکر میں سے وہ گروہ جو منافقوں کا تھا وہ اس قلبی امن و سکون سے محروم رہا ۔ وہ خوف و دہشت کے مارے ہلکان ہو رہے تھے اور اہل جاہلیت کی طرح ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے وساوس اٹھ رہے تھے ۔ انہیں اپنی جان کی فکر تھی اور اپنے دل میں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا تھا ، اس میں سے ہمیں کچھ نہیں ملا ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپؐ ان سے کہدیجئے کہ تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں ۔ وہ جو چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے کرتا ہے ۔ اور یہ لوگ جو کچھ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اس کا آپؐ سے

اظہار نہیں کرتے ۔ یہ لوگ ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ وہ ہدایت کے طلبگار اور فتح و کامرانی کے خواہشمند ہیں مگر آپس میں وہ اس کے خلاف باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کچھ اختیار ہوتا اور ہماری بات مان لی جاتی تو ہم مدینہ سے باہر نہ نکلتے اور یہاں قتل نہ ہوتے ۔ آپؐ ان سے کہدیجئے کہ اگر تم اپنے گھروں کے اندر بھی رہتے تب بھی جن لوگوں کے لئے قتل ہونا لوح محفوظ میں لکھدیا گیا تھا وہ ضرور اپنے گھروں سے نکل کر اپنی قتل گاہوں میں پہنچتے اور مارے جاتے وہ مدینہ کے اندر ٹھہر ہی نہ سکتے تھے ۔ اس کے علاوہ اس معرکہ میں لوگوں کے اخلاص و نفاق کی آزمائش اور منافقوں کے پوشیدہ خیالات کو ظاہر کرنا بھی مقصود تھا تاکہ بھلے اور بُرے اور نیک و بد میں تمیز ہو جائے ۔ اور اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید اور ارادے خوب جانتا ہے ۔ (مظہری ۱۵۷، ۱۵۹ / ۲) ۔

لغزش پر معافی

۱۵۵ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

بیشک تم میں سے جو لوگ دونوں فوجوں کے مقابلہ کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے تو ان کو تو ان کے بعض اعمال کے سبب شیطان نے ڈگمگادیا تھا اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا ۔ بیشک اللہ تعالیٰ تو بڑا معاف کرنے والا (اور بڑا حلیم ہے) ۔

تَوَلَّوْا ۔ انہوں نے منہ موڑا ۔ انہوں نے پیٹھ پھیری ۔ تَوَلِّیٌ سے ماضی ۔

اِلْتَقَی ۔ وہ ملا ۔ وہ مقابل ہوا ۔ اِلْتِقَاءٌ سے ماضی ۔

اَلْجَمْعٰنِ ۔ دو گروہ ۔ دو جماعتیں ۔

اِسْتَزَلَّهُمْ ۔ اس نے ان کو بہکا دیا ۔ اس نے ان کو ڈگمگا دیا ۔ اِسْتِزْلَالٌ سے ماضی ۔

تشریح ۔ اس آیت میں مومنوں کی لغزش کا بیان ہے جو ان سے جنگ اُحد کے دوران شیطان کے بہکانے کی وجہ سے سرزد ہوئی ۔ اُحد کے دن اہل اسلام میں سے کچھ لوگ شکست کھا کر بھاگ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف تیرہ آدمی باقی رہ گئے اور

حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ پچاس میں سے صرف دس آدمی باقی رہ گئے اور شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈال کر ان کو ڈگمگا دیا ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنا فضل فرمایا اور انہیں تباہ کن شکست سے بچا لیا اور ان کی خطا کو معاف فرمادیا ۔ کیونکہ وہ بہت مغفرت کرنے والا اور حلم والا ہے ۔ اسی لئے اس نے فرار ہونے والوں سے مواخذہ نہیں کیا بلکہ ان کو معاف کر دیا ۔ (مظہری ۱۵۹/ ۲)۔

فاسد عقائد کی ممانعت

۱۵۶ ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ کَانُوْا غُزًّی لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۔ لِیَجْعَلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ حَسْرَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ ط وَاللّٰہُ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ط

اے ایمان والو ! تم ان کافروں جیسے نہ بنو جو اپنے بھائیوں کے بارے میں کہتے ہیں جبکہ وہ سفر میں یا جہاد میں ہوتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو ان کے دلوں میں حسرت بنا دے اور اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھ رہا ہے ۔

ضَرَبُوْا ۔ انہوں نے سفر کیا ۔ وہ چلے ۔ بصلۂ فِیْ ۔ ضَرْبٌ سے ماضی ۔

غُزًّی ۔ غازی ۔ دشمن سے لڑنے والے ۔ جہاد کرنے والے ۔ غَزْوٌ سے اسم فاعل جمع ۔ واحد غَازِیْ ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کافروں جیسے فاسد عقائد رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے ۔ کفار یہ سمجھتے تھے کہ جو لوگ جنگ میں مارے گئے ، اگر وہ لڑائی میں شریک نہ ہوتے تو ان کی موت واقع نہ ہوتی ۔ پس ایسی مشابہت سے جو کفر کا باعث ہو اجتناب کرنا فرض ہے ۔ یہاں جس مشابہت کو اختیار کرنیکی ممانعت کی گئی ہے وہ موجب کفر ہے ۔ کیونکہ یہ تقدیر کا انکار ہے اور تقدیر کا انکار کفر ہے ۔

ابو داؤدؒ میں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو شخص کسی قوم کے افکار و اعمال کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی قوم میں سے ہوگا ۔ (مظہری ۱۶۰ / ۱) ۔

کافروں کا یہ باطل خیال بھی کہ مسلمانوں کو جنگ میں شرکت سے موت کا سامنا کرنا پڑا ، ان کی حسرت و افسوس کو بڑھاتا ہے کیونکہ حقیقت میں موت و حیات تو اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے ۔ وہ جس کو چاہتا ہے اور جب تک چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے موت دے دیتا ہے ۔ تمام امور کا جاری ہونا اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے ۔ اس کی قضا و قدر کو کوئی نہیں ٹال سکتا ۔ کوئی چیز اس کے علم اور قدرت و اختیار سے باہر نہیں۔ وہ تمام مخلوق کے تمام امور کو بخوبی جانتا ہے ۔ (ابن کثیر ۴۱۹/ ۱) ۔

جہاد کی ترغیب

۱۵۷ ، ۱۵۸ ۔ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ۟اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاؤ یا اپنی موت مر جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں ۔ اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو ضرور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اکھٹے کئے جاؤ گے ۔

تشریح ۔ یہاں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینا اور یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جہاد میں مارا جانا دنیاوی زندگی سے کہیں بہتر ہے ۔ اس لئے کہ زندگی کا فائدہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان اپنی محنت و مشقت سے کچھ مال و متاع جمع کر کے اس سے فائدہ اٹھائے ۔ اس کے بر خلاف اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جانے سے اس کا صلہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی شکل میں ملتا ہے جو دنیاوی مال و متاع ، اس کی لذتوں اور منفعتوں سے بہتر ہے ۔ دنیا اور اس کا تمام مال و متاع اور منافع ، فانی اور چند روزہ ہیں اور ان کو جمع کرنے والا اس دنیا میں مہمان ہے ۔ عین ممکن ہے کہ ان چیزوں کو بہذلت محنت و جانفشانی سے جمع کرنے والا ان سے فائدہ اٹھانے سے پہلے ہی چل بسے یا یہ مال اس سے جاتا رہے ۔ لہذا دنیاوی مال و متاع اور فوائد کے فوت ہو جانے پر حسرت و افسوس کرنے کی بجائے جہاد کے ترک ہونے پر حسرت و افسوس کرنا چاہیئے ۔

حقیقت میں نہ تو سفر و جہاد کسی کی موت کا سبب ہیں اور نہ سفر و جہاد کا ترک کرنا موت سے بچنے کا ذریعہ ہیں ۔ آدمی کو گھر بیٹھے بٹھائے بھی موت آ جاتی ہے اور بہت سے لوگوں کو جو ہمیشہ سفر و جہاد میں رہتے ہیں موت نہیں آتی ۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنی ساری عمر جہاد میں گزاری اور شہادت کی تمنا کرتے رہے مگر شہادت نصیب نہ ہوئی ۔ وفات کے وقت فرمایا کہ میرے بدن پر کوئی جگہ تیر و تلوار کے زخم سے خالی نہیں مگر افسوس آج اونٹ کی طرح گھر میں بستر پر مر رہا ہوں ۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۶۰۰ / ۱) ۔

پس اگر کوئی شخص گھر میں بیٹھے بٹھائے مر جائے یا میدان جنگ میں قتل ہو جائے یا ملک میں سفر کرتے ہوئے چل بسے تو ہر حال میں اسے لوٹ کر اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانا ہے جہاں وہ اپنے اعمال کا اچھا یا بڑا بدلہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔لہذا جس موت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت حاصل ہو وہ دنیاوی مال و متاع سے بہتر ہے ۔

لُطف و کرم اور مشوہ کی ہدایت

۱۵۹ ، ۱۶۰ ۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَا وِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ اِنْ يَّنْصُرْ كُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تو کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہے جو آپ ان کے لئے نرم دل ہیں اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے سو آپ ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لئے (اللہ سے) بخشش مانگیئے اور (اہم) کام (کے بارے) میں ان سے مشورہ بھی کر لیا کیجئے ۔ پھر جب آپ (کسی کام کے

بارے) میں ان سے مشورہ بھی کر لیا کیجئے ۔ پھر جب آپ (کسی کام کے
بارے میں) پختہ عزم کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے ۔ بیشک اللہ
تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد
کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آئے گا ۔ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو
پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے ۔ اور مومنوں کو تو اللہ
تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے ۔

لِنْتَ ۔ تو نرمی کرتا ہے ۔ تو نرم ہوا ۔ لِيْنٌ سے ماضی ۔

فَظًّا ۔ سخت دل ۔ بد مزاج ۔ بد زبان ۔ یہاں سخت کلام مُراد ہے ۔ فِظَاظٌ و فِظَاظَۃٌ سے صفت مشبہ ۔

غَلِيْظَ ۔ سخت ۔ بے رحم ۔ گاڑھا ۔ غِلْظَۃٌ سے صفت مشبہ ۔

غَلِيْظَ الْقَلْبِ ۔ سخت دل ۔ بد اخلاق ۔

اِنْفَضُّوْا ۔ وہ منتشر ہو جاتے ۔ وہ علیحدہ ہو جاتے ۔ اِنْفِضَاضٌ سے ماضی ۔

حَوْلِكَ ۔ تیرے گرد ۔ تیرے چاروں طرف ۔

شَاوِرْهُمْ ۔ تو ان سے مشورہ کر ۔ مُشَاوَرَۃٌ سے امر ۔

يَخْذُلْكُمْ ۔ وہ تم کو چھوڑ دے گا **خَذْلَانٌ** سے مضارع ۔

تشریح ۔ غزوۂ اُحد میں بعض مسلمانوں کی لغزش اور میدان چھوڑنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صدمہ اور رنج و غم ہوا تھا اس پر آپؐ نے اپنی طبعی نرم خوئی کی بنا پر نہ تو مسلمانوں کو کوئی ملامت کی اور نہ ان کے ساتھ کوئی سختی کا معاملہ کیا ۔ مگر مسلمانوں میں سے کچھ لوگ ان میدان چھوڑنے والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور ان کو باہمی مشوروں میں بھی شریک نہیں کیا جاتا تھا ۔ یہ بات ان کی دل شکنی کا باعث تھی ۔ چونکہ ان کی خطا و لغزش بشری تقاضے کے تحت تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا تھا ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپؐ مومنوں کے حق میں نرم دل ہیں اس لئے آپؐ اپنا حق بھی ان کو معاف فرمادیں اور ان کے ذمہ اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں اور جن کو وہ ادا نہیں کر سکے ہیں ، آپؐ ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں ۔ اور دنیاوی امور میں سے جو مشورہ طلب ہوں ان میں ان سے مشورہ لے لیا کریں ۔ پھر جب آپؐ مشورہ کے بعد کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل توکل کو پسند کرتا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام سے دنیاوی امور میں مشورہ لیا کرتے تھے

اس لئے مشورہ سنت ہے ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشورہ لینے والا کسی شخص کو نہیں دیکھا ۔ بدر کے دن آپؐ نے دشمن کے مقابلہ میں پڑاؤ ڈالنے کے لئے مشورہ لیا ۔ اُحد کے موقع پر بھی آپؐ نے مشورہ لیا کہ آیا مدینہ میں رہ کر لڑیں یا باہر نکل کر ۔ جمہور کی رائے کے مطابق آپؐ نے مدینہ سے باہر نکل کر مقابلے کا فیصلہ کیا ۔ جنگ احزاب کے موقع پر آپؐ نے صحابہ سے اس بارے میں مشورہ لیا کہ مدینے کے پھلوں کی پیداوار کا ایک تہائی حصہ دینے کے وعدہ پر مخالفین سے صلح کر لی جائے ۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت سعدؓ بن معاذ نے اس کے خلاف رائے دی تو آپؐ نے ان کا مشورہ قبول فرمالیا ۔ اور صلح کی بات چیت ختم کر دی (ابن کثیر ۴۲۰/ ۱) ۔

پھر مومنوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم کسی کے کہنے سننے میں نہ آؤ خالص اللہ پر بھروسہ رکھو ۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرنا چاہے گا تو ظاہری اسباب کی قلت کے باوجود تم پر کوئی غالب نہ آسکے گا جیسا کہ تم بدر کے معرکہ میں دیکھ چکے ہو اور اگر کسی مصلحت کے تحت وہ اپنی مدد روک لے اور تمھیں رسوا کرنا چاہے تو کوئی بھی تمہاری مدد نہ کر سکے گا جیسا کہ اُحد کے معرکہ میں دیکھ چکے ہو اور مومنوں کو تواللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہئے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مدد گار نہیں ۔ وہی زبردست اور غالب ہے ۔ (حقانی ۱۰۲ / ۲) ۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا توکل (کرنے) کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی طرح رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں ۔ (مظہری ۱۲۶/ ۱) ۔

خیانت کا انجام

۱۶۱ ۔ وَ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ؕ

اور کسی نبی کے شایان شان نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا تو وہ اپنی خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے روز لے کر آئے گا ۔ پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا بدلہ ملے گا ۔ اور ان پر کچھ ظلم نہ ہوگا ۔

یَغُلَّ ۔ وہ خیانت کرتا ہے ۔ وہ چھپاتا ہے ۔ غَلٌّ اور غُلُوْلٌ سے مضارع ۔
تُوَفّٰی ۔ اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا ۔ تَوفِیَۃٌ سے مضارع مجہول ۔

شانِ نزول ۔ محمد بن اسحاق نے بیان کیا کہ اس آیت کا نزول۔وحی کے متعلق ہوا ۔ مطلب یہ ہے کہ کسی لالچ یا خوف کی وجہ سے وحی کا کچھ حصہ ظاہر نہ کرنا نبی کے لئے جائز نہیں ۔ (مظہری ۱۶۳/ ۱)۔

ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباسؓ کا قول بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن بھی کہا ہے ۔کہ بدر کے دن مال غنیمت میں سے ایک سرخ دھاری دار چادر کم ہو گئی تھی ۔ بعض لوگوں نے خیال کیا کہ شاید وہ (چادر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی ہوگی ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں خیانت کا عظیم گناہ ہونا اور قیامت کے روز اس کی شدید سزا کا ذکر ہے ۔(مظہری ۱۶۳/ ۱ ، جلالین ۱۹۱)۔

کلبی اور مقاتل کا بیان ہے کہ اس کا نزول جنگ اُحد کی غنیمت کے بارے میں ہوا جب تیر اندازوں نے اُحد کی گھاٹی کو چھوڑ دیا اور کہنے لگے کہ ہمیں اندیشہ ہے کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی لڑائی کی طرح آج بھی غنیمت تقسیم نہ کریں اور یہ فرمادیں کہ جس نے جو چیز لی ہو وہ اسی کی ہے ۔ پس اس خیال سے انہوں نے اپنی مقررہ جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ جب تک تمہیں میرا حکم نہ پہنچے اپنی جگہ نہ چھوڑنا " وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے دوسرے ساتھیوں کو وہاں چھوڑ کر آئے ہیں ۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تم نے یہ خیال کیا کہ میں مال غنیمت میں خیانت کرلوں گا اور تمہیں بانٹ کر نہیں دوں گا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مظہری ۱۶۳/ ۱) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی خیانت اور بیجا طرفداری سے مبرا ہیں خواہ وہ مال کی تقسیم ہو یا امانت کی ادائیگی ۔ مومنوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان اور عصمت و امانت کا پورا لحاظ رکھنا چاہئے ۔ کسی کو آپؐ کے بارے میں کوئی بیہودہ اور لغو خیال کہ آپؐ غنیمت کا کچھ مال چھپا کر رکھ لیں گے ، دل میں نہیں لانا چاہئے۔

پھر خیانت کرنے والوں کے لئے سخت عذاب کی وعید ہے کہ جو شخص دنیا میں خیانت کرے گا خواہ وہ خیانت مال میں ہو ، راز داری میں ہو یا احکام الٰہی میں ، قیامت کے

روز اس کی خیانت کو ظاہر کر دیا جائیگا اور اس دن وہ اپنی خیانت کے ساتھ پکڑا ہوا آئے گا۔ پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری پوری سزا دی جائے گی۔ (ابن کثیر ۴۲۱/ ۱۰ حقانی ۱۰۳ / ۱)۔

حضرت ابو حمید ساعدی سے مروی ہے کہ قبیلۂ ازد کے ایک شخص کا نام ابن اللّتْبِیَہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صدقہ وصول کرنے کے لئے حاکم بنا کر بھیجا۔ جب وہ مال زکوٰۃ وصول کر کے واپس آیا تو (کچھ مال پیش کر کے) کہنے لگا یہ آپؐ کا ہے اور یہ مجھے تحفہ میں دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ اما بعد ! اللہ تعالیٰ نے جن امور کا مجھے مہتمم بنایا ہے میں ان میں سے بعض کاموں کا ناظم تمہارے بعض اشخاص کو بنا دیتا ہوں۔ پس وہ آکر کہتے ہیں کہ یہ (مال تو) آپؐ کا ہے اور یہ مجھے تحفہ میں دیا گیا ہے۔ آخر وہ اپنی اماں اور اپنے ابا کے گھر کیوں نہیں بیٹھا رہتا۔ اگر وہ سچا ہے تو اس کا ہدیہ (گھر بیٹھے) اس کے پاس آ جاتا۔ خدا کی قسم تم میں سے جو شخص کوئی چیز ناحق لے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کے وقت اس کو ضرور اپنے اوپر لادے ہوئے ہوگا۔ پس میں کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کے وقت وہ اپنے اوپر بلبلاتے ہوئے اونٹ کو یا بولتی ہوئی گائے کو یا ممناتی ہوئی بکری کو لا دے ہوئے آئے۔ متفق علیہ (مظہری ۱۴۳/ ۲)۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر مقرر تھا۔ اس کو کرکرہ کہتے تھے۔ جب وہ مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔ لوگ اس کا سامان دیکھنے گئے تو اس میں ایک عبا ملی جس کی اس نے خیانت کی تھی۔ (مظہری ۱۶۵/ ۲)۔

بُرا ٹھکانہ

۱۶۲ ، ۱۶۳۔ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ط وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۔ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۔

کیا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہو گیا اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانا بھی جہنم ہوا اور

وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں کے مختلف درجے ہیں
اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے ۔

بَاءَ ۔ وہ مستحق ہوا ۔ وہ پھرا ۔ وہ لوٹا (بصلۂ با) بَوَاءٌ سے ماضی ۔

سَخَطٍ ۔ سخت غصہ ۔ عذاب ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی اتباع کرنے والے ، اس کے ثوابوں کو حاصل کرنے والے اور اس کے عذابوں سے بچنے والے یعنی مہاجرین و انصار ، ان لوگوں کی مانند نہیں ہو سکتے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوئے اور مرنے کے بعد جن کا ٹھکانا جہنم ہوگا یعنی منافقین اور بعض فاسقین ۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کی اتباع کرنے والوں ، بھلائی کے کام کرنے والوں اور بُرائی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کام کرنے والوں کے درجات مختلف ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ۔

لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۔ ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کے مطابق درجات ہیں ۔

بعض مومن بعض دوسرے مومنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوں گے ۔ اسی طرح بعض کفار و نافرمان دوسرے کافروں اور نافرمانوں کے مقابلہ میں دوزخ کے زیادہ نچلے درجے میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال دیکھ رہا ہے ۔ عنقریب وہ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا ۔ نہ کسی کی نیکی کم کی جائیگی اور نہ کسی کی بدی بڑھائی جائے گی بلکہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا یا سزا ملے گی ۔ (مظہری ۱۶۵ / ۲ ، ابن کثیر ۴۲۳ / ۱) ۔

مومنوں پر احسانِ عظیم

۱۶۴ ۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ط

بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا ہی احسان کیا جبکہ ان میں انہی میں کا ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا

ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۔ اور بیشک اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے ۔

مَنَّ ۔ اس نے احسان کیا ۔ اس نے مہربانی کی ۔ مَنّ سے ماضی ۔
بَعَثَ ۔ اس نے بھیجا ۔ اس نے مبعوث کیا ۔ بَعْثٌ سے ماضی ۔
یُزَکِّیْھِمْ ۔ وہ ان کا تزکیہ کرتا ہے ۔ وہ ان کو پاک و صاف کرتا ہے ۔ تَزْکِیَۃٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی کی جنس سے ایک عظیم الشان پیغمبر مبعوث فرمایا ۔ وہ اس کے احوال و اخلاق ، امانت و دیانت اور اس کی عفت و پاکبازی سے خوب واقف ہیں لہذا وہ اس کے پاس اٹھ بیٹھ کر بات چیت کے ذریعہ اس سے دین کو پوری طرح سیکھ کر ہر قسم کے انوار و برکات اور دنیا و آخرت کے منافع حاصل کر سکتے ہیں ۔ اگر کسی جن یا فرشتے کو رسول بنا کر بھیجا جاتا تو مومنوں کے لئے اس سے مانوس ہونا اور آسانی و بے تکلفی سے دین سیکھنا ممکن نہ ہوتا ۔ اس لئے مومنوں پر یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل و احسان ہے کہ اس نے ان کے پاس ایک انسان کو پیغمبر بنا کر بھیجا ۔

یہ پیغمبر ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی قرآن کریم پڑھ کر سناتا ہے جن کے انوار و برکات سے ظلمت دور ہوتی ہے وہ ان کو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور ان کے غلط اور فاسد عقائد کی اصلاح کرتا ہے تاکہ شرک و جاہلیت کے اثرات دور کر کے ان کے نفوس کو خصائل رذیلہ سے پاک و صاف بنادے ۔ وہ ان کو کتاب و سنت اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے ۔ بلا شبہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جہالت اور کھلی گمراہی میں تھے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں عرب کے یہ جاہل بلکہ اَجہل ایسے حکیم و دانا بن گئے کہ انہوں نے اپنی حکمت و دانائی سے یونان کے حکماء اور دنیا کے فلاسفہ کو نیچا دکھا دیا ۔

شامتِ اعمال

۱۶۵ ۔ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْھَا لا قُلْتُمْ اَنّٰی ھٰذَا ط قُلْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ

کیا جب تم پر (احد میں) ایک مصیبت آ پڑی جس سے دو گنی مصیبت
تم ان کو (بدر میں) پہنچا چکے ہو تو یہ کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آ گئی ۔
(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہدیجئے کہ یہ (مصیبت) خود تمہاری
ہی طرف سے ہے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔

اَصَابَتۡكُمۡ ۔ وہ تمہیں پہنچی ۔ اِصابۃ سے ماضی ۔
قَدۡ ۔ کافی ۔ تحقیق ۔ کبھی ۔ اسم بھی ہے حرف بھی ۔ ماضی اور مضارع دونوں پر آتا ہے ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں غزوۂ اُحد کی مصیبت کا بیان ہے جس میں ستر صحابی شہید ہوئے تھے ۔ اس سے پہلے غزوۂ بدر میں مسلمانوں نے کافروں کو اس سے دو چند مصیبت پہنچائی تھی جس میں بڑے بڑے اور نامور سرداروں اور سپہ سالاروں سمیت ستر کافر شہید ہوئے تھے اور ستر قید ہوئے تھے ۔

غزوۂ اُحد میں جب ابتداء میں مسلمانوں کو فتح ہو گئی تو پہاڑی درّہ پر متعین تیر اندازوں کے دستہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے درّہ کو چھوڑ دیا اور مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے ۔ حضرت خالد بن ولید نے جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے پہاڑی درہ پر مسلمانوں کی برائے نام تعداد دیکھ کر حضرت عکرمہ اور اپنے دستہ کو لیکر مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا اور مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی اور ستر مسلمان شہید ہو گئے ۔ اس پر مسلمانوں میں سے کچھ لوگ تعجب سے کہنے لگے کہ ہم تو مسلمان مجاہد تھے ۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اس کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے نکلے تھے ۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے پیغمبر کی زبانی فتح و نصرت کا وعدہ فرما چکا تھا پھر ہم پر یہ مصیبت کہاں سے اور کیسے نازل ہو گئی ۔

ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مصیبت دشمن کی قوت و کثرت کے سبب نہیں بلکہ تمہاری اپنی ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے ۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نا فرمانی کی اس لئے تمہیں یہ مصیبت اٹھانی پڑی ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کا وعدہ صبر و تقویٰ کے ساتھ وابستہ تھا ۔ چنانچہ ابتداء میں جب تم صبر و ہمت کے ساتھ لڑے تو کفار شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ پھر تم نے بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کیا ۔ اس لئے اس کی سزا میں تم پر یہ مصیبت آ گئی ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔ اس کے حکم اور ارادہ کو کوئی نہیں ٹال سکتا

اس آیت کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ تم نے جنگ بدر کے موقع پر قیدیوں کو زندہ چھوڑنا اور ان سے فدیہ وصول کرنا اس شرط پر منظور کیا تھا کہ تمہارے بھی لتنے ہی آدمی شہید ہوں سو وہ شہید ہو گئے ۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ جبرائیل امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے محمد ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کی قوم کا کفار کو پکڑ کر قیدی بنا لینا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آیا ۔ اب آپؐ ان کو دو باتوں میں سے ایک کے اختیار کر لینے کا حکم دیجئے یا تو یہ کہ ان قیدیوں کو مارڈالیں یا ان کو فدیہ لیکر چھوڑ دیں ۔ فدیہ کی صورت میں ان مسلمانوں میں سے (کسی اور موقع پر) اتنی ہی تعداد میں (ستر آدمی) شہید ہوں گے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کر کے دونوں باتیں ان کے سامنے رکھیں تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ تو ہمارے ہی قبیلوں کے ہیں اور ہمارے رشتہ دار ہیں کیوں نہ فدیہ لیکر ہم ان کو چھوڑ دیں ۔ اور اس مال سے قوت حاصل کر کے اپنے دوسرے دشمنوں سے جنگ کریں اور پھر جو ہم میں سے لتنے ہی آدمی شہید ہوں گے تو اس میں ہماری کیا بُرائی ہے ۔ چنانچہ مسلمانوں نے فدیہ لیکر ستر قیدیوں کو چھوڑ دیا اور پھر اس کے بعد غزوۂ اُحد میں ٹھیک ستر ہی کی تعداد میں مسلمان شہید ہوئے ۔ (ابن کثیر بحوالہ ترمذی و نسائی ۴۲۵/ ۱، مظہری ۱۶۷/ ۲) ۔

شکستِ اُحد کی حکمت

۱۶۶ ۔ ۱۶۸ ۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ج وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِدْفَعُوْا ۔ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ۔ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ج يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَ قَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۔ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ

اَنْفُسِکُمُ الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔

اور جو کچھ مصیبت تمہیں دونوں لشکروں کے مقابلہ کے دن (احد میں) پہنچی تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہنچی تاکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو بھی معلوم کر لے ۔ اور ان لوگوں کو بھی معلوم کر لے جنہوں نے نفاق کیا اور ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو دفع کرو تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم لڑنا جانتے تو تمہارے ساتھ ہو لیتے ۔ اس روز یہ (منافقین) ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے ۔ یہ لوگ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ (دل میں) چھپاتے ہیں ۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے (گھروں میں) بیٹھ کر اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا تھا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو قتل نہ کئے جاتے ۔ آپ ان سے کہدیجئے کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ٹال دو ۔

اِلْتَقَیٰ ۔ وہ ملا ۔ وہ مقابل ہوا ۔ اِلْتِقَاءٌ سے ماضی ۔

جَمْعٰنِ ۔ دو گروہ ۔ دو جماعتیں ۔ جمع کا تثنیہ ۔

فَادْرَءُوْا ۔ پس تم ہٹاؤ ۔ پس تم دفع کرو ۔ پس تم دور کرو ۔ دَرْءٌ سے امر ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ معرکۂ اُحد میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہوا ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مشیت کے تحت ہوا ۔ اور اس میں حکمت یہ تھی کہ مومن و صابر بھی معلوم ہو جائیں اور منافقوں کا حال بھی پوری طرح لوگوں پر ظاہر ہو جائے ۔ چنانچہ اس مصیبت کے وقت منافق تو مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر چلے گئے اور مومن کفار کے مقابلے میں سینہ سپر رہے ۔

جب منافقوں سے کہا گیا کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرو ورنہ کم از کم مسلمانوں کی جماعت بڑھانے کے لئے ہی اپنی جگہ جمے رہو اور راہ فرار اختیار نہ کرو تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہمیں لڑنا آتا تو ہم ضرور تمہارا ساتھ دیتے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس روز منافقین ایمان کی نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے کیونکہ ان کے بھاگنے سے کفر کو مدد ملی ۔ وہ لوگ زبانی تو اسلام کا دم بھرتے ہیں اور دلوں میں کفر پوشیدہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں چھپے ہوئے نفاق سے خوب واقف ہے ۔

پھر فرمایا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو خود تو جہاد میں شریک نہیں ہوئے مگر مسلمانوں کو جہاد میں شریک ہونے سے روکنے کے لئے جہاد میں شہید ہونے والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر وہ بھی ان کی طرح گھر میں بیٹھے رہتے اور جہاد میں شرکت نہ کرتے تو وہ بھی نہ مارے جاتے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ان سے کہدیجئے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو گھر بیٹھے موت سے بچکر دکھاؤ ۔ تمہیں بھی ایک روز گھر بیٹھے بٹھائے موت آ پکڑے گی کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے ۔ وہ اپنے مقررہ وقت پر آکر رہے گی ۔ خواہ اس وقت کوئی اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہو یا میدان جنگ میں ہو ۔
(ابن کثیر ۴۲۵/ ۱ ، مظہری ۱۶۸/ ۲) ۔

شُہداء کے فضائل

۱۶۹ - ۱۷۱ ۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۚ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۘ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے ان کو مُردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں ، اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں ، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دے رکھا ہے اس پر وہ خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے ہیں (یعنی دنیا میں ہیں) اور ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچے وہ ان کی اس حالت پر خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی (مرنے کے بعد) کسی قسم کا نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا خوش ہوتے ہیں ۔

تَحْسَبَنَّ ۔ تو ضرور گماں کرے گا ۔ تو ضرور خیال کرے گا ۔ حِسْبَانٌ سے مضارع بانون تاکید

یَلْحَقُوْا ۔ وہ پہنچتے ہیں ۔ وہ ملتے ہیں ۔ لُحُوْقٌ سے مضارع ۔
خَلْفِهِمْ ۔ ان کے پیچھے ۔ ان کے بعد ۔

شانِ نزول ۔ ترمذی نے بسند حسن ، ابن خزیمہ اور ابن ماجہ نے بسند صحیح ، بغوی اور ابن مردویہ نے بیان کیا کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے اور فرمانے لگے ۔ " جابر کیا بات ہے کہ میں تجھے غمگین دیکھ رہا ہوں " ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ شہید ہو گیا اور اس نے بچے اور قرض چھوڑا ہے ۔ آپؐ نے فرمایا " کیا میں تجھے بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ تیرے باپ کے ساتھ کس طرح ملا " ۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آپؐ نے فرمایا " اللہ تعالیٰ نے جس کسی سے بھی کلام کیا پردہ کی اوٹ سے کیا مگر تیرے باپ کو زندہ کر کے اس نے رُودرر رُو کلام فرمایا اور فرمایا ۔ " اے میرے بندے تو اپنی تمنا مجھ سے بیان کر میں تجھے دوں گا "۔ تیرے باپ نے کہا اے میرے رب ! تو مجھے پھر زندہ کر دے تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ پہلے ہی کر چکا ہوں کہ کوئی بھی لوٹ کر دوبارہ دنیا میں نہیں جائیگا ۔ پھر تیرے باپ نے کہا کہ اے میرے رب ! میرے بعد والوں کو ان مراتب کی خبر پہنچا دے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ (مظہری ۱۶۹/ ۲ ، ابن کثیر ۴۲۷/ ۱) ۔

امام مسلم ، امام احمد ، ابو داؤد ، حاکم اور بغوی نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُحد کے دن جب تمہارے بھائی مارے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے اندر داخل کر دیا جو جنت کی نہروں پر اترتے ہیں ، جنت کے پھل کھاتے ہیں اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں ۔ اور پھر لوٹ کر سونے کی ان قندیلوں میں چلے جاتے ہیں ۔ جو عرش کے نیچے لٹکی ہوئی ہیں ۔ پھر جب انہوں نے اپنے کھانے پینے اور رہنے سہنے کی یہ بہترین نعمتیں دیکھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو عزّت عطا فرمائی انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا تو کہنے لگے کاش ہماری قوم کو ہماری موجودہ راحت اور سلوک کی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کیا اطلاع ہوتی تاکہ ان کو جہاد کی رغبت ہوتی اور وہ جہاد سے رُوگردانی نہ کرتے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرف سے ان کو خبر کر دوں گا اور تمہارے بھائیوں کو یہ بات پہنچا دوں گا ۔ یہ سنکر وہ خوش و خرم ہو گئے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ (مظہری ۱۶۹/ ۲ ، ابن کثیر ۴۲۷/ ۱) ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ گھر میں بیٹھے رہنے سے کوئی شخص موت سے نہیں بچ سکتا البتہ آدمی اس موت سے محروم رہ جاتا ہے جو حقیقت میں حیات جاودانی ہے ۔ شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص قسم کی زندگی ملتی ہے جو دوسرے مُردوں کو نہیں ملتی ۔ ان کو اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے اور وہ بہت بلند مقامات پر فائز ہوتے ہیں اور ان کو جنت سے رزق دیا جاتا ہے ۔ ان نعمتوں اور ایسی ہی دوسری بے شمار نعمتوں پر جو ان کو وہاں حاصل نہیں وہ بہت خوش و مسرور ہوتے ہیں ۔ ان کے عزیز و اقارب اور دوستوں میں سے جو لوگ ابھی زندہ ہیں ، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں بھی ان کو خوشخبری سنادی کہ تمہاری برکت سے ان پر بھی کچھ خوف و غم نہیں ۔ وہ بھی تمہارے ہی پاس آئیں گے ۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے اجر و ثواب اور دینی خدمات کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کے خیال و گمان سے بڑھ کر بدلہ دیتا ہے ۔ (حقانی ۱۰۷/ ۲) ۔

ابوداوٗد اور ابن حبان نے حضرت ابودرداؓ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شہید اپنے ستر گھر والوں کی شفاعت کرے گا ۔

ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت عثمانؓ بن عفان کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز انبیاء شفاعت کریں گے ۔ پھر علماء ، پھر شہداء ۔ (مظہری ۱۷۲/ ۲) ۔

کامل مومنوں پر اللہ کا انعام

۱۷۲ ۔ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۔

جن لوگوں نے (احد میں) زخم پہنچنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اور رسول کا حکم مانا ، ان میں سے جن لوگوں نے نیکی اور پرہیزگاری کی (ان کے لئے اجر عظیم ہے ۔

اسْتَجَابُوْا ۔ انہوں نے کہنا مان لیا ۔ انہوں نے قبول کر لیا ۔ اِسْتِجَابَۃٌ سے ماضی ۔

اَصَابَھُمْ ۔ ان کو پہنچا ۔ اِصَابَۃٌ سے ماضی ۔
اَلْقَرْحُ ۔ زخم ۔ زخمی ہونا ۔ یہ مصدر بھی ہے اسم بھی ۔

شانِ نزول ۔ محمد بن عمرو کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنیچر کے روز ۱۵ شوال کو اُحد سے لوٹے ۔ دشمن کے واپس آجانے کے خیال سے خزرج اور اوس کے سرداروں نے آپؐ کے دروازے پر ہی رات گزاری ۔ ۱۶ شوال کو اتوار کے دن حضرت بلال نے فجر کی اذان دی اور صحابہ کرام آپؐ کا انتظار کرنے لگے ۔ جب آپؐ گھر سے بر آمد ہوئے تو ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ مشرکین کے رَوْحَاء پہنچنے پر ابو سفیان نے کہا کہ مدینے واپس چلو تاکہ جو لوگ باقی رہ گئے ہیں ان کا جڑ سے صفایا کردیں ۔ یہ سنکر صفوان بن امیہ نے کہا کہ لوگو ! ایسا نہ کرو ۔ وہ لوگ شکست کھا چکے ہیں ۔ اب مجھے اندیشہ ہے کہ خزرج کے جو لوگ رہ گئے تھے وہ تمہارے خلاف جمع ہو جائیں گے ۔ اگر تم مدینے واپس جاؤ گے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تمہاری فتح شکست میں نہ بدل جائے ۔ لہٰذا مکہ ہی واپس چلو ۔

تمام گفتگو سننے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صفوان سیدھے راستہ پر تو نہیں ہے مگر اس کی رائے سب سے بہتر تھی ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۔ ان لوگوں پر برسنے کے لئے تو (غیبی) پتھر نامزد کر دیئے گئے تھے ۔ اگر وہ (مدینے کی طرف) واپس آتے تو گزرے ہوئے دن کی طرح گئے گزرے ہو جاتے اور ان کا نشان بھی باقی نہ رہتا ۔ پھر آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلوا کر اس کا تذکرہ کیا ۔ دونوں نے جواب دیا کہ آپؐ دشمن کا تعاقب کیجئے کہیں وہ ہمارے بال بچوں پر سر نہ اٹھائیں ۔ اس مشورہ کے بعد آپؐ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ منادی کر دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دیا ہے مگر آج صرف وہی لوگ نکلیں گے جو کل لڑائی میں حاضر تھے ۔ (مظہری ۱۷۷ / ۲) ۔

حضرت اسیدؓ بن حضیر کے نو زخم آئے تھے اور وہ ان کا علاج کروانا چاہتے تھے ۔ آپؐ کا حکم سنکر بولے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم پر حاضر ہیں ۔ چنانچہ اپنے زخموں کے علاج کا خیال کئے بغیر حاضر ہو گئے ۔ خاندان بنی سلمہ کے چالیس زخمی نکل کھڑے ہوئے ۔ طفیلؓ بن نعمان کے ۱۳ زخم لگے تھے ۔ خراشؓ بن صمہؓ کو دس ۔ کعبؓ بن مالک کو دس سے زیادہ اور عطیہؓ بن عامر کو نو زخم لگے تھے ۔ غرض مسلمان اپنے زخموں کی پرواہ کئے بغیر فوراً اسلحہ لیکر تیار ہو گئے ۔ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری

۱۲۸/ ۲) ۔

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ جب مشرکین مکہ اُحد سے واپس ہوئے تو راستہ میں سوچنے لگے کہ نہ تو تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (نعوذ باللہ) قتل کیا ، نہ مسلمانوں کی عورتوں کو پکڑا ۔ افسوس تم نے کچھ نہ کیا ۔ اب واپس چلو ۔ جب یہ خبر آپؐ کو پہنچی تو آپؐ نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا ۔ سب آپؐ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے تیار ہوگئے اور مشرکین کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ حمراالاسد پہنچ گئے ۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دل خوف سے بھر دیئے اور وہ (آپؐ کے حمراالاسد پہنچنے سے پہلے ہی) یہ کہکر مکہ کی طرف چلدیئے کہ اچھا اگلے سال دیکھا جائے گا ۔ پھر آپؐ مدینۂ منورہ واپس تشریف لے آئے ۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔ (ابن کثیر ۴۲۸/ ۱) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں مخلص مومنوں کی مدح کی گئی ہے جو غزوۂ اُحد میں شدید زخمی ہو گئے تھے ۔ ابھی ان لوگوں کے زخم تازہ ہی تھے اور وہ ان کا علاج بھی کروانا چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوہ کے لئے تیاری کا حکم دے دیا جو حمراالاسد کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ لوگ اپنے زخموں کی پرواہ کئے بغیر آپؐ کی دعوتِ جہاد پر لبیک کہتے ہوئے آپؐ کے ہمراہ کافروں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے ۔ ابو سفیان مسلمانوں کی روانگی کی خبر سے خوفزدہ ہو کر مکہ کی طرف بھاگ گیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ستر صحابہ کو ہمراہ لیکر حمراالاسد تک گئے جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انہی مومنوں کی مدح میں فرمایا کہ یہ اعلیٰ درجہ کے نیکو کار اور پرہیزگار تھے اس لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لئے بہت بڑا اجر و ثواب ہے ۔

مومنوں کا اللہ پر بھروسہ

۱۷۳ ۔ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کو لوگوں نے کہا کہ بیشک (کافروں نے) تمہارے مقابلہ کے لئے بڑا سامان (جنگ) جمع کیا ہے ۔ پس تم ان سے ڈرتے

رہنا ۔ پس اس بات نے ان کا ایمان اور بڑھادیا اور وہ بول اٹھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور (وہی) اچھا کار ساز ہے ۔

حَسْبُنَا ۔ ہمیں کافی ہے ۔ مصدر ہے ۔
نِعْمَ ۔ اچھا ہے ۔ خوب ہے ۔ یہ کلمہ مدح ہے ۔
اَلْوَكِيْلُ ۔ وکیل ۔ کارساز ۔ وَكْلٌ سے صفت مشبہ ۔

شانِ نزول ۔ غزوۂ اُحد سے واپسی میں ابو سفیان نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مقام رَوْحَاء میں قیام کیا اور اپنے ساتھیوں کے مشورہ سے مدینے واپس جا کر باقی مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے کا فیصلہ کیا ۔ اسی اثناء میں معبد خزاعی نے وہاں پہنچ کر ابو سفیان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، صحابۂ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت کے ہمراہ تمہارے تعاقب میں آ رہے ہیں ۔ وہ لوگ سخت غصہ میں ہیں اور بھر پور طاقت کے ساتھ تم پر حملہ آور ہونے والے ہیں ۔ میں نے ایسا لشکر کبھی نہیں دیکھا ۔ یہ سن کر ابو سفیان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور کہنے لگا کہ اچھا ہی ہوگیا جو تم مل گئے ورنہ ہم تو ان پر حملے کے لئے جانے والے تھے ۔ معبد نے کہا کہ ہرگز ایسا نہ کرنا ۔ تم فوراً یہاں سے بھاگ کر اپنی جان بچاؤ اگر تم نے ذرا بھی تاخیر کی تو تم اسلامی لشکر کے گھوڑوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے ۔ یہ سنکر ابو سفیان اوراس کے ساتھی فوراً مکہ کی طرف فرار ہو گئے ۔

راستہ میں ابو سفیان کو قبیلہ عبدالقیس کے کچھ لوگ ملے جو کاروبار کی غرض سے مدینے جارہے تھے ۔ ابو سفیان نے ان سے کہا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ خبر پہنچا دینا کہ ہم انہیں تہ تیغ کرنے کے لئے لوٹ کر ان پر حملہ کرنے والے ہیں ۔ یہ پیغام پہنچانے پر میں تمہیں سُوقِ عکّاظ میں بہت سی کشمش دوں گا ۔ چنانچہ انہوں نے حمرالاسد پہنچکر ڈراوے کے طور پر خوب بڑھا چڑھا کر یہ خبر سنائی ۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے نہایت صبر و استقلال اور پا مردی سے **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ** (ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی بہترین کار ساز ہے) فرمایا ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ (ابن کثیر ۴۳۰/ ۲) ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اُحد کی شکست کے بعد جب مومنوں کو دشمن کے سازوسامان اور اس کی کثرت و بہتات کی خبر ملی تو اس سے ان کے صبر و استقلال میں کچھ فرق نہ آیا بلکہ اللہ تعالیٰ پر ان کا توکل اور بھروسہ اور بڑھ گیا ۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ بُرائی

کا ارادہ رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلت و رسوائی کے ساتھ پسپا کر دیا ۔

ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم پر کوئی بہت بڑا کام آ پڑے تو **حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ** پڑھو ۔

اللہ تعالیٰ پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے زیادہ کسی کا توکل نہیں ہوسکتا مگر آپؐ کے توکل کی صورت ہر گز یہ نہ تھی کہ آپؐ نے ظاہری اسباب کو چھوڑ کر یہ خیال کر لیا ہو کہ بس اللہ تعالیٰ ہمیں بیٹھے بٹھائے غلبہ عطا فرما دے گا بلکہ آپؐ نے صحابۂ کرام کو جمع کر کے ان کو جہاد و قتال کے لئے تیار فرمایا اور جو اسباب و ذرائع اپنے اختیار میں تھے وہ سب مہیا فرمائے ۔ اور صحابۂ کرام کو لیکر جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے ۔ یہی صحیح توکل ہے ۔ اسی پر آپؐ نے عمل کیا اور کرایا ۔ ظاہری اسباب بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں ۔ ان کو ترک کر دینا اللہ تعالیٰ کی نا شکری ہے اسباب کو ترک کر کے توکل کرنا سنتِ رسول نہیں ۔ (معارف القرآن ۲۳۲ ، ۲۳۳ / ۲) ۔

توکل کے ثمرات

۱۷۴ ۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝

پس یہ (ایمان والے) اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس آئے اور ان کو کچھ بھی گزند نہ پہنچی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلے اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والا ہے ۔

فَانْقَلَبُوْا ۔ پس وہ لوٹ گئے ۔ پس وہ واپس ہوئے ۔ اِنْقِلَابٌ سے ماضی ۔
يَمْسَسْهُمْ ۔ وہ ان کو مس کرتا ہے ۔ وہ ان کو چھوتا ہے ۔ مَسٌّ سے مضارع ۔
سُوْٓءٌ ۔ بُرائی ۔ گناہ ۔ آفت ۔

تشریح ۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا اور جہاد کے لئے نکلے ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام اور فضل ہوا اور انہیں کوئی تکلیف دہ اور ناگوار حادثہ پیش نہیں آیا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر کے صحیح و سالم واپس آئے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تین نعمتیں عطا فرمائیں ۔

۱) کافروں کے دلوں میں مومنوں کا رعب اور ہیبت ڈالدی جس کے نتیجہ میں ان

لوگوں (کافروں) نے راہ فرار اختیار کی ۔ اور مومن قتل و قتال سے محفوظ و مامون رہے ۔ اس آیت میں نعمت سے یہی مُراد ہے ۔

۲) ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حمرالاسد کے بازار میں تجارت کا موقع دیکر ان کو خوب مالی فائدہ پہنچایا ۔ یہاں فضل سے یہی تجارتی نفع مُراد ہے ۔

۳) ۔ اس جہاد میں مومنوں کو رضائے الٰہیٰ حاصل ہوئی جو تمام نعمتوں سے بڑھکر ہے ۔

قرآن کریم نے **حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل** کے جو فوائد و ثمرات بیان کئے ہیں وہ صحابۂ کرام ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھے بلکہ جو شخص بھی ایمان و اخلاص کے ساتھ اس کا ورد کرے گا وہ یہ برکات و ثمرات حاصل کرے گا ۔ (معارف القرآن ۳۳۳ ، ۳۳۴/ ۲) ۔

شیطان کا خوف دلانا

۱۷۵ ۔ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَ ہٗ ص فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔

بیشک یہ (خبر دینے والا) تو شیطان ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے ۔ سو تم ان سے نہ ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرنا اگر تم مومن ہو ۔

تشریح ۔ مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے مشرکین کے دوبارہ لوٹنے کی خبر پھیلانے والا شیطان تھا جو اپنی اتباع کرنے والوں کو ہی ڈراتا ہے اور انہی کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے ۔ مومنوں کو ایسی خبروں سے ہرگز نہیں ڈرنا چاہئے کیونکہ وہ شیطان کے دوست نہیں ۔ اس لئے ان کو تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرنا چاہئے ۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس چیز کو چھوڑ دیا جائے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا خطرہ ہو ۔ (معارف القرآن ۳۳۴ / ۲) ۔

عذاب کے مستحق

۱۷۶ ۔ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو ان لوگوں کی وجہ سے رنج نہیں ہونا چاہیۓ جو کفر میں دوڑ دھوپ کر رہے ہیں ۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے ۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے ۔

يُسَارِعُوْنَ ۔ وہ سرعت کرتے ہیں ۔ وہ جلدی کرتے ہیں ۔ وہ دوڑ دھوپ کرتے ہیں ۔ **مُسَارَعَةٌ** سے مضارع ۔

حَظًّا ۔ حصہ ۔ نصیب ۔

تشریح ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر بیحد مشفق و مہربان تھے اس لئے کافروں کی بے راہ روی آپؐ پر گراں گزرتی تھی ۔ وہ جوں جوں کفر کی طرف بڑھتے تھے آپؐ رنجیدہ خاطر ہوتے جاتے تھے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ تیزی سے کفر کی طرف جا رہے ہیں ، آپؐ ان کی طرف سے فکر مند اور رنجیدہ نہ ہوں ۔ یہ لوگ اسلام کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے ۔ یہ صرف اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں کیونکہ ان کی شرارتوں اور حرکتوں کی وجہ سے ان کا آخرت کا اجرو ثواب ضائع اور برباد ہو رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو ان کی مخالفت اور دشمنی سے محفوظ رکھے گا ۔ آپؐ ان کے لئے غمگین اور فکر مند نہ ہوں ۔ یہ ازلی بد بخت ہیں ۔ ثواب سے محرومی کے ساتھ ساتھ ان کے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے ۔ (ابن کثیر ۱/۴۳۲) ۔

کفر کے خریدار

۱۷۷ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ج وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ہ

بیشک جن لوگوں نے ایمان کے بدلے میں کفر خریدا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے ۔ اور ان کے لئے درد ناک عذاب ہے ۔

تشریح ۔ جو اہل کتاب کھلی نشانیاں دیکھنے کے باوجود محض حسد و عناد کی بنا پر آپؐ پر ایمان لانے کی بجائے آپؐ کو جھٹلاتے اور دنیاوی اغراض و منافع کو ایمان پر ترجیح دیتے اور فطری ہدایت چھوڑ کر کفر اختیار کرتے ہیں ، وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ وہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں اور آخرت میں ان کو درد ناک عذاب ملے گا ۔ (مظہری ۱۸۳ / ۲

کفار کو مُہلت دینے کی حِکمت

۱۷۸ ۔ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِھِمْ ط اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ج وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ہ

اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ ہمارا ان کو ڈھیل دینا ان کے لئے بہتر ہے ۔ ہم ان کو صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے ۔

نُمْلِیْ ۔ ہم ڈھیل دیتے ہیں ۔ ہم مہلت دیتے ہیں ۔ اِمْلَاءٌ سے مضارع ۔
مُھِیْنٌ ۔ ذلیل کرنے والا ۔ رسوا کرنے والا ۔ بے عزت کرنے والا ۔ ھُوْنٌ سے صفت مشبہ

تشریح ۔ اُحد کی لڑائی کے بعد مشرکین اپنی فتح پر ناز کرتے ہوئے یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا دین حق ہے ۔ ہم کامیاب ہیں اور ہمیں دولت اور ہر قسم کی آسائش میسر ہے ۔ مسلمان اسلام کی بدولت خستہ حال ہیں ، ان کے پاس نہ مال ہے نہ اسباب ، وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر

مدینے میں فاقہ کشی پر مجبور ہیں ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ کافر یہ خیال نہ کریں کہ ہمارا ان کو ڈھیل دینا ، ان کی عمریں دراز کرنا ، ان کو دنیاوی خوشحالی ، دولت و ثروت اور عیش و آرام دینا اور ان کو ان کی حالت پر چھوڑنا ، ان کے لئے بہتر ہے ۔ بلکہ یہ دنیاوی منافع اور عمر و دولت ان کو اس لئے دئے گئے ہیں تاکہ وہ نافرمانی اور گناہ میں کامل ترقی کر کے آخرت میں اس کی پوری سزا پائیں ۔ انہی کے لئے آخرت میں ذلت و رسوائی کا عذاب ہے ۔ (حقانی ۱۱۲ / ۲ ، مظہری ۱۸۴ / ۲) ۔

غیبی اُمور کی خبر

۱۷۹ ۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتا جس پر تم اب ہو یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے ممتاز نہ کر دے اور اللہ تعالیٰ تمہیں غیب کے امور پر مطلع نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ (غیب پر مطلع کرنے کے لئے) اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے منتخب فرمالیتا ہے سو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیز گاری کروگے تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے ۔

لِيَذَرَ ۔ تاکہ وہ کیا جائے ۔ تاکہ اس کو چھوڑا جائے ۔ وَذْرٌ سے مضارع ۔

يَمِيْزَ ۔ وہ ممتاز کرتا ہے ۔ وہ جدا کرتا ہے ۔ مَيْزٌ سے مضارع ۔

يَجْتَبِىْ ۔ وہ چن لیتا ہے ۔ وہ منتخب کرتا ہے ۔ اِجْتِبَاءٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ اُحد کے معرکہ کے بعد منافق یہ کہتے تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق نبی ہوتے تو یہ حوادث پیش نہ آتے اور نہ یہ مصائب اٹھانے پڑتے ۔ اللہ تعالیٰ ان کے جواب

میں فرماتا ہے کہ اُحد کے روز شکست ہونا، بہت سے لوگوں کا قتل ہونا، بہت سوں کا زخمی ہونا اور پھر اسی حالت میں ابو سفیان کے تعاقب میں حمرالاسد تک جانا اور کھانے پینے اور افلاس کی تکلیفیں پیش آنا۔ یہ سب کھرے کھوٹے کی پہچان کی کسوٹی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ وہ مومنوں کو منافقوں اور کافروں سے ممتاز کئے بغیر چھوڑ دیتا اور اس کی حکمت و مصلحت اور طریقہ یہ بھی نہیں کہ وہ لوگوں کو امتحان میں ڈالے بغیر منافقوں کے احوال اور ناموں سے مطلع کر دیتا بلکہ یا تو وہ ایسے حالات و واقعات اور اسباب پیدا کر دیتا ہے جو کھرے کو کھوٹے سے، پاک کو ناپاک سے اور مومن کو منافق سے صاف صاف ممتاز کر دیں یا غیب پر مطلع کرنے کے لئے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے اور ان کو جس قدر چاہتا ہے اسرار غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔ پس اگر تم اخلاص اور سچے دل سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ گے اور نفاق و معاصی سے پرہیز کروگے تو تمہیں اجر عظیم ملے گا (حقانی ۱۱۳/ ۲، مظہری ۱۸۴ / ۲)۔

بخل کی سزا

۱۸۰۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ؕ

اور وہ لوگ جو اس مال پر بخل کرتے ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دے رکھا ہے، یہ خیال نہ کریں کہ یہ بخل کرنا ان کے لئے بہتر ہے بلکہ یہ ان کے حق میں بہت ہی بُرا ہے۔ بہت جلد قیامت کے دن ان کو اس چیز کا طوق پہنایا جائیگا جس پر وہ بخل کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا وارث ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے۔

يَبْخَلُوْنَ ۔ وہ بخل کرتے ہیں۔ وہ کنجوسی کرتے ہیں۔ بُخْلٌ سے مضارع۔ شرع میں بخل کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا واجب ہو اس کو

خرچ نہ کرنا ۔ اسی لئے بخل حرام ہے ۔ اور اس پر جہنم کی شدید وعید ہے (معارف القرآن ۲۵۲/ ۲) ۔

سَيُطَوَّقُوْنَ ۔ عنقریب ان کو طوق پہنایا جائیگا ۔ عنقریب ان کے گلے میں پڑ ڈالا جائے گا ۔ تَطْوِيْق سے مضارع مجہول ۔

ربطِ آیات ۔ سورت کے شروع میں یہودیوں کی بُری خصلتوں اور شرارتوں کا ذکر تھا ۔ درمیان میں نصاریٰ اور حضرت عیسیٰ کے کچھ واقعات و حالات اور اس کے بعد غزوۂ اُحد کا تفصیلی بیان تھا ۔ اب یہاں سے پھر اہل کتاب کی گستاخیوں اور بد بختیوں کا بیان ہے ۔ ان میں سے یہود کا معاملہ زیادہ تکلیف دہ اور ضرر رساں تھا اور منافقین بھی زیادہ تر انہی میں سے تھے اس لئے آئندہ آیتوں میں زیادہ تر انہی کی شرارتوں اور خباثتوں کا ذکر ہے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں بخل کرنے والوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ جو لوگ بخل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال میں سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے وہ اس مال کو اپنے لئے بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے لئے بہت بزا ہے ۔ جس مال کی وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے قیامت کے روز ان کو ان کے اس مال کا طوق بنا کر پہنایا جائیگا ۔ یہاں مسلمانوں کو بھی تنبیہ کر دی گئی کہ زکوٰۃ دینے اور ضروری مصارف میں خرچ کرنے سے جی نہ چرائیں ورنہ بُخل و حِرص کی سزا ان کو بھی ملے گی ۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے روز اس کا مال گنجا سانپ بن کر جس کی آنکھوں پر دو نشان ہوں گے طوق کی طرح اس کے گلے میں لپٹ جائیگا اور اس کی باچھوں (کلوں) کو چیرتا رہے گا اور کہتا جائیگا میں تیرا مال ہوں ، میں تیرا خزانہ ہوں ۔ پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ۔ (ابن کثیر ۴۳۲/ ۲ ، مظہری ۱۸۶/ ۲) ۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اونٹ یا گائے یا بکریاں ہوں اور وہ ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن یہ جانور بہت ہی جسامت اور فربہی کے ساتھ اس کے سامنے آئیں گے اونٹ اپنے پیروں سے اس کو روندیں گے اور گائے بکریاں اس کو سینگوں سے ماریں گی ۔ جب پچھلی قطار اس (روندتی اور مارتی ہوئی اگلی قطار) پر پہنچے گی تو (گھوم کر) پہلی قطار

(پیچھے) آ جائے گی ۔ روندنے اور مارنے کا یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہے گا کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے ۔ (مظہری ۱۸۶ / ۲)۔

پھر فرمایا کہ آسمان و زمین کی وراثت اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے ۔ اس نے اپنے فضل و رحمت سے جو کچھ مال تمہیں عطا فرما رکھا ہے اس میں سے اپنی زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرو تاکہ قیامت کے روز تمہارے کام آئے ورنہ موت کے بعد اس مال پر سے تمہارا اختیار ختم ہو جائیگا ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نیتوں ، تمہارے دلی ارادوں اور تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے اور وہ تمہاری نیتوں کے مطابق ہی تمہیں اعمال کا بدلہ دے گا ۔ (ابن کثیر ۴۳۳ / ۱) ۔

یہود کی گستاخی

۱۸۱ ، ۱۸۲ ۔ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ م سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ لا وَ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں ۔ اب ہم ان کی یہ بات اور ان کا نبیوں کو نا حق قتل کرنا لکھ رکھیں گے اور (اس کے جواب میں) ہم (قیامت کے روز) ان سے کہیں گے کہ اب بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھو ۔ یہ انہی اعمال کا بدلہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجے تھے ۔ اور اللہ تعالیٰ تو کسی بندے پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا ۔

اَغْنِيَآءُ ۔ مالدار لوگ ۔ دولت مند ۔ واحد غَنِیٌّ ۔
الْحَرِيْقِ ۔ جلتی ہوئی آگ ۔ بھڑکتی ہوئی آگ ۔ حَرْقٌ سے صفت مشبہ ۔
بِظَلَّامٍ ۔ ظلم کرنے والا ۔ زیادتی کرنے والا ۔ ظُلْمٌ سے فَعَّالٌ کے وزن پر اسم منسوب ۔ یہاں نسبت کے معنی مراد ہیں مبالغہ کے نہیں ۔

شانِ نزول ۔ ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ جب آیت مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً اتری تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کا رب فقیر ہو گیا ہے اور اپنے بندوں سے قرض مانگ رہا ہے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (ابن کثیر ۴۳۳/ ۱ ، جلالین ۲۰۱) ۔

محمدؒ بن اسحاق ، ابن جریرؒ اور ابن ابیؒ حاتم نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک روز حضرت ابو بکرؓ یہود کے مدرسے میں گئے جہاں ان کا ایک بہت بڑا عالم فنحاص بن عازور درس دے رہا تھا اور اس کے پاس یہود کا ہجوم تھا ۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اے فنحاص اللہ سے ڈرو اور مسلمان ہو جاؤ ۔ خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کے پاس سے حق لیکر آئے ہیں اور ان کی صفتیں تمہارے پاس توریت میں لکھی ہوئی ہیں ۔ لہذا تم ان پر ایمان لاؤ ، ان کی تصدیق کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کرے گا اور دوہرا ثواب دے گا ۔ فنحاص نے جواب دیا کہ اے ابو بکرؓ ! تمہارا یہ گمان ہے کہ ہمارا رب ہم سے ہمارا مال قرض مانگتا ہے حالانکہ قرض تو فقیر ، غنی سے لیتا ہے ۔ پس اگر تمہاری بات صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ فقیر ہوا اور ہم غنی ۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ کو غصہ آگیا اور انہوں نے فنحاص کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کیا اور فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ہمارے اور تمہارے درمیان عہد نہ ہوتا تو خدا کی قسم میں تیری گردن ماردیتا ۔

فنحاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت ابو بکرؓ کی شکایت کی ۔ آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دشمن خدا نے بڑی سخت بات کہی کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں ۔ اس پر مجھے غصہ آگیا اور میں نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا ۔ فنحاص نے اس کا انکار کیا ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی تکذیب و تردید اور حضرت ابو بکرؓ کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی ۔ (مظہری ۱۸۶/ ۲ ، جلالین ۲۰۰) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہود کی ایک گستاخی پر تنبیہ اور سزا کا ذکر ہے ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ و صدقات کے احکام بیان کئے تو گستاخ یہود کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ تو فقیر و محتاج ہو گیا ہے اور ہم غنی اور مالدار ہیں اسی لئے تو وہ ہم سے قرض مانگتا

ہے (نعوذ باللہ) ۔

اللہ تعالیٰ نے صدقات کا حکم اپنے فائدے کے لئے نہیں دیا تھا بلکہ یہ حکم اہل مال ہی کے دینی اور دنیاوی فائدے کے لئے تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے لئے قرض اس لئے فرمایا کہ انسان جو بھی صدقہ دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس کی جزا اپنے ذمہ اسی طرح لے لیتا ہے جس طرح قرض کا ادا کرنا مقروض کے ذمہ ہوتا ہے ۔

پھر فرمایا کہ یہود کی یہ گستاخی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ۔ ان کا کوئی پہلا جرم نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے ان کے اسلاف تو انبیاء کو نا حق قتل کرنے جیسے سنگین جرائم کا ارتکاب کر چکے ہیں اور یہ لوگ اپنے اسلاف کے اس فعل کو پسند کرتے ہیں ۔ اس لئے اعمال نامے لکھنے والے فرشتے ہمارے حکم سے ان کی یہ گستاخانہ باتیں لکھ لیتے ہیں تاکہ قیامت کے روز ان پر حجت تمام کر کے ان کو عذاب دیا جائے ۔ قیامت کے روز جب ان کو آتش جہنم میں ڈالا جائے گا تو ان سے کہا جائیگا کہ اب تم اس بھڑکتی ہوئی آگ کا مزا چکھو ۔ یہ تمہارے ان اعمال کی سزا ہے جو تم نے پہلے کئے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ عدل و انصاف کرتا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ نیکیوں پر اجروثواب اور بُرائیوں پر عذاب دیا جائے ۔ (معارف القرآن ۲۵۳/ ۲ ، مظہری ۱۸۷ / ۲) ۔

یہود کی کج بحثی

۱۸۳ ۔ اَلَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔

(یہ وہی لوگ ہیں (جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد کر لیا ہے کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی (کا معجزہ) نہ لائے جس کو (آسمانی) آگ کھا جائے ۔ آپ کہدیجئے کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس کھلے دلائل لیکر آئے اور جو کچھ تم کہتے ہو وہ بھی لیکر آ چکے ہیں ۔ پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا اگر تم سچے ہو

شانِ نزول ۔ کلبی ؒ نے بیان کیا کہ کعب بن اشرف ، مالک بن ضیف ، وہب بن یہودا اور زید بن تابوت اور فنحاص بن عازور اور حُیی بن اخطب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپؐ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبر بنا کر ہمارے پاس بھیجا ہے اور آپؐ پر کتاب نازل کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توریت میں حکم دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرے تو تم اس وقت تک اس پر ایمان نہ لانا جب تک کہ وہ تمہارے سامنے ایسی قربانی نہ لائے جسے (آسمان سے آکر) آگ کھالے۔ پس اگر آپؐ بھی ایسی قربانی پیش کر دیں گے تو ہم آپؐ ایمان لے آئیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری ۱۸۸ / ۱)۔

تشریح۔ بنی اسرائیل کے لئے قربانیاں اور اموال غنیمت اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں تھا۔ اس لئے جب وہ قربانی کرتے یا مال غنیمت پاتے تو وہ اس کو اللہ تعالیٰ کے لئے پیش کر دیتے تھے اور اس کے قبول ہونے یا نہ ہونے کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آکر اس قربانی یا مال غنیمت کو کھا جاتی تھی اور اگر آسمان سے آگ نہ آتی اور وہ قربانی یا غنیمت کا مال اپنی اصلی حالت پر باقی رہتا تو اس کو نا مقبول سمجھا جاتا تھا۔(مظہری ۱۸۸ /۲)۔

سدیؒ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرے تو تم اس وقت تک اس کی تصدیق نہ کرنا جب تک کہ وہ ایسی قربانی پیش نہ کرے جس کو آگ کھا جائے ہاں اگر حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئیں تو ان پر ضرور ایمان لانا وہ قربانی پیش نہیں کریں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ان یہود سے کہدیجئے کہ مجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر کھلے کھلے معجزات لیکر تمہارے پاس آئے اور جس قربانی کا مطالبہ تم مجھ سے کر رہے ہو انہوں نے وہ بھی پیش کی۔ پھر تم نے ان کو کیوں قتل کر دیا۔ یعنی تمہارے اسلاف نے ان انبیاء کو کیوں قتل کیا جو اپنے ساتھ دلائل و براہین لیکر آئے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ بھی دیا تھا کہ ان کی ہر قبول شدہ قربانی کو آسمانی آگ کھا جاتی تھی تم نے انہیں بھی سچا نہ جانا اور تم نے ان کی مخالفت اور دشمنی ہی نہیں کی بلکہ انہیں قتل بھی کیا۔ پس تمہارا ان سابقہ انبیاء پر ایمان نہ لانا ظاہر کرتا ہے کہ تمہارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانا محض تعصب و عناد کی وجہ سے ہے، حکم خداوندی کی وجہ سے نہیں اور تم اپنے دعوے میں یقیناً جھوٹے ہو۔ (مظہری ۱۸۸، ۱۸۹/ ۲، ابن کثیر ۴۳۳/ ۱)۔

آنحضرتؐ کو تسلی

۱۸۴ ۔ فَاِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ! پھر اگر انہوں نے آپ کی تکذیب کی تو آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کی تکذیب کی جا چکی ہے ، جو معجزات ، صحیفے اور روشن کتاب بھی لائے تھے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ ان ملعونوں اور مَردُودوں کی کج بحثی اور تکذیب سے آپؐ رنجیدہ خاطر نہ ہوں ۔ آپؐ سے پہلے بھی بے شمار رسولوں کی تکذیب کی جا چکی ہے ۔ حالانکہ وہ بھی کھلے معجزے، چھوٹے صحیفے جیسے حضرت ابراہیم کے صحیفے اور بڑی روشن کتابیں لیکر آئے تھے جیسے توریت و انجیل ۔ پس جس طرح سابقہ انبیاء نے صبر کیا آپؐ بھی صبر کریں ۔

موت کا مزہ

۱۸۵ ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ؕ

ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور بیشک قیامت کے روز تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا ۔ پس جس شخص کو آگ سے بچایا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا پس وہی کامیاب ہوا اور دنیاوی زندگی تو دھوکہ کے سوا کچھ نہیں ۔

زُحْزِحَ ۔ اس کو بچا لیا گیا ۔ اس کو دور کر دیا گیا ۔ **زَحْزَحَةٌ** سے ماضی مجہول ۔

فَازَ ۔ وہ مراد کو پہنچا ۔ وہ کامیاب ہوا ۔ فَوْزٌ و مَفَازَةٌ سے ماضی ۔

اَلْغُرُوْرِ ۔ فریب ۔ دھوکا ۔ جھوٹا وعدہ ۔ مصدر

تشریح ۔ یہاں مخلوق کو یہ بتایا گیا ہے کہ ہر جاندار موت کا مزہ چکھے گا خواہ وہ جنّ ہو یا انسان اور مومن ہو یا کافر ۔ پھر جب قیامت قائم ہوگی تو مخلوق کو ان کے تمام چھوٹے بڑے اور ظاہری و باطنی اعمال کی جزا سزا ملے گی ۔اچھے اعمال پر اچھا بدلہ ملے گا اور بڑے اعمال پر بڑا بدلہ ملے گا اور کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہ ہوگا ۔ پس جو شخص جہنم سے نجات پاکر جنت میں چلا جائے وہی کامیاب انسان ہے خواہ وہ ابتدا ہی میں جنت میں چلا جائے جیسا کہ صالح اور عبادت گزار لوگوں کے ساتھ معاملہ ہوگا یا کچھ سزا بھگتنے کے بعد جیسا کہ گنہگار مسلمانوں کے ساتھ ہوگا ۔ مگر آخر کار سب کے سب مسلمان جہنم سے نجات پاکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کی راحتیں اور نعمتیں حاصل کر لیں گے ۔ ان کے بر عکس کفار دائمی طور پر جہنم میں رہیں گے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ مل جانا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے ۔

حضرت ابو سعیدؓ خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ۔ (مظہری بحوالہ ترمذی)

پھر فرمایا کہ دنیا تو نہایت حقیر و ذلیل اور فنا ہونے والی اور دھوکہ کی چیز ہے ۔ بہت سے لوگ دنیا کے پیچھے لگ کر آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں حالانکہ اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر ایسے کام کرے جو اس کو عذاب الہٰی سے بچا کر جنت تک پہنچا دیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل و رحمت سے جنت عطا فرمائے ۔ آمین ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم دنیا،آخرت کے مقابلہ میں صرف ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے تو اس انگلی پر لگنے والے پانی کو جو نسبت سمندر کے پانی سے ہے وہی نسبت دنیا کو آخرت کے مقابلے میں ہے ۔(ابن کثیر ۴۳۵/ ۰۱ معارف القرآن ۲۵۵/ ۲) ۔

مومنوں کی آزمائش

۱۸۶ ۔ لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا

اَذًى كَثِيْرًا ۚ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور تم ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا ضرور بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے ۔ اور اگر تم نے ان پر صبر کیا اور پرہیزگاری اختیار کی تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں ۔

لَتُبْلَوُنَّ ۔ البتہ تم ضرور آزمائے جاؤ گے ۔ بَلَاءٌ سے مضارع مجہول بلام تاکید و نون ثقلیہ ۔

اَذًى ۔ ایذا ۔ تکلیف ۔ ناپاک ۔ گندی ۔

عَزْمِ ۔ پختہ ارادہ ۔ ہمت ۔ مصدر ہے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ دین کے لئے جان و مال کی قربانی ، قید و بند کی تکلیفیں ، بیماری ، اموال کی تلفی عزیز و اقارب اور وطن کا چھوٹنا ، کفار و مشرکین و اہل کتاب کی بد زبانی اور دل آزار باتوں سے تمہیں ضرور آزمایا جاتا رہے گا ۔ ان سب کا علاج صبر و تقویٰ ہے ۔ اگر تم ان آزمائشوں پر صبر و استقلال اور پرہیزگاری کا مظاہرہ کرو گے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت سے بچتے رہو گے تو یہ بڑی عمدہ اور ہمت کی بات ہے ۔ (مظہری ۱۹۰ ، ۱۹۳ / ۲) ۔

اہلِ کتاب کی بد عہدی

۱۸۷ ۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۚ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝

اور (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ اس (کتاب) کا مطلب لوگوں سے ضرور بیان کرنا اور چھپانا مت ۔ پھر انہوں (اہل کتاب) نے اس کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی ۔ سو کس قدر بری چیز ہے جو وہ خریدتے

ہیں ۔

مِیْثَاقَ ۔ عہد ۔ پیمان ۔ وَثَاقَةٌ سے اسم آلہ ۔

فَنَبَذُوْہُ ۔ پس انہوں نے اس کو پھینک دیا ۔ پس انہوں نے اس کو پس پشت ڈالدیا ۔

نُبْذٌ سے ماضی ۔

وَرَآءَ ۔ پس پشت ، پیچھے ۔

ظُھُوْرِھِمْ ۔ ان کی پیٹھیں ۔ ان کی پشتیں ۔

ثَمَنًا ۔ قیمت ۔ دام ۔ مول ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیتوں کی طرح اس آیت میں بھی یہودیوں کی ایک بُری خصلت یعنی بد عہدی کا ذکر ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کی عام اشاعت کریں گے جو توریت میں آئے ہیں اور اپنی نفسانی غرض سے ان میں سے کسی حکم کو نہیں چھپائیں گے ۔ اہل کتاب نے یہ عہد بھی توڑ دیا ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ اہل کتاب کے علماء سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ جو احکام اور بشارتیں کتاب اللہ میں ہیں وہ ان کو کسی کمی بیشی کے بغیر لوگوں سے صاف صاف بیان کریں گے اور ان سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے ۔ اور نہ ہیر پھیر کر کے ان کے معنی تبدیل کریں گے مگر انہوں نے اس کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور تھوڑے سے دنیاوی نفع کی خاطر اپنا عہد و پیمان توڑ کر احکام شریعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کو بدل دیا ۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں لفظی و معنوی تحریفوں کے ذریعہ حقیر و دنیاوی معاوضہ حاصل کیا جو بہت ہی بُرا سودا ہے ۔

اس میں مسلمان اہل علم کے لئے بھی تنبیہ ہے کہ وہ یہودی علماء کی طرح دنیا کی محبت میں نہ پڑیں ۔ ان کے پاس جو دینی علم ہو اس کو لوگوں کی رہنمائی کے لئے پھیلاتے رہیں اور کسی بات کو نہ چھپائیں ورنہ ان کا حشر بھی یہودی علماء جیسا ہوگا ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جس شخص سے دین کا کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جائے جس کو وہ جانتا ہو اور وہ اسے چھپالے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام پہنائی جائے گی ۔ (ابن کثیر ۴۳۶ / ۱ ، مظہری ۱۹۴ / ۲) ۔

ریاکاری کی مذمت

۱۸۸ ، ۱۸۹ ۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یہ نہ سمجھیں کہ جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں اور جو کام انہوں نے نہیں کیا اس پر وہ چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے (تو اللہ تعالیٰ ان کو چھوڑ دے گا) آپ ہر گز یہ خیال نہ فرمائیں کہ وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے ۔ اور ان کے لئے تو درد ناک عذاب (تیار) ہے ۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔

شانِ نزول ۔ شیخین نے حضرت ابو سعیدؓ خدری کی روایت سے لکھا ہے کہ کچھ منافق ایسے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد پر جاتے تو وہ پیچھے رہ جاتے اور جہاد میں شریک نہ ہوتے اور اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہوتے ۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس آتے تو یہ لوگ قسمیں کھا کر معذرت پیش کرتے اور ناکردہ نیکی پر تعریف کے خواستگار ہوتے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (ابن کثیر ۴۳۶/ ۱) ۔

قتادہؒ اور مقاتلؒ نے کہا کہ خیبر کے یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم آپؐ کو پہچانتے ہیں اور آپؐ کی تصدیق کرتے ہیں اور ہم آپؐ کے خیال سے متفق ہیں اور آپؐ کے مدد گار ہیں مگر یہ باتیں ان کے دلوں میں نہیں تھیں (وہ صرف زبان سے کہتے تھے) جب وہ آپؐ کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے تو مسلمانوں نے ان سے کہا کہ آپؐ نے خوب کہا ۔ ایسا ہی کرنا ، غرض مسلمانوں نے ان کی تعریف کی اور ان کے لئے دعا کی ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۱۹۶/ ۲) ۔

تشریح ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب یہودی علماء سے کوئی بات دریافت فرماتے تو وہ اصل بات کو تو چھپالیتے اور خلاف واقعہ بات بیان کر دیتے ۔ پھر اپنے اس چھپانے پر دل

میں خوش ہوتے اور لوگوں سے اپنی تعریف کی امید رکھتے ۔ ادھر منافقین کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا کہ وہ جہاد کے موقع پر گھروں میں بیٹھ جاتے اور پھر اپنی اس حرکت پر خوش ہوتے ۔ جب آپؐ جہاد سے واپس تشریف لاتے تو جھوٹے عذر پیش کر کے آپؐ سے اپنی تعریف کرانا چاہتے ۔ اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ ان کی یہ حرکتیں دنیا و آخرت میں ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتیں ۔ ان کے لئے تو بڑا ہی درد ناک عذاب ہے جو ان کی ساری خوشی اور خود پسندی کو خاک میں ملا دے گا ، کیونکہ آسمانوں اور زمین کی حکومت تو اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے ۔ لہذا مجرم بھاگ کر کہیں پناہ نہیں لے سکے گا ۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے ، وہ ہر چیز کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے ۔ کوئی کام اسے عاجز نہیں کرسکتا ۔ پس تم اس سے ڈرتے رہو اور اس کے غضب سے بچنے کی کوشش میں لگے رہو ۔ (ابن کثیر ، ۴۳۷/ ۱) ۔

توحید کے دلائل

۱۹۰۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ۙ

بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں عقلمندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور کامل قدرت یعنی توحید کا بیان تھا ۔ اس آیت میں توحید کے دلائل اور اہل عقل و دانش کی مدح ہے ، جنہوں نے مخلوق کو دیکھ کر خالق حقیقی اور قادر مطلق کا پتہ چلایا اور مصنوعات کو دیکھ کر صانع کو پہچان لیا ۔

تشریح ۔ آسمان و زمین کی پیدائش ، آسمان میں بڑی بڑی نشانیوں مثلاً چلنے پھرنے والے اور ایک جگہ ٹھہرے رہنے والے سارے اور زمین میں پیدا ہونیوالی بڑی بڑی چیزیں مثلاً پہاڑ ، کانیں ، جنگل ، درخت ، کھیتیاں ، انواع و اقسام کے پھل اور میوے اور مختلف قسم کے جاندار ، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ، ایک سمجھ دار اور عقلمند انسان کی رہنمائی کے لئے کافی ہیں ، پھر دن رات کا آنا جانا اور ان کا کم زیادہ ہونا اس علیم و خبیر اور قادر مطلق کی کامل نشانیاں ہیں جس کے قبضہ و اختیار میں کائنات کا مضبوط و محکم نظام ہے ۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اپنے محدود دائرہ عمل سے باہر قدم نکال سکے ۔ (ابن کثیر ۴۳۸/ ۱) ۔

ابن حبان نے حضرت عائشہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس ہے اس پر جو یہ (آیت) پڑھتا ہے اور اس پر غور نہیں کرتا۔ (مظہری ۱۹۰، ۲/ ۲)۔

عقلمندوں کی صفات

۱۹۱۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ

(عقلمند وہ لوگ ہیں) جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کروٹوں پر (لیٹے ہوئے) اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ بے مقصد نہیں بنائے

جُنُوْبِهِمْ ۔ ان کے پہلو ۔ واحد جَنْبٌ ۔
بَاطِلًا ۔ بے مقصد ۔ بے کار ۔ غلط ۔
فَقِنَا ۔ پس تو ہمیں بچا ۔ پس تو ہمیں محفوظ رکھ ۔ وِقَاءٌ و وِقَایَۃٌ سے امر ۔

تشریح ۔ ساری دنیا عقلمند ہونے کی مدعی ہے ۔ کوئی بیوقوف بھی اپنے آپ کو بے عقل تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں عقل والوں کی چند ایسی علامات بتائی ہیں جو حقیقت میں عقل کا صحیح معیار ہیں ۔

کائنات عالم پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آسمان و زمین اور ان میں سمائی ہوئی تمام مخلوقات اور ان کی چھوٹی بڑی چیزوں کا مستحکم اور حیرت انگیز نظام، عقل کو کسی ایسی ہستی کا پتہ دیتا ہے جو علم و حکمت اور قوت و قدرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ بالا تر ہو اور جس نے ان تمام چیزوں کو خاص حکمت سے بنایا ہو اور جس کے ارادہ اور مشیت سے یہ سارا نظام چل رہا ہو ۔ ظاہر ہے وہ ہستی اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی کی ہوسکتی ہے ۔

انسانی ارادوں اور تدبیروں کے فیل ہونے کا مشاہدہ ہر جگہ اور ہر وقت ہوتا رہتا ہے ۔ لہذا انسان نظام کائنات کو چلانے والا نہیں ہوسکتا ۔ اس لئے آسمان و زمین کی پیدائش

اور ان میں ہونے والی مخلوقات کی پیدائش میں غور و فکر کا نتیجہ عقل کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی اطاعت و ذکر ہے ۔ جو اس سے غافل ہے وہ عقل مند کہلانے کا مستحق نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عقلمند وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے ہو کر ، بیٹھ کر اور لیٹے ہوئے ، غرض ہر حال میں اور ہر وقت یاد کرتے ہیں ۔

اہل دنیا میں سے کسی نے مال و دولت سمیٹنے کو عقلمندی قرار دیدیا ، کسی نے مشینوں کے کل پرزے بنانے یا برق و بھاپ کو اصل پاور و قوت سمجھ لینے کا نام عقلمندی رکھدیا ۔ حالانکہ اصل کام نہ پانی ، مٹی یا لوہے ، تانبے کا ہے ، نہ مشین کا اور نہ اس کے ذریعہ پیدا کی ہوئی بھاپ کا ۔ بلکہ کام تو اس کا ہے جس نے آگ ، پانی اور ہوا پیدا کی جس کے ذریعہ یہ برق وبھاپ حاصل ہوئی ۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک دیہات کا رہنے والا جاہل انسان جب کسی ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر یہ دیکھے کہ ریل جیسی عظیم سواری ایک سرخ جھنڈی کے دکھانے سے رک جاتی ہے اور سبز جھنڈی کے دکھانے سے چلنے لگتی ہے ۔ اگر وہ یہ کہے کہ یہ سرخ اور سبز جھنڈیاں بڑی طاقت کی مالک ہیں کہ اتنی بڑی ریل کے انجن کو روک دیتی اور چلا دیتی ہیں تو علم و عقل والے اس کو احمق کہیں گے اور اس کو بتائیں گے کہ طاقت ان جھنڈیوں میں نہیں بلکہ اس شخص کے پاس ہے جو انجن میں بیٹھا ہوا ان جھنڈیوں کو دیکھ کر انجن کو روکنے یا چلانے کا کام کرتا ہے ۔ لیکن جس شخص کی عقل ان عام علم و عقل والوں سے زیادہ ہے وہ کہے گا کہ انجن ڈرائیور کو طاقت کا مالک سمجھنا بھی غلط ہے کیونکہ در حقیقت اس کی طاقت کو اس میں کوئی دخل نہیں بلکہ طاقت تو انجن کے کل پرزوں میں ہے ۔ مگر ایک فلسفی یا سائنسدان اس کو بھی یہ کہہ کر بیوقوف بتائے گا کہ بے حس کل پرزوں میں کیا رکھا ہے اصل طاقت تو اس بھاپ کی ہے جو انجن کے اندر آگ اور پانی کے ذریعہ پیدا کی گئی ہے ۔ حکمت و فلسفہ یہاں آکر عاجز و مجبور ہو جاتے ہیں ۔

اس سے آگے علم وحی رہنمائی کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو عطا کیا جاتا ہے ۔ انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ جس طرح جھنڈیوں کو یا ڈرائیور اور انجن کے کل پرزوں کو طاقت وقوت کا مالک سمجھ نا جہالت و نادانی ہے اسی طرح بھاپ کو قوت کا مالک کہنا بھی فلسفیانہ غلطی ہے ۔ حقیقت میں ان ساری قوتوں کی مالک وہ ذات ہے جس نے آگ اور پانی پیدا کئے اور ان کے ذریعے یہ بھاپ پیدا ہوئی ۔ پس عقلمند کہلانے کے مستحق صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پہچانیں ، ہر وقت اور ہر حال میں اس کو یاد کریں

اس آیت میں عقل والوں کی دوسری علامت یہ بتائی گئی کہ وہ آسمان و زمین کی تخلیق و پیدائش میں تفکر و تدبر کرتے ہیں ۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادت ہے اسی طرح تفکر بھی ایک عبادت ہے ۔ ذات و صفاتِ الٰہیہ کی حقیقت کا ادراک انسان کی عقل سے بالاتر ہے اور اس میں غور و فکر سے حیرانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ آفتاب کی روشنی میں ہر چیز کو دیکھا جا سکتا ہے مگر خود آفتاب کو دیکھنا چاہیں تو آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں ۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ خلق میں غور کرو خالق (کی ذات) میں غور نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے ۔ (مظہری ۱۹۹ / ۲) ۔

اس عظیم الشان اور وسیع و عریض آسمان ہی کو لے لیجئے ۔ آفتاب و مہتاب اور دوسرے ستارے ایک خاص نظام کے تحت اپنی اپنی منزل کی طرف رواں دواں اور ایک نہایت مضبوط و محکم قانون کے تحت مقرر و متعین ہیں ۔ ان میں سے کوئی نہ ایک سیکنڈ ادھر ہوتا ہے اور نہ اس کی مشینری کا کوئی پرزہ گھستا اور ٹوٹتا ہے ، نہ اس کی مشینری کبھی رنگ و روغن چاہتی ہے اور نہ اس کو کبھی اور ہالنگ اور مرمت کی ضرورت ہوتی ہے ۔ ہزاروں لاکھوں سال سے مسلسل ایک خاص نظام الاوقات کے تحت چل رہے ہیں ۔

اسی طرح زمین ، اس کے پہاڑ و دریا ، اس کی تہہ میں چھپی ہوئی معدنیات ، اس کے جنگلات و حیوانات اور چرند و پرند ۔ اور آسمان و زمین کے درمیان چلنے والی ہوا اور اس میں پیدا ہونے اور برسنے والی برق و باراں اور اس کے مخصوص نظام ہیں ۔ یہ سب کے سب عقل و سمجھ رکھنے والے کے لئے ایک ایسی ہستی کا پتہ دیتے ہیں جو علم و حکمت اور قوت و قدرت میں سب سے بالا تر ہے ۔ اسی غور و فکر کا نام معرفتِ الٰہی ہے اور یہ بہت بڑی عبادت ہے ۔ (معارف القرآن ، ۲۶۳ ۔ ۲۶۶ / ۲) ۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور نشانیوں میں غور و فکر کرنے والا اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو بیکار و بے مقصد پیدا نہیں کیا بلکہ ان کی خلقت میں بے شمار حکمتیں ہیں ۔ ان سب کو انسان کا خادم اور انسان کو مخدومِ کائنات بنا کر انسان کو غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ ساری کائنات تو اس کے فائدے کے لئے بنی ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کے لئے پیدا ہوا ہے ۔ یہی اس کا مقصد زندگی ہے ۔ (معارف القرآن ۲۶۳ ۔ ۲۶۶ / ۲) ۔

اہلِ عقل کی درخواستیں

۱۹۱ - ۱۹۴ ۔ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَہٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا ۖ٭ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۝ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝

تو سب عیبوں سے پاک ہے سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا ۔ اے ہمارے پروردگار ! بیشک ہم نے ایک منادی کرنے والے کو جو ایمان کی منادی کر رہا تھا ۔ (یہ پکارتے ہوئے) سنا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ ۔ سو ہم ایمان لے آئے ۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہم سے ہماری بُرائیاں دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے ۔ اے ہمارے رب ! تونے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے جن نعمتوں کا وعدہ کیا ہے وہ ہمیں عنایت فرمادے اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا ۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں اہل عقل کی درخواستوں کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے خالق و مالک کو پہچان کر اس کی بارگاہ میں پیش کیں ۔ پہلی درخواست یہ ہے کہ اے ہمارے رب ! اگر ہمارے تفکر میں کوئی خرابی ہو جائے اور ہم غور و فکر کا تقاضا پورا نہ کرسکیں اور عذاب کے مستحق قرار پائیں تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ ۔ دوسری درخواست یہ ہے کہ ہمیں آخرت کی رسوائی سے بچا کیونکہ جس کو آپ نے جہنم میں داخل کر دیا تو بس اس کو تو سارے جہان کے سامنے رسوا ہی کر دیا ۔ تیسری درخواست یہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنا اور ان پر ایمان لائے ۔ پس اے ہمارے رب ! ہمارے بڑے گناہوں کو معاف فرمادے اور ہماری چھوٹی موٹی برائیوں پر پردہ ڈالدے اور جب ہماری موت

کا وقت آئے تو ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں شامل کر کے دنیا سے اٹھالے ۔ چوتھی درخواست یہ ہے کہ اے ہمارے رب! آپ نے اپنے انبیاء کے ذریعہ جو جنت کی نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے وہ ہمیں شروع ہی سے عطا فرمادے یعنی مواخذہ اور بد نامی سے پہلے ہی یہ تمام نعمتیں ہمیں عطا فرمادے ۔ قیامت کے روز ہمیں رسوا نہ کرنا بیشک آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے ۔ (معارف القرآن ۲۶۹/ ۲، مظہری ۲۰۰/ ۲) ۔

دعا کی قبولیت

۱۹۵ ۔ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۔ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۔ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۔

پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے (اچھے) عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ۔ تم آپس میں ایک ہی ہو ۔ پھر جنہوں نے ہجرت کی اور وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میرے راستہ میں ان کو ایذا دی گئی اور انہوں نے جہاد کیا اور شہید ہوئے تو میں بھی ان سے ان کی برائیاں مٹادوں گا ۔ اور میں ان کو ضرور ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ۔ (یہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ان کے اعمال کا) بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت ہی اچھا بدلہ ہے ۔

ربطِ آیات ۔ سابقہ آیات میں مومنوں کی چند دعاؤں کا ذکر تھا ۔ آئندہ آیتوں میں پہلے ان دعاؤں کی قبولیت اور ان کے نیک اعمال کے بدلے میں عظیم اجرو ثواب کا بیان ہے ۔ پھر کافروں کے ظاہری عیش و آرام اور مال و دولت اور دائمی عذاب کا بیان ہے ۔ اس کے بعد پرہیز گار مسلمانوں کے لئے جنت کی ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کا وعدہ اور ان مسلمانوں کے

اجر و ثواب کا بیان ہے جو پہلے اہل کتاب میں سے تھے پھر مسلمان ہوگئے ۔

شانِ نزول ۔ ایک روز حضرت ام سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا بات ہے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی ہجرت کا کہیں ذکر نہیں فرمایا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔

تشریح ۔ جب اہل عقل مومنوں نے اللہ تعالیٰ سے وہ دعائیں مانگیں جن کا ذکر گزشتہ آیتوں میں ہوچکا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعائیں قبول کرتے ہوئے ان کو منہ مانگی مرادیں عطا فرمائیں اور فرمایا کہ میں کسی عمل کرنے والے کا کوئی عمل ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کو پورا پورا بدلہ عطا فرماتا ہوں خواہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت ۔ پس عورتوں کو بھی ان کے اعمال کا اجر و ثواب اسی طرح ملے گا جس طرح مردوں کو ۔

پھر فرمایا کہ جو لوگ اپنا وطن ، اپنے اہل وعیال ، اپنے عزیز و اقارب ، دوست و احباب اور پڑوسیوں کو چھوڑ کر دارالاسلام کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور ان کو مجھ پر ایمان لانے اور میرے کہنے پر چلنے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں اور انہوں نے میرے راستہ میں جہاد کیا اور شہید ہوگئے تو میں ضرور ان لوگوں کے گناہوں کی پردہ پوشی کر کے ان کی مغفرت کر دوں گا ۔ اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے یہ انعام ان کے اعمال کے بدلے میں ہے ۔ اور کسی عمل کا بہترین بدلہ دینا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے ۔ (ابن کثیر ۴۴۱ / ۱) ۔

چند روزہ بہار

۱۹۶ ، ۱۹۷ ۔ لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ؕ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۱

کافروں کا شہروں میں آنا جانا تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالے ۔ یہ تھوڑا سا فائدہ ہے ۔ پھر تو ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ۔

یَغُرَّنَّکَ ۔ وہ تجھے ضرور فریب دے گا ۔ وہ تجھے ضرور دھوکہ دے گا ۔ غُرُوْرٌ سے مضارع بانونِ تاکید ۔

تَقَلُّبٌ ۔ اٹھنا ۔ پھرنا ۔ لوٹ جانا ۔ مصدر ہے ۔

اَلْمِهَادُ ۔ ٹھکانا ۔ فرش ۔ بچھونا ۔
مَتَاعٌ ۔ متاع ۔ فائدہ ۔ پونجی ۔ جمع اَمْتِعَةٌ ۔
شانِ نزول ۔ بغوی نے لکھا ہے کہ مشرک بڑی راحت و آسائش میں تھے ۔ تجارت کرتے اور آرام سے رہتے تھے ۔ بعض مسلمانوں نے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کے دشمن کیسے اچھے حال میں ہیں اور ایک ہم ہیں کہ (مومن ہونے کے باوجود) دکھ اور تنگ حالی کا شکار ہیں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۲۴۳ / ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ کافروں کا تجارت و کمائی کے لئے ادھر ادھر ملکوں اور شہروں میں گھومنا پھرنا اور زندگی کے مزے اڑانا ، ان کے ناز و نعم ، ان کی راحت و آرام اور ان کی ظاہری خوش حالی و فارغ البالی سے مسلمانوں کو دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ یہ تو بہت تھوڑا سا اور بے مقدار و بے حقیقت سامان ہے جو عنقریب زائل ہوجائے گا ۔ اس کے بعد تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت ہی بُری جگہ ہے ۔ لہذا آخرت کے مقابلہ میں ان کی یہ تمام نعمتیں حقیر و بے حقیقت ہیں ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی فاجر (کی راحت اور اچھی حالت دیکھ کر اس) پر رشک نہ کرو ۔ تمہیں نہیں معلوم کہ مرنے کے بعد اس کے سامنے کیا آئیگا ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لئے ایک ایسا مارڈالنے والا متعین ہے جو (خود) کبھی نہیں مرے گا ۔ یعنی دوزخ ۔ (مظہری ۲۴۳/ ۲) ۔

حضرت مسور بن شدّاد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر نکال لے ، پھر اپنی انگلی کو دیکھے کہ اس پر کتنی (تری لگ کر) لوٹی ہے ۔ (مظہری بحوالہ مسلم ۔ ۲۴۳ / ۲) ۔

اللہ تعالیٰ کی میزبانی

۱۹۸ ۔ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ؕ

لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے (ایسے) باغ ہیں

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ۔ وہ ان (باغوں) میں ہمیشہ رہیں گے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمان داری ہے ۔ اور نیک لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز ہے وہ (بہت) بہتر ہے ۔

خٰلِدِیْنَ ۔ ہمیشہ رہنے والے ۔ سدا رہنے والے ۔ خُلُوْدٌ سے اسم فاعل ۔
نُزُلاً ۔ دعوت ۔ مہمانی ۔ آؤ بھگت ۔
اَبْرَار ۔ نیک لوگ واحد بَرٌّ و بَارٌّ ۔
تشریح ۔ گزشتہ کلام سے یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ جب دنیا میں آرام و آسائش اور فارغ البالی کے ساتھ رہنے والوں کی متاع قلیل ہے تو پرہیز گاروں کی متاع تو اس سے بھی قلیل ہوگی کیونکہ وہ تو پہلے ہی آسائیشوں اور لذتوں سے دور ہیں ۔ اس وہم کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن پرہیزگاروں نے دنیا میں ایسے کام کر لئے جو آخرت کی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہیں تو حقیقت میں انہی لوگوں نے دنیا سے بیش بہا فائدہ اٹھایا ۔ انہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ۔ وہ ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے خصوصی مہمانی ہے ۔ جس طرح مہمان کو اپنے کھانے پینے کی کچھ فکر نہیں ہوتی ۔ عزت و آرام سے بیٹھے بٹھائے ہر چیز تیار ملتی ہے ۔ اسی طرح پرہیزگاروں کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی شان و قدرت کے مطابق بہترین سامان ضیافت پیش فرمائے گا اور نیک لوگوں کے لئے جو کچھ ثواب و قرب کے درجات اور رضا و رحمت ، اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے ۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ آپؐ ایک کھری چٹائی پر آرام فرما رہے تھے ۔ سر کے نیچے ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی ۔ قدموں کے پاس کچھ پکا چمڑا تہ کیا ہوا رکھا تھا ۔ سرہانے کچی کھال لٹک رہی تھی اور آپؐ کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے ۔ یہ دیکھ کر میں رونے لگا آپؐ نے فرمایا کس لئے روتے ہو ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسریٰ اور قیصر اس (عیش کی) حالت میں ہیں اور آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (اور اس تنگ حالی میں ہیں) آپؐ نے فرمایا کیا تم اس پر رضا مند نہیں کہ ان کے لئے تو دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ۔

حضرت قتادۃؓ بن نعمان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو دنیا سے بچاتا ہے جیسے تم اپنے بیمار کو پانی سے پرہیز کراتے ہو ۔ (مظہری بحوالہ احمد و ترمذی ۲۰۵ / ۲) ۔

حقیقت پسند اہلِ کتاب

۱۹۹ ۔ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِا اللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

اور بیشک اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور اس (کتاب) پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی اور اس (کتاب) پر جو ان کی طرف نازل کی گئی تھی ایمان لاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے ۔

شانِ نزول ۔ نسائی ؒ نے حضرت انس ؓ اور ابن جریر ؒ نے حضرت جابر ؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ جب نجاشی ؒ کے انتقال کی خبر آئی تو آپ ؐ نے فرمایا کہ اس کی نماز پڑھو ۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ایک حبشی غلام کی نماز پڑھیں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔

بغوی ؒ نے لکھا ہے کہ جس روز نجاشی ؒ کی وفات ہوئی اسی روز حضرت جبرائیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کی اطلاع دی ۔ آپ ؐ نے صحابہ سے فرمایا (شہر سے) باہر نکل کر اپنے بھائی نجاشی ؒ کی نماز پڑھو ۔ اس کا انتقال دوسرے ملک میں ہو گیا ہے ۔ چنانچہ آپ ؐ بقیع کو تشریف لے گئے ۔ آپ ؐ کے سامنے سے سرزمین حبش تک پردہ ہٹادیا گیا اور نجاشی ؒ کا جنازہ آپ ؐ نے خود (آنکھوں سے) دیکھ کر نماز جنازہ پڑھی (جس میں) چار تکبیریں کہیں اور دعاء مغفرت کی ۔ منافق کہنے لگے کہ ان کو تو دیکھو ایک حبشی عیسائی کافر کی نماز پڑھ رہے ہیں جو ان کے دین پر نہیں تھا ۔ نہ انہوں نے کبھی اس کو دیکھا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۲۰۶ / ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے

جو پوری طرح ایمان دار تھے ، قرآن کریم کو مانتے تھے ۔ اپنے نبی کی کتاب پر بھی ایمان رکھتے تھے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کر کے اس کے احکام کی بجا آوری میں نہایت خلوص کے ساتھ مشغول رہتے تھے ، اپنے رب کے سامنے عاجزی و گریہ وزاری کرتے رہتے تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ کی وہ صفات و علامات جو ان کی کتابوں میں تھی ان کو چھپانے اور ان کے عیوض حقیر معاوضہ لینے کی بجائے ان کو لوگوں سے صاف صاف اور واضح طور پر بیان کرتے تھے ۔ اور لوگوں کو آپ پر ایمان لانے کی ترغیب دیتے تھے ۔ ایسے لوگوں کے لئے ، خواہ وہ یہودی ہوں یا نصرانی ، اللہ تعالیٰ کے پاس خصوصی اجر و ثواب ہے جو دوسروں سے زائد ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے ۔ (مظہری ۲۰۶ / ۲) ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگوں کو دوہرا اجر ملتا ہے ۔ ان میں سے ایک وہ اہل کتاب ہے جو (پہلے) اپنے پیغمبر پر ایمان لایا اور (پھر) مجھ پر بھی ایمان لایا ۔ (مظہری بحوالہ ترمذی و مسلم ۲۰۶ / ۲

مومنوں کو نصیحت

۲۰۰ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ع

اے ایمان والو ! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور جہاد کے لئے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ ۔

صَابِرُوْا ۔ تم صبر کے ساتھ جمے رہو ۔ تم مضبوطی سے جمے رہو ۔ **مُصَابَرَةٌ** سے امر ۔

رَابِطُوْا ۔ تم مستعد رہو ۔ تم لگے رہو ۔ تم آمادہ رہو ۔ **رِبَاطٌ** و **مُرَابَطَةٌ** سے امر ۔

تشریح ۔ اس آیت میں مومنوں کو نصیحت فرمائی گئی ہے کہ اگر تم دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو سختیوں کے باوجود خواہشات نفس کی مخالفت پر اور اپنے رب کی محبت و اطاعت پر جمے رہو ، گناہوں سے بچتے رہو ، دشمن کے مقابلے میں مضبوطی اور ثابت قدمی دکھاؤ ، اسلام اور حدود اسلام کی حفاظت میں لگے رہو ۔ جہاں سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ ہو وہاں آہنی دیوار کی طرح سینہ سپر ہو جاؤ ۔ ہر وقت اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ سرحد پر ایک دن رات کی چوکیداری مہینہ بھر کے روزوں اور مہینہ بھر راتوں کو نماز پڑھنے سے بہتر ہے ۔ اگر اسی حالت میں مر گیا تو جو عمل وہ کر رہا تھا وہ (قیامت تک) جاری رہے گا اور اس کا رزق جاری رکھا جائیگا ۔ اور وہ فتنہ سے محفوظ رہے گا ۔

حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر میت اپنے عمل پر ختم ہو جاتی ہے (مرنے کے بعد ہر شخص کا عمل ختم ہو جاتا ہے) سوائے اس کے جو راہ خدا میں سرحد پر چوکیداری کرتا ہوا مرتا ہے ۔ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہے گا ۔ اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہے گا ۔ (ترمذی و ابوداؤد) ۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں ایسا عمل بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو اونچا کرتا ہے ۔ وہ ہے پورا پورا وضو کرنا باوجود مکروہات کے (یعنی سخت سردی ، برف باری وغیرہ کے باوجود پورا پورا وضو کرنا) اور مسجدوں تک جانے کے لئے اپنے قدموں سے زیادہ مسافت طے کرنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں لگے رہنا ۔ یہی تمہارا رباط ہے ۔ یہی تمہارا رباط ہے ۔ یہی تمہارا رباط ہے ۔ (مسلم ، ترمذی ، مظہری ۲۰۰/ ۲) ۔

سورۃُ النساء

وجہ تسمیہ ۔ اس سورت میں عورتوں کے احکام (نکاح و توریث) دوسری سب سورتوں سے زیادہ مذکور ہیں نیز لفظ النساء (جو اِمۡرَءَۃٌ کی خلاف قیاس جمع ہے) بھی اس میں کثرت سے آیا ہے ۔ اس لئے اس کا نام سورۃ النساء مشہور ہوگیا ۔

تعارف ۔ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ۔ اس میں ۲۴ رکوع ، ۱۷۶ آیتیں ، ۳،۲۰۰ کلمات اور ۱۶،۰۶۶ حروف ہیں ۔

بنیادی طور پر اس میں رشتہ داروں کے حقوق ، یتیموں کی پرورش اور ان کے مال کی حفاظت کے احکام ، وراثت کے احکام ، عورتوں کے حقوق و احکام کا تفصیلی بیان ، منافقوں کی نا زیبا حرکات ، جہاد و قتال کی تاکید ، یہود و نصاریٰ کے غلط عقائد اور ان کی درستگی کی ہدایت ، قتل خطا اور قتل عمد ، نماز خوف اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان ہے ۔

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱ ۔ تقویٰ کی تاکید ، انسان کی خلقت ، رشتہ داروں کے حقوق ، یتیم کے ساتھ حسن سلوک ، عدل کی شرط کے ساتھ چار شادیوں کی اجازت اور مہر کی ادائیگی کی تاکید ۔ کم عقلوں کی پرورش ، یتیم کے مال کی حفاظت ، مردوں ، عورتوں اور یتیموں کے حصوں کا بیان اور یتیم کا مال کھانے پر وعید ہے ۔

رکوع ۲ ۔ احکام وراثت کا مفصل بیان ۔

رکوع ۳ ۔ فاحشہ کی سزا ، توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کا بیان ، عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور مہر دیکر واپس نہ لینے کی تاکید اور محرمات نکاح مذکور ہیں ۔

رکوع ۴ ۔ محرمات نکاح اور باندی کے نکاح کے احکام بیان کئے گئے ہیں ۔

رکوع ۵ ۔ انسان کا خلقی طور پر کمزور ہونا ۔ نا حق کسی کا مال کھانے اور کسی کو نا حق قتل کرنے کی ممانعت اور ایسا کر گزرنے پر وعید ، گناہوں سے بچنے پر انعام اور ورثاء کو ان کا حق ادا کرنا ۔

رکوع ۶ ۔ عورتوں پر مردوں کی فضیلت اور اس کی حکمت ، گھریلو تنازعوں میں منصف بنانے کا حکم ، حقوق العباد ، بخل و ریاکاری کی ممانعت اور ایمان کی ترغیب ، نیکیوں کے دو گناہونے کا بیان ، روز قیامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی اور نا فرمانوں کا کف افسوس ملنا ۔

رکوع ۷ ۔ نشے اور جنابت کی حالت میں نماز کی ممانعت ، تیمم کا حکم ، کفار کی گمراہی پر تنبیہ ، اللہ تعالیٰ کی مدد اور کفار کی چند گستاخیوں کا ذکر ، ایمان لانے کی دعوت اور مشرک کی بخشش نہ ہونے کا بیان ہے ۔

رکوع ۸ ۔ کتاب اللہ پر ایمان نہ لانے والوں کا ذکر ، یہود کا حسد ، منکرین پر عذاب اور مومنین پر انعامات ، اماتوں کی ادائیگی اور عدل و انصاف کا حکم ۔

رکوع ۹ ۔ کفار کی گمراہی ، منافقین کی احکام دین سے رو گردانی اور ان کے حیلے بہانے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم ، ایمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم بنانے کی شرط ، منافقوں کو نصیحت ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر انعام اور انعام یافتہ لوگوں کا بیان ہے ۔

رکوع ۱۰ ۔ مومنین کو جہاد میں نکلتے وقت احتیاط کی تاکید ، جہاد کے بارے میں منافقین کے طرز عمل اور جہاد کے فضائل کا ذکر ، مکہ کے کمزور مسلمانوں کی دعاء ، شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کا حکم اور شیطانی تدابیر کی کمزوری کا ذکر ہے ۔

رکوع ۱۱ ۔ جہاد کی تاکید ، موت کے وقت کا معین ہونا ۔ منافقین کے چند غلط عقائد کی تردید ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری انسانیت کے لئے نبی ہونا اور آپ کی اطاعت کو

خدا کی اطاعت قرار دینا ۔ اللہ تعالیٰ کے کارساز ہونے اور قرآن کی حقانیت کا بیان ، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتال کا حکم ، اچھی سفارش پر اجر اور پھر توحید کا بیان ہے ۔

رکوع ۱۲ ۔ ہدایت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا ۔ کفار کی ایک خواہش ، منافقوں سے قتال کا حکم ، صلح کی خواہش رکھنے والوں سے صلح کی تاکید ، اور عہد توڑنے والوں سے قتال کا حکم

رکوع ۱۳ ۔ مومن کا قتل خطاء ، قتل خطاء کی دیت اور قتل عمد کی سزا ، جہاد کے بارے میں احتیاط کی تاکید اور مجاہدوں کے مراتب و انعامات کا بیان ہے ۔

رکوع ۱۴ ۔ مغلوب مسلمانوں کے ہجرت نہ کرنے پر وعید ، کمزور مسلمانوں کے لئے رخصت ، معذور مسلمانوں کی معافی اور مہاجر کے لئے اجر و انعامات کا ذکر ہے ۔

رکوع ۱۵ ۔ مسافر کے لئے نماز کو قصر کرنے اور صلوٰۃ خوف کا بیان ہے ، ہر وقت خدا کو یاد کرنے اور دشمن کے مقابلے میں ہمت نہ ہارنے کی تاکید ہے ۔

رکوع ۱۶ ۔ خائن کی سفارش کی ممانعت اور استغفار کرتے رہنے کی تاکید ، گناہوں سے توبہ کرنے والے کی معافی اور کسی پر تہمت لگانے والے کا خسارہ میں رہنا مذکور ہے ۔

رکوع ۱۷ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ، نیک کام پر اجر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر وعید ہے ۔

رکوع ۱۸ ۔ مشرک کی بخشش نہ ہونے ، شیطان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کے پیرو کاروں پر عذاب کا بیان ، نیک لوگوں کی جزا ، بُرے اعمال کی سزا ، ملتِ ابراہیمی کی پیروی کرنے والے کے حق پر ہونے اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا ذکر ہے ۔

رکوع ۱۹ ۔ یتیم لڑکیوں کے نکاح کا بیان ، یتیموں کے ساتھ انصاف کا حکم ، زوجین کے درمیان صلح ، بیویوں کے درمیان عدل و انصاف ، زوجین میں جدائی کا بیان ، تمام عالم پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور اس کی لا محدود قدرت اور اخروی اجر و ثواب کا بیان ہے ۔

رکوع ۲۰ ۔ مسلمانوں کو انصاف اور سچی گواہی ظاہر کرنے اور خواہشات نفسانی کی اتباع نہ کرنے کی تاکید ، کفر پر مرنے والے کی بخشش نہ ہونے اور منافقین کے لئے درد ناک عذاب کی جزا اور کفر کی مجالس میں بیٹھنے کی ممانعت ہے ۔

رکوع ۲۱ ۔ منافقین کی دھوکہ دہی اور دکھاوے کے لئے نماز پڑھنے کا بیان ، کفار سے دوستی کی ممانعت ، منافقوں کے اصل ٹھکانے کی نشاندہی ، نفاق سے توبہ کرنے والوں کے لئے بشارت ، علانیہ اور پوشیدہ بھلائی کا ذکر ، بعض رسولوں پر ایمان لانے اور بعض کا انکار کرنیوالوں کا حقیقی کافر ہونا ، کفر کی سزا اور تمام انبیاء پر ایمان لانے کا انعام ۔

رکوع ۲۲ ۔ اہل کتاب کا گستاخانہ مطالبہ ، یہود کا اللہ تعالیٰ سے عہد اور عہد شکنی پر سزا کا بیان ، یہود کی جانب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے دعوے کی تردید اور ان کو اوپر اٹھالینے کا اعلان ۔ یہود کے جرائم کی وجہ سے ان پر حلال اشیاء کے حرام کئے جانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے یہودیوں کا ذکر ہے ۔

رکوع ۲۳ ۔ انبیاء کی طرف وحی بھیجنے ، حضرت موسیٰ سے کلام کرنے اور انبیاء کی بعثت کے مقاصد کا بیان ہے ۔ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی تصدیق ، کفار کی گمراہی اور ان کی بخشش نہ ہونا ، لوگوں کو بھلائی کی دعوت ، اہل کتاب کے باطل عقائد اور ان کو باز آنے کی تاکید ہے

رکوع ۲۴ ۔ حضرت عیسیٰ کا خدا کا بندہ ہونے اور اس کی بندگی تسلیم نہ کرنے پر وعید ، نور مبین (قرآن مجید) کے نزول اور مسلمانوں کو صراط مستقیم کی خوش خبری ، میراث میں کلالہ کا حکم اور میراث کے مزید احکام مذکور ہیں ۔

تقویٰ کا حکم

۱ ۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۞

اے لوگو ! اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اوراس نے اس سے اس کا جوڑا بھی پیدا کیا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کا واسطہ دیکر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابت کا بھی لحاظ رکھو

بیشک اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے ۔

بَثَّ ۔ اس نے پھیلایا ۔ اس نے بکھیرا ۔ بَثٌّ سے ماضی ۔

اَرْحَامَ ۔ رشتہ داری ۔ قرابت ۔ واحد ۔ رَحِمٌ و رِحْمٌ ۔

رَقِیْبًا ۔ نگہبان ۔ نگران ۔ رُقُوْبٌ و رَقَابَۃٌ سے صفت مشبہ ۔

تشریح ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو نکاح کے خطبہ میں پڑھا کرتے تھے ۔ پس نکاح کے خطبہ میں اس آیت کا پڑھنا مسنون ہے ۔

اس میں عام لوگوں کو خواہ وہ مرد ہو یا عورتیں ، اور نزولِ قرآن کے وقت موجود ہوں یا آئندہ قیامت تک پیدا ہوں ، سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اپنے اس رب سے ڈرتے رہو جس نے تم سب کو ایک ہی جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا ۔ سب سے پہلے ان کی بیوی حضرت حوا کو انہی سے پیدا فرمایا ۔ پھر اس جوڑے کے ذریعہ بہت سے مرد اور عورتیں پیدا فرمائیں ۔ اور اسی سے ڈرتے رہو اور اسی کی عبادت بجالاتے رہو جس کے نام پر تم دوسروں سے اپنے حقوق و فوائد طلب کرتے ہو اور جس کی قسمیں دیکر تم دوسروں سے اپنا مطلب نکالتے ہو اور قرابت کے تعلقات خواہ باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے ، ان کی حفاظت اور ادائیگی میں کوتاہی کرنے سے بچو ۔ آپس میں صلۂ رحمی اور حسنِ سلوک کرتے رہو۔اللہ تعالیٰ تمہارے احوال و اعمال سے خوب واقف ہے۔
(معارف القرآن ۲۷۸ ، ۲۷۹ / ۲) ۔

احادیث میں صلۂ رحمی پر بہت زور دیا گیا ہے چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کو جو شخص پسند کرتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی پیدا ہو اور اس کی عمر میں برکت ہو تو اس کو صلۂ رحمی کرنی چاہئے ۔ (متفق علیہ) ۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (رحم) کو جوڑنے والا وہ ہے کہ اگر اس سے رشتہ منقطع کیاجائے تب بھی وہ جوڑے رکھے ۔ (مظہری ۶۵۹/ ۲) ۔

حضرت عبداللہؓ بن سلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے اور میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ کے وہ مبارک کلمات جو سب سے پہلے میرے کانوں میں پڑے یہ تھے ۔ اے لوگو ! ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کیا کرو ۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے لوگوں کو کھانا کھلایا کرو ، صلۂ رحمی کیا کرو اور ایسے وقت

میں نماز کی طرف سبقت کیا کرو جبکہ عام لوگ نیند کے مزے لے رہے ہوں ۔ یاد رکھو ان امور پر عمل کر کے تم حفاظت اور سلامتی کے ساتھ کسی رکاوٹ کے بغیر جنت میں پہنچ جاؤ گے ۔

اس کے برعکس احادیث میں قطع رحمی کے حق میں شدید ترین وعیدیں مذکور ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ جو آدمی قرابت کے حقوق کی رعایت نہیں کرتا وہ جنت میں نہیں جائیگا ۔
اس قوم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں اتریگی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو ۔ (معارف القرآن بحوالہ مشکوٰۃ ۲۸۰ ۔ ۲۸۱/ ۲) ۔

یتیم کے مال کی حفاظت

۲ ۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝

اور یتیموں کو ان کے مال دے دیا کرو اور بُری چیزوں کو اچھی چیزوں سے نہ بدلا کرو اور ان کے مال اپنے مالوں سے ملا کر نہ کھایا کرو ۔ بیشک یہ بڑا گناہ ہے ۔

اَلْخَبِيْثَ ۔ خراب ، بیکار ، گندی چیز ، خُبْثٌ سے صفت مشبہ ۔
اَلطَّيِّبِ ۔ پاکیزہ ۔ اچھا ۔ صاف ستھرا ۔ طِیْباً سے صفت مشبہ ۔
حُوْبًا ۔ گناہ ۔ قصور ۔ وبال ۔
اَلْيَتٰمٰى ۔ یہ یَتِیْمٌ کی جمع ہے۔اس کے معنی اکیلے اور منفرد کے ہیں ۔ اسی لئے جو موتی سیپ میں تنہا ایک ہو اس کو دُرِّ یتیم کہا جاتا ہے ۔ شرعی اصطلاح میں یتیم اس بچہ کو کہتے ہیں جس کا باپ مر گیا ہو اور جانوروں میں اس کو یتیم کہتے ہیں جس کی ماں مر گئی ہو ۔ شرعی اصطلاح میں بالغ ہونے کے بعد بچے کو یتیم نہیں کہا جائیگا ۔ (معارف القرآن بحوالہ قاموس) ۔

شانِ نزول ۔ مقاتل ؒ اور کلبی ؒ نے بیان کیا کہ ایک غطفانی آدمی کے پاس اس کے بھتیجے کا بہت مال تھا ۔ جب یتیم بالغ ہو گیا تو اس نے چچا سے اپنا مال طلب کیا تو چچا نے دینے

سے انکار کر دیا ۔ دونوں مقدمہ لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۶۵۹/ ۲) ۔

تشریح ۔ پہلی آیت میں قرابت کی حفاظت اور اس کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کے بعد اس آیت میں یتیموں کے مال کی حفاظت کا حکم اور اس میں کسی قسم کی خرد برد کی ممانعت فرمائی گئی ہے ۔ اگر یتیم کی ملکیت میں کچھ مال ہو جو کسی نے اس کو ہبہ کیا ہو یا اس کو وراثت میں ملا ہو تو یتیم کے ساتھ اس کے مال کی حفاظت بھی اس کے ولی کے ذمہ ہے خواہ اس ولی کا تقرر اس کے مرنے والے باپ نے خود کر دیا ہو یا حکومت نے کسی کو اس کا ولی مقرر کیا ہو ۔

یتیم کا مال واپس کرنے کی تاکید ۔ اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے والیوں کو حکم دیا ہے کہ جب یتیم بالغ اور سمجھدار ہو جائیں تو ان کے اموال کسی کمی اور خیانت کے بغیر ان کو دے دیئے جائیں ۔ بالغ ہونے سے پہلے یتیموں کے اموال کی حفاظت ان کے والیوں کے ذمہ ہے ۔ اس عرصہ میں نہ تو وہ خود یتیم کے مال کو کھائیں ، نہ اس کو ضائع کریں اور نہ یتیم کو واپس کریں کیونکہ وہ نا سمجھ ہے ، کہیں ضائع کر دے گا ۔ البتہ ولی کو یتیم کے اخراجات اس کے مال سے پورا کرنے کی اجازت ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی ممانعت کر دی کہ تم اپنے اموال کو یتیموں کے اموال کے ساتھ گڈ مڈ کر کے کھا جانے کی نیت نہ رکھو ۔ جب اللہ تعالیٰ تمہیں حلال رزق دے رہا ہے تو حرام کی طرف رخ نہ کرو ۔ یتیم کے مال کو بالکل علیحدہ رکھو اور علیحدہ خرچ کرو تاکہ کسی قسم کی کمی و بیشی کا خطرہ نہ رہے اور اگر ملا کر رکھو تو پھر اس کا پورا پورا حساب بھی رکھو تاکہ یتیم کا مال تمہارے ذاتی خرچ میں نہ آنے پائے ۔ اس کی تشریح سورۂ بقرہ کی آیت ۲۲۰ میں بھی گزر چکی ہے ۔

سعید بن جبیر ، زہری ، اور سدی کا بیان ہے کہ یتیموں کے سر پرست یتیموں کا عمدہ مال خود لے لیتے تھے اور اس کی جگہ اپنا خراب مال رکھ دیتے تھے ۔ مثلاً موٹی بکری لیکر بدلے میں دبلی بکری دے دیتے تھے ۔ (ان کے مال میں سے) کھرا درہم نکال کر کھوٹا درہم رکھ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے تو بکری کے بدلے میں بکری اور درہم کے بدلے میں درہم لیا ہے ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کی ممانعت فرمادی ہے ۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ بلا شبہ یتیموں کا مال کھانا بڑا گناہ ہے ۔ یعنی یتیم کے مال

میں کسی قسم کا ناجائز تصرف خواہ وہ اس کے مال کی حفاظت کی کمی سے ہو یا خراب چیز کے بدلے میں اچھی لیکر ہو یا اس کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھانے سے ہو، ہر حال میں یہ بہت بڑا گناہ ہے (معارف القرآن ۲۸۲ ۔ ۲۸۴/ ۲، ابن کثیر ۴۴۹/ ۱)۔

نکاح کے احکام

۳ ۔ وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلاَّ تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ۔ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلاَّ تَعُوْلُوْا ۔

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو خواہ دو دو سے خواہ تین تین سے خواہ چار چار سے ۔ پھر اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ تم (متعدد بیویوں میں) انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی (نکاح) کرنا یا جو کنیز تمہاری ملک میں ہو (وہی سہی) اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے ۔

طَابَ ۔ وہ پسند آیا ۔ وہ بھلا معلوم ہوا ۔

اَیْمَانُکُمْ ۔ تمہاری قسمیں ۔ تمہارا دایاں ہاتھ ۔ واحد یَمِیْنٌ ۔ آدمی اکثر کسی چیز کو دائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے ۔ اس لئے عربی محاورہ میں کسی چیز پر پورا قبضہ ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ اس کا دایاں ہاتھ اس چیز کا مالک ہے یعنی وہ اس کی پوری اور مضبوط گرفت میں ہے مثلاً کنیز اور غلام وغیرہ ۔

تَعُوْلُوْا ۔ تم ایک طرف جھک جاؤ گے ۔ تم بے انصافی کرو گے ۔ عَوْلٌ سے مضارع ۔

شانِ نزول ۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ عہد رسالت میں ایک شخص کی ولایت میں ایک لڑکی تھی اور اس کا ایک باغ تھا جس میں یہ لڑکی بھی شریک تھی ۔ اس شخص نے اس یتیم لڑکی سے خود اپنا نکاح کر لیا اور اس کو اپنے پاس سے مہر وغیرہ دینے کی بجائے اس کے باغ کا حصہ بھی اپنے قبضہ میں کر لیا ۔ اس پر یہ آیت نازل

ہوئی ۔ (معارف القرآن ۲۸۵/ ۲) ۔

تشریح

یتیم لڑکیوں کا نکاح ۔ اس آیت میں یتیم لڑکیوں کے سرپرستوں کو بتایا گیا ہے کہ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ جو یتیم لڑکیاں تمہاری سر پرستی میں ہیں ان سے نکاح کرنے میں تم عدل نہ کر سکو گے اور ان کے مہر اور ان کے ساتھ حسن معاشرت میں کوتاہی ہوگی تو پھر تم یتیم لڑکیوں سے نکاح کا خیال چھوڑ دو اور ان کے علاوہ دوسری عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو خواہ دو سے ، تین سے یا چار سے ۔ آزاد مرد کو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں اور غلام کے لئے دو کی اجازت ہے ۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے یتامیٰ سے نکاح کا مسئلہ پوچھا تو آیت **يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ** نازل ہوئی ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمادیا کہ اگر یتیم لڑکی حسین اور مالدار ہوتی ہے تو لوگ اس کی طرف راغب ہوتے ہیں مگر اس کے درجے کے مطابق اس کو مہر نہیں دیتے اور جب مال و جمال کے لحاظ سے وہ گری ہوئی ہوتی ہے تو اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور دوسری عورت سے نکاح کے خواہشمند ہوتے ہیں ۔ پس جس طرح لوگ مال و حسن کی کمی کے وقت یتیم لڑکی سے نکاح کے خواہشمند نہیں ہوتے اسی طرح مال و جمال کی زیادتی کے وقت بھی ان کو نکاح کا خواہشمند نہیں ہونا چاہئے ۔ البتہ اگر وہ یتیم لڑکی کا پورا پورا حق اور مہر (مثل) ادا کردیں تو وہ اس سے نکاح کر سکتے ہیں ۔ (مظہری ۶۶۱ / ۲) ۔

ازواج کی تعداد ۔ علماء کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ مرد کو ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ۔ زمانۂ جاہلیت میں بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی ۔ ایک آدمی آٹھ آٹھ ، دس دس عورتیں رکھتا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حد مقرر کر دی کہ آدمی ایک وقت میں چار سے زیادہ کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا ۔ ان چار بیویوں کے درمیان بھی عدل و انصاف اور مساوی حقوق کا نہایت تاکیدی حکم دیا اور اس کی خلاف ورزی پر شدید وعید سنائی ۔

احادیث سے بھی چار بیویوں کی اجازت ثابت ہے ۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ایک شخص عیلانؓ بن اسلمہ ثقفی مسلمان ہوئے ۔ اس وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھی اور وہ بھی مسلمان ہو گئیں

تھیں ۔ آپؐ نے قرآنی حکم کے مطابق ان کو حکم دیا کہ ان دس میں سے چار کو منتخب کر لو باقی کو طلاق دیکر آزاد کر دو ۔ غیلانؓ نے آپ کے حکم کے مطابق چار عورتیں رکھ کر باقی سے علیحدگی اختیار کر لی ۔

ابوداؤد میں ہے کہ قیسؓ بن الحارث اسدی فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ان میں سے چار کو رکھ لو باقی کو طلاق دیدو ۔

مسند امام شافعی میں ہے کہ جب نوفلؓ بن معاویہ دیلمی مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں ۔ آپؐ نے ان کو بھی ایک عورت کو طلاق دینے کا حکم دیا ۔ (مظہری ۲۶۴/ ۲) ۔

ایک بیوی پر اکتفا کا حکم ۔ چار بیویوں کی اجازت کے بعد فرمایا کہ اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم چاروں بیویوں کے درمیان عدل و انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی رکھو یا جو کنیز شرعی اصول کے مطابق تمہاری ملک میں ہو اس سے گزارہ کرو ۔ پس ایک سے زیادہ نکاح کرنا اسی صورت میں جائز ہے جبکہ شریعت کے مطابق سب بیویوں میں عدل و انصاف اور برابری کر سکے اور سب کے حقوق کا لحاظ رکھ سکے ۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو پھر ایک ہی بیوی رکھی جائے ۔ متعدد بیویاں ہونے کی صورت میں ان کے درمیان عدل و مساوات قائم نہ رکھنا گناہ عظیم ہے ۔ لہذا جب کوئی شخص ایک سے زیادہ نکاحوں کا ارادہ کرے تو پہلے اس کو اپنے حالات کا جائزہ لے لینا چاہئے کہ سب کے درمیان عدل و مساوات قائم کرنے کی قدرت ہے بھی یا نہیں ۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے نکاح میں دو عورتیں ہوں اور وہ ان کے حقوق میں برابری نہ کرسکے تو قیامت کے روز اس کو اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا ۔(معارف القرآن ۲۹۴/ ۲) ۔

مہر کی ادائیگی

۴ ۔ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ۔

اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو ۔ پھر اگر وہ (خود)

اپنی خوشی سے اس (مہر) میں سے تمہارے لئے کچھ چھوڑ دیں تو اسے شوق سے مزے سے کھاؤ ۔

نِحْلَةً ۔ عطیہ جو خوشی سے دیا جائے ۔ مہر ۔ مصدر بھی ہے اسم بھی ۔

طِبْنَ ۔ وہ خوشی سے دیں ۔ وہ خوش دلی سے چھوڑ دیں ۔ مراد یہ ہے کہ عورتیں اپنی مرضی سے مہر کا جو کچھ حصہ تمہیں معاف کر دیں تم اسی پر بس کرو کل یا زیادہ مہر کی معافی کی طمع نہ کرو ۔

هَنِيْئًا ۔ خوش مزہ ۔ پاکیزہ ۔ زود ہضم ۔ **هَنْیٌ و هَنَاءٌ** سے صفت مشبہ ۔

مَرِيْئًا ۔ خوش گوار ۔ جلد ہضم ہونے والا ۔ مَرَاءَةٌ سے صفت مشبہ ۔

شانِ نزول ۔ ابن ابی حاتم نے ابو صالح کا قول نقل کیا ہے کہ بعض لوگ اپنی لڑکی کا نکاح کرانے کے بعد مہر خود لے لیتے تھے ، لڑکی کو نہیں دیتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل فرمائی ۔ (مظہری ۶۶۶/ ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت کے مخاطب عورتوں کے شوہر بھی ہیں اور لڑکیوں کے اولیاء بھی ۔ عرب میں لڑکیوں کو مہر نہیں دیا جاتا تھا ۔ بلکہ لڑکی کے اولیاء شوہر سے مہر وصول کر کے خود رکھ لیتے تھے ۔ اگر کسی لڑکی کو مہر دینا بھی پڑ گیا تو بادلِ ناخواستہ اور اسے تاوان سمجھ کر دیتے تھے ، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ عورتوں کا جو مہر بھی مقرر ہو وہ ان کو خوش دلی کے ساتھ ادا کر دیا کرو ۔ اگر عورت اپنی مرضی سے سارا مہر یا اس کا کچھ حصہ مرد کو معاف کر دے یا لینے کے بعد اسے واپس کر دے تو وہ (واپس کیاہوا مہر) مرد کے لئے حلال و جائز ہے ۔ (ابن کثیر ۴۵۱/ ۱) ۔

نا سمجھ کو مال دینے کی ممانعت

۵ ۔ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۤءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

اور کم عقل (یتیموں) کو اپنے وہ مال نہ دیا کرو جن کو اللہ نے تمہارا گزارہ بنایا ہے ۔ اور اس (مال) میں سے ان کو کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے

معقول بات کہو ۔

اَلسُّفَھَآءَ ۔ بیوقوف ، نادان ،کم عقل ، احمق ۔ واحد سَفِیۡهٌ ۔
وَاکۡسُوۡھُمۡ ۔ اور ان کو پہننے کو دو۔ کَسۡوٌ سے امر۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر یتیم بیوقوف اور نا سمجھ ہو اور مال کی حفاظت اور تجارت نہ کر سکتا ہو اور اس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ و ہ مال کو یونہی ضائع کر دے گا تو اس مال کو اس کے حوالے نہ کر و بلکہ اس کی پوری پوری حفاظت کرو اور اس کو ضائع ہونے سے بچاؤ اور اس (یتیم) کو اسی مال میں سے یا اگر وہ مال تجارت میں لگا ہوا ہے تواس سے حاصل شدہ نفع میں سے کھلاؤ اور پہناؤ ۔ مال نہ دینے سے یتیم کو رنج ہوتا ہے اس لئے اس کو تسلی دینی چاہئے اور بتانا چاہئے کہ مال اسی کا ہے جب وہ سمجھ دار ہو جائیگا تو اس کو واپس کر دیا جائیگا اور یہ کہ تم تو اس کے صرف نگہبان اور منتظم ہو ۔ (حقانی ۱۲۸/ ۲)۔

یتیم کے مال کی حفاظت

۶ ۔ وَابۡتَلُوا الۡیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ ۚ فَاِنۡ اٰنَسۡتُمۡ مِّنۡھُمۡ رُشۡدًا فَادۡفَعُوۡۤا اِلَیۡھِمۡ اَمۡوَالَھُمۡ ۚ وَلَا تَاۡکُلُوۡھَاۤ اِسۡرَافًا وَّ بِدَارًا اَنۡ یَّکۡبَرُوۡا ؕ وَمَنۡ کَانَ غَنِیًّا فَلۡیَسۡتَعۡفِفۡ ۚ وَ مَنۡ کَانَ فَقِیۡرًا فَلۡیَاۡکُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ فَاِذَا دَفَعۡتُمۡ اِلَیۡھِمۡ اَمۡوَالَھُمۡ فَاَشۡھِدُوۡا عَلَیۡھِمۡ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیۡبًا ؕ

اور تم یتیموں کو آزمالیا کرو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں تو پھر اگر ان میں صلاحیت پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور فضول خرچی سے اور ان کے بڑے ہو جانے کے خوف سے ان کے مال کو جلدی جلدی نہ کھاؤ اور جو (سر پرست) غنی ہو تو اس کو یتیم کے مال سے پر ہیز کرنا چاہئے اور جو (سر پرست) حاجتمند ہو تو وہ دستور کے

مطابق کھالیا کرے ۔ پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرنے لگو تو
ان پر گواہ کر لیا کرو اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کو کافی ہے ۔

اٰنَسْتُمْ ۔ تم نے دیکھا ۔ تم نے محسوس کیا ۔ اِیْنَاسٌ سے ماضی ۔
رُشْدًا ۔ ہوشیاری ۔ بھلائی ۔
بِدَارًا ۔ سرعت سے کام لیکر ۔ جلدی کر کے ۔ مصدر ہے ۔
فَلْیَسْتَعْفِفْ ۔ پس اس کو (یتیم کے مال سے) پرہیز کرنا چاہئے ۔ پس اس کو بچنا چاہئے
اِسْتِعْفَافٌ سے امر غائب۔

تشریح ۔ اس آیت میں چار حکم ہیں

۱ ۔ بالغ ہونے سے پہلے ہی خرید و فروخت کے چھوٹے چھوٹے معاملات ان کے سپرد کر کے ان کی صلاحیت کا اندازہ کرتے رہا کرو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں اور اپنے نفع و نقصان کو سمجھنے لگ جائیں اور کاروبار کے اعتبار سے ان میں کچھ سوجھ بوجھ پیدا ہو جائے تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو ۔

۲ ۔ ان کی سرپرستی کے زمانے میں تم ان کے مال فضول خرچی یا اس خیال سے کہ یہ بڑے ہو کر اپنا مال واپس لے لیں گے نہ کھایا کرو ۔

۳ ۔ اگر یتیم کا سرپرست مالدار ہے تو اس کو یتیم کے مال سے بچنا چاہئے یعنی اس میں سے کچھ نہیں لینا چاہئے ۔ اگر سر پرست غریب ہو تو وہ یتیم کے مال کی نگرانی و حفاظت ، خدمت گزاری اور اس کی تجارت کے معاوضہ میں دستور کے مطابق اپنے لئے لے سکتا ہے ۔ مگر سر پرست کو چاہئے کہ وہ اپنی حاجت اور محنت کو دیکھے ۔ اگر حاجت محنت سے کم ہو تو حاجت کے مطابق لے لے ۔ اگر حاجت محنت سے زیادہ ہو تو صرف محنت کا بدلہ لے لے ۔

پھر اگر ایسا ولی مالدار بن جائے تو کھائے ہوئے مال کو واپس کرنا پڑے گا یا نہیں اس میں دو قول ہیں ۔ ایک یہ کہ واپس نہیں دینا پڑے گا اس لئے کہ اس نے مال اپنے کام اور محنت کے بدلے میں لیا ہے ۔ امام شافعی اور ان کے ساتھیوں کے نزدیک یہی صحیح ہے دوسرا قول یہ ہے کہ تنگدستی دور ہونے کے بعد یتیم کا مال واپس دینا پڑے گا اس لئے کہ اصل تو ممانعت ہے ۔ غربت کی وجہ سے مال لینے کا جواز پیدا ہوا تھا ۔ جب تنگدستی جاتی رہی تو اب اس کا بدلہ دینا پڑے گا ۔

حضرت عمرؓ نے خلیفہ بننے کے بعد اعلان فرمایا کہ میری حیثیت یہاں یتیم کے والی جیسی ہے ۔ اگر مجھے ضرورت نہ پڑی تو میں بیت المال سے کچھ نہ لوں گا اور اگر محتاجی ہوئی تو قرض کے طور پر لوں گا ۔ جب آسانی ہوگی تو واپس کردوں گا ۔ (ابن کثیر ۴۵۳/ ۱) ۔

۴ ۔ جب تم یتیم کا مال اس کے حوالے کرنے لگو تو چند ثقہ اور نیک لوگوں کو اس پر گواہ کر لیا کرو تاکہ اگر کسی وقت کوئی اختلاف پیدا ہو تو اس کو سہولت کے ساتھ طے کیا جاسکے ۔ اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ تم سے ہر چیز کا حساب لے گا ۔

اگر یتیم بالغ ہونے کے بعد بھی احمق اور نا سمجھ ظاہر ہو تو اس کو اس کا مال نہیں دینا چاہئے ۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر یتیم ۲۵ سال کی عمر کے بعد بھی نا سمجھ ظاہر ہو تواس کو اس کا مال دینا چاہئے کیونکہ اب اس کی اصلاح کا زمانہ پورا ہو چکا ہے اور اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہی ۔ اس لئے اب اس کو محروم نہیں کرنا چاہئے ۔ امام شافعی اور صاحبین کے نزدیک اگر یتیم کی نا سمجھی آخر عمر تک بھی رہے تو اس کو مال نہیں دینا چاہئے کیونکہ وہ اپنی نا سمجھی کی بنا پر اسے ضائع کر دے گا ۔ (حقانی ۱۲۸/ ۲) ۔

میراث میں مرد و عورت کا حصہ

۷ ۔ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ص وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۔

مردوں کا بھی ماں باپ اور قرابت داروں کے ترکہ میں حصہ ہے اور عورتوں کا بھی ماں باپ اور قرابت داروں کے ترکہ میں حصہ ہے ۔ خواہ (ترکہ) کم ہو یا زیادہ ۔ حصہ مقرر کیا ہوا ہے ۔

نَصِيْبٌ ۔ حصہ ٹکڑا ۔ قسمت ۔ جمع نُصُبٌ و اَنْصِبَاءٌ ۔
تَرَكَ ۔ اس نے ترک کیا ۔ اس نے چھوڑا ۔ ترک سے ماضی ۔
قَلَّ ۔ وہ قلیل ہوا ۔ وہ کم ہوا ۔ قِلًّا و قِلَّۃٌ سے ماضی ۔

شانِ نزول ۔ ابن حبان نے کتاب الفرائض میں ابو صالح کی روایت سے حضرت ابن عباسؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ اہل جاہلیت نہ لڑکیوں کو میراث دیتے تھے اور نہ ہی بالغ ہونے

سے پہلے چھوٹے لڑکوں کو ۔ ایک انصاری کا انتقال ہوگیا ۔ ان کا نام اوس بن ثابت تھا ۔ اور انہوں نے ایک چھوٹا لڑکا اور دو لڑکیاں چھوڑیں ۔ اوس کے دو چچازاد بھائی خالد اور عرفجہ تھے دونوں نے آکر ساری میراث پر قبضہ کر لیا ۔ اوس کی بیوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا کہوں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۲/ ۲۰۴) ۔

تشریح ۔ ایام جاہلیت میں عرب کے لوگ لڑکوں اور لڑکیوں کو خواہ وہ بالغ ہوں یا نا بالغ ، میت کے ترکہ میں حصہ نہیں دیتے تھے ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی کہ میت کا ترکہ خواہ کم ہو یا زیادہ اس میں کسی قسم کی تخصیص کے بغیر مردوں اور عورتوں دونوں کا حصہ ہے ۔ دونوں کے حصوں کی مقدار کا تعین آگے چل کر آیت نمبر گیارہ میں فرمایا ہے ۔ پھر فرمایا کہ قرآن کریم میں مختلف وارثوں کے مختلف حصے جو بیان کئے گئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں ان میں کسی کو اپنی رائے اور قیاس سے کمی و بیشی یا تغیر و تبدل کا کوئی حق نہیں ۔

دور کے رشتہ داروں کا حصہ

۸ ۔ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۔

اور جب ترکہ کی تقسیم کے وقت قرابت دار (جن کا کوئی حصہ نہ ہو) اور یتیم اور محتاج آ جائیں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دیا کرو اور ان سے معقول بات کرو ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر میراث کی تقسیم کے وقت کچھ ایسے دور کے رشتہ دار اور یتیم و مسکین جمع ہو جائیں جو وراثت میں حصہ کے مستحق نہ ہوں تو تم اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں محنت کے بغیر عطا فرمایا ہے شکرانہ کے طور پر اپنے اختیار سے کچھ حصہ ان کو بھی دیدو ۔ یہ تمہارے لئے صدقہ اور موجب ثواب ہوگا ۔ اور اس سے دور کے رشتہ داروں کی دل شکنی اور حسرت کا بھی ازالہ ہو جائیگا ۔ اگر یہ لوگ تھوڑے سے حصہ پر راضی نہ ہوں بلکہ دوسروں کے برابر حصہ مانگیں تو چونکہ شرعاً ان کا مطالبہ پورا کرنے کی

گنجائش نہیں اس لئے ان کو کوئی ایسی بات کہنے کی بجائے جس سے ان کی دل شکنی ہو نرمی سے سمجھا دو ۔ (معارف القرآن ۳۱۳/ ۲) ۔

اولاد کے حصوں کی حفاظت

۹ ۔ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۔

اور (یتیموں کے معاملہ میں) ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جاتے تو انہیں ان کی کیسی فکر ہوتی ۔ پس ان کو اللہ سے ڈرنا چاہئے اور سیدھی بات کرنی چاہئے ۔

ضِعٰفًا ۔ ضعیف ۔ کمزور ۔ ناتواں ۔ واحد ضَعِیْفٌ ۔

سَدِیْدًا ۔ سیدھا ۔ سَدَادٌ سے صفت مشبہ ۔

تشریح ۔ یہاں عام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اس بات کا پورا پورا اہتمام کرو کہ مرنے والے کا ترکہ اس کی اولاد کو پورا پورا پہنچ جائے اور ہر ایسے طریقے سے پرہیز کرو جس میں اولاد کے حصہ پر برا اثر پڑتا ہو ۔ آیت کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس طرح تم میں سے ہر شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں مرنے کے بعد اس کی چھوٹی اولاد کے ساتھ سختی اور برائی سے معاملہ نہ کیا جائے ، اسی طرح تمہیں دوسروں کی یتیم اولاد کے ساتھ سختی برتنے سے پرہیز کرنا چاہئے ۔ جس طرح تم چاہتے ہو کہ تمہارے مرنے کے بعد تمہاری چھوٹی اولاد کے ساتھ لوگ شفقت و مہربانی سے پیش آئیں اسی طرح تم بھی یتیموں کے ساتھ مہربانی، حسن سلوک اور شفقت سے پیش آؤ اور ان سے سیدھی اور سچی بات کہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ۔

اگر کوئی شخص کسی کو ایسی وصیت کرتے دیکھے جس سے اس کی اولاد اور دوسرے وارثوں کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس شخص کو ایسی وصیت سے روکے ۔

صحیحین میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی بیماری کے زمانے میں ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس مال بہت ہے اور میری صرف ایک لڑکی ہے

اگر آپؐ اجازت دیں تو میں اپنے مال کی دو تہائیاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دوں ۔ آپؐ نے فرمایا نہیں ۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر آدھے کی تو اجازت دیجئے ۔ آپ نے فرمایا نہیں ۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایک تہائی کی تو اجازت دیجئے ۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا ہے تو یہ بھی زیادہ ۔ اگر تو اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ کر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں فقیر چھوڑ کر جائے کہ وہ ہاتھ پھیلاتے پھریں ۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگ ایک تہائی سے بھی کم یعنی ایک چوتھائی ہی کی وصیت کریں تو اچھا ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تہائی کو بھی زیادہ فرمایا ہے ۔ (ابن کثیر ۴۵۶/ ۱ ، معارف القرآن ۲/۳۴) ۔

یتیم کا مال کھانے پر وعید

۱۰ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۠

بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے (ناحق) کھاتے ہیں ۔ بیشک وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالدئے جائیں گے ۔

بُطُوْنِهِمْ ۔ ان کے پیٹ ۔ واحد بَطْنٌ ۔

سَيَصْلَوْنَ ۔ وہ جلد ہی داخل ہوں گے ۔ صَلْیٌ سے مضارع ۔

سَعِيْرًا ۔ دہکتی ہوئی آگ ۔ دوزخ ۔ سَعْرٌ سے صفت مشبہ بمعنی مفعول ۔

تشریح ۔ گزشتہ آیات میں بھی یتیموں کا مال خرچ کرنے میں احتیاط سے کام لینے کی تاکید کی گئی تھی کیونکہ ان کے مال میں خیانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یتیموں کا مال نا حق کھانے والوں کے لئے بڑی سخت سزا بیان فرمائی ہے کہ یہ لوگ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہے رہیں اور عنقریب یہ مال ان کو کھینچ کر جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں لیجائیگا ۔

ابن جریر ؒ اور ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت ابو سعیدؓ خدری کی روایت سے بیان کیا کہ صحابۂ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معراج کی رات کا واقعہ پوچھا تو آپؐ نے

فرمایا کہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ اونٹ کے لبوں کی طرح تھے ۔ بالائی لب سکڑا ہوا دونوں نتھنوں پر تھا اور نیچے کا ہونٹ سینہ پر لٹکا ہوا تھا ۔ جہنم کے کارندے ان کے منہ میں دوزخ کے انگارے اور پتھر بھر رہے تھے ۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون ہیں ؟ جبرائیل امین نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال بیجا طور پر کھاتے تھے ۔

ابن ابی شیبہ ؒ، ابن ابی حاتم ؒ اور ابن حبان ؒ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو قبروں سے ایسی حالت میں اٹھائے گا کہ ان کے منہ سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے ۔ عرض کیا گیا کہ یہ کون لوگ ہوں گے ۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے ۔ (مظہری ۲۶۷، ۲۶۸ / ۲) ۔

وارثوں کے حصوں کا تعین

۱۱ ۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِىْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے (حصہ کے) بارے میں حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے ۔ پھر اگر (مرنے والے کے) سب لڑکیاں ہی ہوں خواہ وہ دو سے زیادہ ہوں تو ان سب کو اس ترکہ کا

دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا ترکہ ہے ، اور اگر میت کے کوئی اولاد (بیٹا ، پوتا وغیرہ) ہو تو میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے ۔ پھر اگر میت کے کوئی بھی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو میت کی ماں کے لئے ترکہ کا ایک تہائی (حصہ) ہے (اور باقی دو تہائی حصہ باپ کا ہے) پھر اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی (یا بہن) ہوں تو (میت کی) ماں کو چھٹا حصہ ملے گا ۔ (یہ تقسیم) میت کی وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد ہے ۔ تم اپنے باپ دادا اور بیٹوں (پوتوں) میں سے یہ نہیں جانتے کہ نفع رسانی کے اعتبار سے ان میں سے کون تم سے زیادہ قریب ہے ۔ (یہ حصہ) اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ہے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے ۔

یُوْصِیْکُمْ ۔ وہ تمہیں وصیت کرتا ہے ۔ وہ تمہیں حکم دیتا ہے ۔ اِیْصَاءٌ سے مضارع ۔

حَظِّ ۔ حصہ ۔ نصیب ۔

دَیْنٍ ۔ قرض ۔ ادھار ۔ مصدر بھی ہے اسم بھی ۔

تَدْرُوْنَ ۔ تم جانتے ہو ۔ تمہیں معلوم ہے ۔ دَرْیٌ و دِرَایَۃٌ سے مضارع ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیتوں میں میراث کا استحقاق رکھنے والوں کا اجمالاً ذکر تھا ۔ میت کے اقارب ، مرد و عورت ، بالغ و نا بالغ سب وارث ہیں اور ترکہ میں سب کا حق ہے ۔ ان آیتوں میں ان کے حصے متعین کئے گئے ہیں ۔

شانِ نزول ۔ امام احمد، ابو داؤد ، ترمذی ، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت جابرؓ کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت سعدؓ بن ربیع کی بیوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں (حضرت) سعدؓ کی لڑکیاں ہیں ۔ ان کے والد آپؐ کے ساتھ جنگ اُحد میں شریک تھے اور وہیں شہید ہو گئے ۔ ان کے چچا نے ان کا تمام مال لے لیا ہے ۔ ان کے لئے کچھ نہیں چھوڑا ۔ اور مال کے بغیر ان کا نکاح نہیں ہو سکتا ۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کرے گا ۔ اس کے بعد جب آیت میراث نازل ہوئی تو آپؐ نے ان لڑکیوں کے چچا کو طلب فرما کر حکم دیا کہ دو تہائی مال لڑکیوں کو دو ، آٹھواں حصہ ان کی ماں کو دو اور باقی مال تمہارا ہے ۔ (مظہری ۲/۲۸

۲۰ ابن کثیر، ۴۵/ ۱) ۔

ترکہ میں ضروری مصارف

تشریح ۔

۱ ۔ میت کے ترکہ میں سے پہلے شریعت کے مطابق اس کے کفن دفن کے اخراجات پورے کئے جائیں ۔ جن میں نہ تو فضول خرچی ہو اور نہ کنجوسی ۔

۲ ۔ اگر میت کے ذمہ کوئی قرض ہو تو اس کو ادا کیا جائے ۔

۳ ۔ اگر قرض کی مالیت اتنی ہو جتنا میت کا مال ہے یا قرض مال سے زیادہ ہو تو دونوں صورتوں میں کسی کو میراث نہیں ملے گی اور نہ اس مال میں کوئی وصیت نافذ ہو گی ۔

۴ ۔ اگر میت کے ذمہ قرض بالکل نہ ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد مال بچ جائے تو اس صورت میں اگر میت نے کوئی وصیت کی ہے اور وہ گناہ کی وصیت نہیں ہے تو میت کا جو مال موجود ہے اس کے ایک تہائی میں وصیت نافذ ہوگی ۔

۵ ۔ اگر کوئی شخص اپنے پورے مال کی وصیت کر دے تب بھی وہ ایک تہائی مال ہی کے لئے معتبر ہو گی ۔ ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ۔

۶ ۔ قرض کی ادائیگی کے بعد ایک تہائی مال میں وصیت نافذ کر کے باقی مال شرعی وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے ۔

۷ ۔ اگر کسی نے وصیت نہیں کی تو قرض کی ادائیگی کے بعد اس کا سارا مال وارثوں میں تقسیم ہو گا ۔

۸ ۔ وارث کے حق میں وصیت باطل ہے ۔ البتہ اگر دیگر وارث اجازت دیدیں تو جس وارث کے لئے وصیت کی گئی ہے اس کے حق میں وصیت نافذ کر کے باقی مال شرعی طریقہ سے اس وارث سمیت جس کے حق میں وصیت کی گئی ہے ، سب وارثوں میں تقسیم کیا جائیگا ۔ (معارف القرآن ۳۲۰/ ۲) ۔

لڑکے اور لڑکیوں کا حصہ ۔ اگر میت کی اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں یعنی دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں اور ایک لڑکا یا ایک سے زیادہ لڑکے اور ایک لڑکی ہو تو ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ ہر لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دو حصے ملیں ۔

جو لوگ بہنوں کو حصہ نہیں دیتے ان کا حق بھائیوں کے ذمہ واجب رہتا ہے اور وہ سخت گنہگار ہیں ۔ ان میں بعض بچیاں نابالغ بھی ہوتی ہیں ۔ ان کو حصہ نہ دینا دوہرا گناہ ہے

ایک تو شرعی وارث کو حصہ نہ دینے کا اور دوسرا گناہ یتیم کا مال کھانے کا ۔

دو یا زائد لڑکیوں کا حصہ ۔ اگر میت کے نرینہ اولاد نہ ہو اور صرف لڑکیاں ہوں اور ان کی تعداد دو یا دو سے زیادہ ہو تو ان کو ترکہ میں سے دو تہائی مال ملے گا ۔ اس دو تہائی مال میں سب لڑکیوں کا حصہ برابر ہوگا اور باقی ایک تہائی مال دوسرے وارثوں مثلاً والدین ، بیوی یا شوہر وغیرہ کو ملے گا ۔

دو سے زائد لڑکیوں کے لئے دو تہائی حصہ کا حکم تو قرآن کریم کی اسی آیت میں لفظ فوق اثنتین سے ثابت ہے مگر دو لڑکیوں کے لئے بھی وہی دو تہائی حصہ کا حکم ہے جو احادیث سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع ہے ۔

تنہا لڑکی کا حصہ ۔ اگر مرنے والے نے صرف ایک لڑکی چھوڑی اور اس کے کوئی لڑکا نہ ہو تو اس کو اس کے والدین یا والدہ کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ملے گا ۔ باقی مال دوسرے وارثوں میں تقسیم ہو گا ۔ (معارف القرآن ۳۲۱ ، ۳۲۲ / ۲) ۔

تنہا لڑکے کا حصہ ۔ اس آیت میں تنہا لڑکے کا حصہ نہیں بتایا گیا اور تنہا لڑکی کے لئے نصف ترکہ مقرر کیا گیا ہے لہذا تنہا لڑکا مال سے محروم تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کو لڑکی پر بہر حال فضیلت حاصل ہے ۔ پس جب تنہا لڑکی محروم نہیں ہوتی تو تنہا لڑکا بھی محروم نہیں ہوگا اور لڑکے کے مقابلہ میں لڑکی کا حصہ نصف ہوتا ہے اور آیت میں لڑکی کے لئے نصف ترکہ مقرر کیا گیا ہے اس لئے تنہا لڑکے کو کل ترکہ ملنا چاہئے ۔

لڑکے کی موجودگی میں کوئی دوسرا عصبہ بھی وارث نہیں ہو سکتا کیونکہ قریب ترین عصبہ لڑکا ہی ہے اس لئے مال کا کوئی حصہ اس سے بچ ہی نہیں سکتا کہ کسی دوسرے وارث کو ملے ۔ لہذا لڑکے کی موجودگی میں پوتے پوتیاں بالا جماع محروم رہیں گے (مظہری ۴۶۹ / ۲) ۔

پوتے پوتیوں کی وراثت ۔ اس بات پر اجماع ہے کہ اگر صلبی اولاد نہ ہو تو پوتے اور پوتیاں صلبی اولاد کی قائم مقام ہو جائینگے ۔ اگر صرف ایک پوتا یا چند پوتے ہوں تو کل مال ان کو ملے گا اور اگر ایک پوتی ہو تو آدھا مال ملے گا ۔ اگر پوتیوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہوگی تو ان کو دو تہائی ملے گا ۔ اگر پوتے اور پوتیاں مخلوط ہوں تو مذکر کا دوہرا حصہ اور مؤنث کا اکہرا حصہ ہوگا ۔ اگر پوتے پوتیوں کے ساتھ ایک صلبی لڑکی یا چند لڑکیاں ہوں تو جو کچھ ترکہ لڑکی یا لڑکیوں کو دینے کے بعد بچے گا وہ پوتے اور پوتیوں کو دوہرے اور اکہرے حصوں کے حساب

سے ملے گا۔

بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرض حصے اہل فرائض کو دو اور فرائض ادا کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ قریب ترین مرد کو دیدو۔

اگر ایک صلبی لڑکی ہو اور ایک یا ایک سے زیادہ پوتیاں تو لڑکی کو نصف ترکہ دینے کے بعد پوتیوں کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ دیا جائیگا تاکہ دو تہائی ہو جائے کیونکہ بیٹیوں، پوتیوں، بہنوں کا حصہ دو تہائی سے زائد نہیں۔ لہٰذا دو تہائی پورا کرنے کے لئے پوتیوں کو چھٹا حصہ دیا جائیگا۔

دو حقیقی بیٹیوں کی موجودگی میں پوتیاں وارث نہ ہوں گی کیونکہ بیٹیوں کو دو تہائی پورا ملے گا اور عورتوں کا حصہ بطور فرضیت دو تہائی سے زائد نہیں، البتہ اگر پوتیوں کے ساتھ مساوی رشتہ کا کوئی پوتا ہوگا یا پوتیوں سے نیچے کے درجہ میں کوئی پوتا ہوگا تو وہ چونکہ عصبہ ہوگا اس لئے وہ اپنے ساتھ مساوی درجہ رکھنے والی پوتیوں کو بھی عصبہ بنا دے گا اور اس سے اوپر کا درجہ رکھنے والی پوتیاں بھی اس کی وجہ سے عصبہ ہو جائینگی۔ (مظہری ۶۸۰ / ۲)۔

والدین کا حصہ۔

۱) ۔ اگر میت کے ماں باپ دونوں زندہ ہوں اور میت کے اولاد بھی ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث تو اس صورت میں ماں کو بھی چھٹا حصہ ملے گا اور باپ کو بھی چھٹا حصہ ملے گا۔ باقی ترکہ دوسرے وارثوں مثلاً اولاد، بیوی یا شوہر وغیرہ میں تقسیم ہو گا۔ اگر میت کے مذکر اولاد نہ ہو بیٹی ہو تو باپ کو چھٹا حصہ تو بطور فرض ملے گا اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد جتنا مال بچے گا وہ باپ کو عصبہ ہونے کی بنا پر ملے گا کیونکہ بیٹوں اور پوتوں کے بعد باپ کا رشتہ تمام عصبات سے زیادہ قریب ہے۔ (مظہری ۶۸۰ / ۲)۔

۲) اگر میت کے اولاد اور بھائی بہن اور بیوی یا شوہر نہ ہوں اور ماں باپ موجود ہوں تو اس صورت میں مال کا ایک تہائی حصہ ماں کو اور باقی دو تہائی باپ کو ملے گا۔

۳) ۔ اگر میت کے وارثوں میں اس کا شوہر یا اس کی بیوی موجود ہو تو سب سے پہلے اس کا حصہ الگ کیا جائیگا۔ اور باقی مال میں سے ایک تہائی والدہ کو اور دو تہائی والد کو ملے گا۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ جس راستہ پر حضرت عمرؓ چلتے تھے ہمیں وہی آسان نظر آتا تھا اور ہم بھی اسی پر چلتے تھے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ اگر میت کے وارث ایک

بیوی اور ماں باپ ہوں تو کیا حکم ہے ۔ آپؐ نے فرمایا عورت کو چوتھائی اور باقی ماندہ میں سے ماں کو ایک تہائی اور باقی دو تہائی باپ کا ہوگا ۔ یہی قول حضرت زیدؓ بن ثابت کا ہے ۔ اسی پر اجماع ہے ۔ (مظہری ۲/۱۸۶) ۔

۴ ۔ اگر میت کی اولاد نہ ہو اور بھائی بہن ہوں خواہ حقیقی ہوں یا علاّتی یا اخیافی (باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے) اور ان کی تعداد دو ہو ، خواہ دونوں بھائی ہوں یا دو نوں بہنیں ، یا دو سے زیادہ ہوں تو دونوں صورتوں میں ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر میت کا کوئی اور وارث نہیں تو باقی ۵/۶ حصہ باپ کو ملے گا ۔

مقررہ حصے بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اور ماں باپ کے یہ حصے اپنے طور پر مقرر فرمائے ہیں ۔ کسی کو اپنی رائے سے ان میں کمی بیشی کا حق نہیں ۔ وہ حکیم ہے ، اسے سب کچھ معلوم ہے ۔ اس نے جو حصے مقرر کئے ہیں ان میں بڑی حکمتیں ہیں اور تمہارے نفع کا کوئی پہلو اس کے علم سے باہر نہیں ۔ (معارف القرآن ۲/ ۳۲۳، ۳۲۴) ۔

زوجین و کلالہ کی میراث

۱۲ ۔ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ج فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْدَيْنٍ ط وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ج فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ج فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْدَيْنٍ لا غَيْرَ مُضَآرٍّ ج وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ط

اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے نصف (ترکہ) ہے اگر ان کے کوئی اولاد نہ ہو ۔ پھر اگر ان کے اولاد ہو تو ان کی وصیت پوری کرنے اور قرض اداکرنے کے بعد ان کے ترکہ میں تمہارے لئے چوتھائی (حصہ) ہے ۔ اور اگر تمہارے کوئی اولاد نہ ہو تو تمہاری بیوی کو تمہارے ترکہ میں چوتھائی (حصہ) ملے گا ۔ پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو تمہاری وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد تمہارے ترکہ میں ان (بیویوں)کاآٹھواں (حصہ) ہے ۔ اور اگر کوئی مرد یا عورت جس کی میراث ہے ، کلالہ ہے (یعنی اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور نہ باپ دادا وغیرہ ہوں) اور اس میت کا (ماں کی طرف سے) ایک بھائی اور ایک بہن ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا ۔ پھر اگر (بھائی اور بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد سب ایک تہائی (حصہ) میں شریک ہوں گے بشرطیکہ (وصیت سے اوروں کو نقصان نہ پہنچا ہو ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا (اور) حلم والا ہے ۔

كَلٰلَةً ۔ کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جس کے نہ اصول ہوں یعنی باپ دادا اور نہ فروع ہوں یعنی اولاد اور بیٹے کی اولاد وغیرہ ۔

مُضَآرٍّ ۔ ضرر پہنچانے والا ۔ نقصان دینے والا ۔ ضِرَارٌ سے اسم مفعول ۔

شانِ نزول ۔ بخاری ، مسلم ، ابو داؤد ، ترمذی ، نسائی اور ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے فرمایا کہ میں بیمار تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ میری بیمار پرسی کے لئے محلہ بنو سلمہ میں پیدل تشریف لائے ۔ میں اس وقت بیہوش تھا ۔ آپؐ نے پانی منگوا کر وضو کے پانی کا چھینٹا دیا ۔ مجھے فوراً ہوش آگیا ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں اپنے مال کی تقسیم کس طرح کروں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ابن کثیر ۴۵۷/ ۱ ، مظہری ۲۶۸/ ۲) ۔

تشریح

زوجین کا حصہ اس آیت میں شوہر اور بیوی کے حصوں کی تعین کی گئی ہے ۔ اگر فوت ہونیوالی عورت کے کوئی اولاد نہ ہو تو قرض کی ادائگی اور وصیت کے نفاذ کے بعد

شوہر کو مرحومہ کے کل مال کا نصف حصہ ملے گا اور باقی نصف دوسرے وارثوں ، مرحومہ کے والدین ، بھائی ، بہن وغیرہ میں حسب قاعدہ تقسیم ہوگا ۔

اگر مرنے والی عورت نے اولاد چھوڑی ہو ، خواہ ایک ہو یا دو یا اس سے زیادہ اور خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی ، اس شوہر سے ہو جس کو چھوڑ کر وفات پائی ہے یا اس سے پہلے کسی اور شوہر سے ہو تو ان تمام صورتوں میں قرض کی ادائیگی اور وصیت کے نفاذ کے بعد موجودہ شوہر کو مرحومہ کے کل مال میں سے ایک چوتھائی ملے گا اور باقی تین چوتھائی مال دوسرے وارثوں میں تقسیم ہوگا ۔

اگر میاں بیوی میں سے فوت ہونے والا شوہر ہے اور اس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تو قرض کی ادائیگی اور وصیت کے نفاذ کے بعد بیوی کو مرحوم شوہر کے کل مال کا چوتھائی ملے گا اور اگر اس نے کوئی اولاد چھوڑی ہے خواہ وہ اس بیوی سے ہو یا کسی دوسری بیوی سے تو اس صورت میں قرض کی ادائیگی اور وصیت کے نفاذ کے بعد بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا ۔

اگر مرحوم شوہر نے ایک سے زیادہ بیویاں چھوڑی ہیں تو بھی مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق ایک بیوی کے حصہ میں جتنی میراث آئے گی وہ ان سب بیویوں میں برابر ، برابر تقسیم کی جائے گی ۔ یعنی سب بیویاں ایک چوتھائی یا آٹھویں حصہ میں شریک ہوں گی ۔ بیوی کو یا بیویوں کو ملنے کے بعد جو ترکہ بچے گا وہ دوسرے وارثوں میں تقسیم کیا جائیگا ۔ (معارف القرآن ۳۲۵ ، ۳۲۶ / ۲) ۔

نوٹ ۔ اگر کسی نے بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو تو دوسرے قرضوں کی طرح وارثوں میں مال تقسیم کرنے سے پہلے بیوی کو مہر کے برابر مال دیاجائیگا ۔ اس کے بعد جو کچھ بچے گا وہ وارثوں میں تقسیم ہوگا ۔ مہر کی ادائیگی کے بعد عورت کو اپنا میراث کا حصہ بھی ملے گا ۔ اگر میت کا مال اتنا ہے کہ مہر ادا کرنے کے بعد کچھ نہیں بچتا تو دوسرے قرضوں کی طرح پورا مال مہر میں عورت کو دیدیا جائیگا اور کسی وارث کو کچھ نہیں ملے گا ۔

کلالہ کی میراث ۔ اگر کوئی مرد یا عورت وفات پا جائے اور اس کے نہ باپ ہو نہ دادا اور نہ اولاد اور اس نے ایک بھائی یا بہن ماں شریک (اخیافی) چھوڑے ہوں تو ان میں سے اگر بھائی ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر بھائی نہیں ہے تو بہن کو بھی چھٹا حصہ ملے گا اور اگر بھائی یا بہن ایک سے زیادہ ہوں مثلاً ایک بھائی ایک بہن ہوں یا دو بھائی دو بہنیں ہوں تو یہ سب میت کے کل مال کے تہائی حصہ میں شریک ہوں گے اور مذکر و

مونث سب کو برابر ، برابر حصہ ملے گا ۔ (معارف القرآن ۳۲۸/ ۲)۔

میراث کے ضروری احکام

کافر و مسلمان کی وراثت ۔ پیدائشی مسلمان کسی کافر کا اور پیدائشی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا خواہ ان میں کوئی بھی نسبی رشتہ ہو ۔

مرتد کی وراثت ۔ اگر کوئی شخص پہلے اسلام لایا پھر (نعوذ باللہ) مرتد ہوگیا تو اس کے مرنے یا قتل ہو جانے پر اس کا وہ مال جو اس نے اسلام کے زمانے میں کمایا تھا اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گا ۔ اور جو مال اس نے مرتد ہونے کے بعد کمایا وہ بیت المال میں جمع کر دیا جائیگا ۔

اگر کوئی عورت اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئی تو اس کا تمام مال خواہ وہ زمانہ اسلام میں حاصل ہوا ہو یا زمانہ ارتداد میں ، اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گا ۔

مرتد ہونے والا خواہ مرد ہو یا عورت دونوں میں سے کسی کو بھی نہ تو کسی مسلمان سے میراث ملے گی نہ کسی مرتد سے ۔

قاتل کی وراثت ۔ اگر کوئی شخص ایسے آدمی کو قتل کر دے جس کے مال میں سے وہ میراث کا حقدار ہو تو یہ قاتل اس شخص کی میراث سے محروم ہو جائیگا ۔

حمل کے بچے کی میراث ۔ اگر کسی شخص نے کچھ اولاد اور حاملہ بیوی چھوڑی تو حمل والا بچہ بھی وارثوں میں شامل ہوگا ۔ مگر بچہ پیدا ہونے تک میراث کی تقسیم ملتوی رکھنا مناسب ہوگا ۔ اور اگر ترکہ تقسیم کرنا ضروری ہو تو حمل کو ایک لڑکا یا ایک لڑکی تصور کر کے دونوں صورتوں میں سے جس صورت میں وارثوں کو کم مال ملتا ہو اس پر عمل کر لیا جائے اور باقی مال بچہ پیدا ہونے کے بعد تقسیم کیا جائے ۔

عدت والی عورت کی میراث ۔ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دیدی ۔ پھر وہ طلاق سے رجوع کرنے اور عدت ختم ہونے سے پہلے وفات پاگیا تو یہ عورت میراث میں حصہ پائے گی کیونکہ اس کا نکاح باقی ہے ۔

اگر کسی شخص نے مرض الوفات میں بیوی کو طلاق دی ، اگر چہ طلاق بائن یا مغلظہ ہی ہو اور وہ عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے مرگیا ، تب بھی وہ عورت اس کی وارث ہوگی اور اس کو وارث بنانے کی وجہ سے اس کی طلاق (کی عدت تین حیض) اور وفات (کی

عدت ۴ مہینے دس دن) کی دونوں عدتوں میں سے جو سب سے زیادہ دراز ہو اسی کو اختیار کیا جائیگا ، تاکہ جہاں تک ممکن ہو عورت کو وراثت میں سے حصہ مل سکے ۔

اگر کسی شخص نے مرض الوفات سے پہلے طلاق بائن یا مغلظ دی اور اس کے چند دن بعد عورت کی عدت کے دوران وہ فوت ہوگیا تو اس صورت میں اس کو میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا ۔ البتہ اگر اس نے رجعی طلاق دی ہے تو عورت کو وراثت میں حصہ ملے گا ۔

عصبات کی میراث ۔ فرائض کے مقررہ بارہ حصے وارثوں کے لئے طے شدہ ہیں ۔ ان وارثوں کو اصحاب الفروض کہتے ہیں ۔ اگر اصحاب الفروض میں سے کوئی نہ ہو یا ان کے حصے دینے کے بعد کچھ مال بچ جائے تو وہ عصبہ کو دے دیا جاتا ہے اور بعض دفعہ ایک ہی شخص کو دونوں حیثیتوں سے مال مل جاتا ہے اور بعض صورتوں میں میت کی اولاد اور میت کا والد بھی عصبہ ہو جاتا ہے ۔ دادا کی اولاد یعنی چچا اور باپ کی اولاد یعنی بھائی بھی عصبہ ہو جاتے ہیں ۔

اگر عصبات نہ ہوں تو اصحاب الفروض کے حصے دینے کے بعد جو مال بچے گا وہ بھی ان کے حصوں کے مطابق انہی (اصحابِ فرائض) کو دیدیا جائیگا ۔ البتہ شوہر اور بیوی کو کسی حال میں مقررہ حصے سے زیادہ نہیں ملے گا ۔

اگر اصحابِ فرائض میں سے کوئی نہ ہو اور عصبات میں سے بھی کوئی نہ ہو تو میراث ذَوِی الْاَرْحَامْ میں تقسیم کی جائے گی ۔ ذَوِی الْاَرْحَامْ میں نواسے نواسیاں ، بہنوں کی اولاد ، پھوپھیاں ، ماموں ، خالہ وغیرہ آتے ہیں ۔ (معارف القرآن ۳۳۲ ۔ ۳۳۳/ ۲) ۔

اطاعت کا انعام

۱۳ ۔ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن

کے نیچے نہریں بہتی ہیں ۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں فرمایا کہ یہ تمام احکامِ میراث اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں ۔ مومنوں کو ان حدود کے اندر رہنا چاہئے ۔ ان سے باہر قدم نکالنے میں ایمان کا خطرہ ہے ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری اتباع کرے گا ، اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ۔ یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ یہی بڑی کامیابی ہے کیونکہ جنت ہمیشگی کا گھر ہے جہاں ایسی نعمتیں ملیں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال تک گزرا ۔

نا فرمانی کا انجام

۱۴ ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۖ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۔

اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نا فرمانی کرے گا اور اس کی (مقرر کی ہوئی) حدود سے تجاوز کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ۔ اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے ۔

يَتَعَدَّ ۔ وہ حد سے تجاوز کرے گا ۔ تَعَدِّی سے مضارع ۔

مُّهِيْنٌ ۔ ذلیل کرنے والا ۔ بے عزت کرنے والا ۔ اِهَانَةٌ سے اسم فاعل ۔

تشریح ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نا فرمانی کرے گا اور اس کی قائم کردہ حدود کو توڑے گا یعنی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو بدل کر کسی وارث کے حصے کو کم یا بیش کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے وہاں ذلیل اور رسوا کرنے والا عذاب ہے ۔ پس وہ وہاں ہمیشہ مصیبت ، ذلت اور رسوائی میں گرفتار رہے گا ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ایک شخص ستر سال تک نیک عمل کرتا ہے پھر وصیت کے وقت ظلم کرتا ہے ، اس کا خاتمہ بُرے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنمی بن جاتا ہے ۔ اور ایک شخص ستر سال تک بُرائی کا عمل کرتا ہے ، پھر اپنی وصیت میں عدل کرتا ہے ۔ اس کا خاتمہ بہتر ہو جاتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے ۔ (ابن کثیر ۴۶۱/ ۱) ۔

بدکاری کی سزا

۱۵ ، ۱۶۔ وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۔ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْیَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلاً ۔ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۔ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّاباً رَّحِیْمًا ۔

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں ، تو ان پر اپنے لوگوں میں سے چار (معتبر) گواہ لاؤ ۔ پھر اگر وہ گواہی دیدیں تو ان (عورتوں) کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ وہ مر جائیں یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی راستہ نکالے ۔ اور تم میں سے جو دو مرد بد کاری کریں تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ ۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی حالت کی اصلاح کرلیں تو ان سے کچھ تعرض نہ کرو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے ۔

فَاحِشَةً ۔ بے حیائی بدکاری ۔ لغت میں ہر ایسے قول و فعل کو فحش کہا جاتا ہے جو بڑا ہو اور جس کا ذکر کرنا اور سننا گوارا نہ ہو ۔ یہاں مُراد زنا ہے ۔ فُحْشٌ سے اسم مصدر ۔

فَاَمْسِكُوْهُنَّ ۔ پس تم ان عورتوں کو روک رکھو ۔ اِمْسَاكٌ سے امر ۔

تشریح ۔ پہلی آیت میں بدکاری کی مجرم عورتوں کی سزا کا حکم ہے اور دوسری آیت میں بدکاری کرنے والے مردوں کی سزا کا بیان ہے ۔ ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب چار چشم دید عادل گواہوں کی سچی گواہی سے کسی عورت کی سیاہ کاری ثابت ہوجائے تو اس کو گھر

کے اندر ہی قید کرکے رکھو یہاں تک کہ اس کو موت آجائے یا اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی راہ نکال دے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد سورۂ نور میں حکم نازل ہوا کہ اگر کنوارا مرد یا عورت ایسا فعل کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور اگر شادی شدہ مرد یا عورت اس فعل کا ارتکاب کرے تو ان میں سے ہرایک کو سنگسار کرو۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب تک سورۂ نور کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی زناکار عورت کے لئے یہی حکم تھا۔

زنا کے ثبوت کے لئے چار مردوں کی گواہی ہونی چاہیئے جو مومن اور عادل ہوں فاسق نہ ہوں۔ زنا کے مقدمہ میں عورت کی شہادت بالا جماع جائز نہیں۔

پھر فرمایا کہ اگر مرد و عورت دونوں توبہ کرلیں اور بدکاری سے باز آجائیں اور اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں تو تم ان کے ساتھ سختی سے پیش نہ آؤ کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی مانند ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (ابن کثیر ۴۶۲/ ۱، حقانی ۱۳۶/ ۲)۔

توبہ کی شرائط

۱۷۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔

بیشک اللہ تعالیٰ ان ہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو نادانی سے کوئی بُری حرکت کر بیٹھیں۔ پھر (معلوم ہونے پر) جلدی توبہ کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

تشریح۔ یہاں توبہ قبول ہونیکی شرائط بتائی گئی ہیں۔ توبہ قبول ہونے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں۔

۱)۔ گناہ، حماقت و غفلت اور بیوقوفی سے کیا ہو۔ پس جو شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرے خواہ جان بوجھ کر، قصد اور ارادہ سے کرے یا خطاء اور ناواقفیت کی بنا پر کرے وہ بہر حال جہالت ہی میں شمار ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر ایسے گناہ سے توبہ کرنے والے کی توبہ

قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ وہ توبہ اخلاص اور صدق دل سے کی گئی ہو ۔
۲) ۔ گناہ کا احساس ہوتے ہی ندامت محسوس کرتے ہوئے فوراً توبہ کر لے ۔
جو لوگ یہ دو شرطیں پوری کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی توبہ ضرور قبول فرمالیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے کہ کس نے نادانی سے گناہ کیا اور کس نے اخلاص سے توبہ کی ۔ وہ بڑی حکمت والا ہے ۔

حضرت ابو سعید خُدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان نے (بارگاہ الٰہی میں) عرض کیا کہ تیری عزّت اور جلال کی قسم ، میں لوگوں کو برابر گمراہ کرتا رہوں گا جب تک کہ ان کے اندر جان ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزّت اور جلال کی قسم میں بھی ان کو ہمیشہ معاف کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں گے ۔ (مظہری بحوالہ امام احمد وابویعلیٰ ۲۰۲/۲ ، ابن کثیر ۴۶۳/ ۱) ۔

توبہ کا قبول نہ ہونا

۱۸ ۔ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو گناہ پر گناہ کئے چلے جاتے ہیں ۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آکھڑی ہوتی ہے تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ایسے لوگوں کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو حالت کفر میں مر جاتے ہیں ۔ انہی (لوگوں) کے لئے تو ہم نے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

لَيْسَتِ ۔ وہ نہیں ہے ۔ فعل ناقص ہے ۔
اَعْتَدْنَا ۔ ہم نے تیار کیا ۔ اِعْتِدَاءٌ سے ماضی ۔

تشریح ۔ اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کی توبہ قبول نہیں ہوتی ۔ جو لوگ عمر بھر جرأت کے ساتھ گناہ کرتے رہتے ہیں اور باز نہیں آتے ۔ پھر جب موت سر پر آ جاتی ہے ، جان کنی کی حالت ہوتی ہے اور موت کے فرشتے نظر آنے لگتے ہیں تو وہ اس وقت کہتے ہیں

کہ اب ہم توبہ کرتے ہیں ۔ ایسے لوگوں نے توبہ کا وقت کھو دیا ۔ لہذا اب ان کی توبہ بھی قبول نہیں ہوگی اسی طرح ان لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی جن کو کفر کی حالت پر موت آ گئی اور انہوں نے عین نزع کی حالت میں ایمان کا اقرار کیا ۔ انہی لوگوں کے لئے درد ناک عذاب ہے ۔

مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج مغرب کی جانب سے بر آمد ہونے سے پہلے تک جو شخص توبہ کر لے گا ، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لے گا ۔ (معارف القرآن ۳۴۵/ ۲) ۔

عورتوں پر ظلم کی ممانعت

۱۹ ۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاۤءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ

اے ایمان والو ! تمہیں یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں سے میراث لے لو اور نہ ان کو اس لئے روک کر رکھو کہ تم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو سوائے اس کے کہ وہ صریح بد کاری کریں ۔ اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے رہو ۔ پھر اگر (کسی وجہ سے) وہ تمہیں پسند نہ ہوں تو ممکن ہے ایک چیز تمہیں نا پسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسی میں (تمہارے لئے) بہت بھلائی رکھی ہو ۔

كَرْهًا ۔ نا پسندیدگی ۔ سختی ۔ جبر ۔ زبردستی ۔
تَعْضُلُوْهُنَّ ۔ تم ان کو قید کرو ۔ تم ان کو روکو ۔ عَضْلٌ سے مضارع ۔

شانِ نزول ۔ بخاری ، ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ (دور جاہلیت میں) جب کوئی مر جاتا تو اس میت کے قریب ترین عزیز اس کی بیوی کے

زیادہ حقدار ہوتے تھے ۔ اگر چاہتے تو خود نکاح کر لیتے اور چاہتے تو کسی دوسرے سے نکاح کر دیتے ۔ عورت کے قریب ترین عزیزوں کو بھی اس کا اختیار نہیں ہوتا تھا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۴۰، ۲ / ۲) ۔

تشریح ۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کے وارث اس کی عورت کے پورے حقدار سمجھے جاتے تھے ۔ اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس کو اپنے نکاح میں لے لیتا ۔ اگر وہ چاہتے تو دوسرے کسی کے نکاح میں دیدیتے ۔ اگر وہ چاہتے تو اس کو نکاح ہی نہ کرنے دیتے ۔ اس عورت کے رشتہ داروں کے مقابلے میں یہی لوگ اس کے زیادہ حقدار سمجھے جاتے تھے ۔

دوسری روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ لوگ اس عورت کو مجبور کرتے کہ وہ مہر کے حق سے دست بردار ہو جائے یا نکاح کے بغیر بیٹھی رہے ۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ خاوند کے مرتے ہی ان لوگوں میں سے کوئی آکر اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا اور وہی اس کا مختار سمجھا جاتا ۔ اگر وہ خوبصورت ہوتی تو کپڑا ڈالنے والا خود اس سے نکاح کر لیتا ۔ اگر بد صورت ہوتی تو اسے یونہی روکے رکھتا یہاں تک کہ مرجائے ۔ پھر وہی اس کے مال کا وارث بنتا ۔ زمانہ جاہلیت میں یہ بات بھی عام تھی کہ اگر کسی شخص نے کسی شریف عورت سے نکاح کر لیا تو موافقت نہ ہونے کی صورت میں وہ اسے طلاق دے دیتا تھا لیکن ساتھ میں یہ شرط بھی کر لیتا کہ اس کی اجازت کے بغیر وہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی ۔ اس بات پر گواہ مقرر ہو جاتے اور اقرار نامہ لکھ لیا جاتا ۔ اگر کہیں سے پیغام آئے اور وہ عورت راضی ہو تو یہ کہتا کہ مجھے اتنی رقم دیدو تو میں نکاح کی اجازت دیدوں گا ۔ اگر وہ عورت مطلوبہ رقم ادا کر دیتی تو خیر ورنہ وہ اسے یونہی روکے رکھتا اور دوسرا نکاح نہ کرنے دیتا ۔ (ابن کثیر ۴۶۵ / ۱) ۔

اس آیت میں انہی ناشائستہ افعال سے منع فرمایا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے ۔

۱) ۔ اگر کسی نے کسی بالغ عورت سے اس کی اجازت اور رضا مندی کے بغیر نکاح کر لیا تو وہ نکاح شرعاً حلال نہیں بلکہ کالعدم ہے ۔ ایسے نکاح سے نہ تو ان کے درمیان میاں بیوی کا رشتہ قائم ہوتا ہے اور نہ وراثت یا نسب کے احکام جاری ہوتے ہیں ۔

۲) ۔ اگر کسی نے عورت کو مجبور کر کے اس سے اپنا دیا ہوا مہر واپس لے لیا یا واجب الادا مہر کو جبراً معاف کرالیا تو یہ جبری واپسی یا معافی شرعاً معتبر نہیں ۔ نہ اس طرح لیا ہوا مال مرد کے لئے حلال ہوتا ہے اور نہ کوئی واجب حق معاف ہوتا ہے ۔

۳) ۔ عورتوں کو اس خیال سے اپنی مرضی کا نکاح کرنے سے نہ روکو کہ تم نے یا تمہارے عزیز نے ان کو جو مال بطور مہر یا ہدیہ دیا ہو وہ ان سے واپس لے لو ۔

۴ ۔ اگر کسی عورت سے کسی ایسی کھلی ہوئی ناشائستہ حرکت کا ارتکاب ہو جائے جس کی وجہ سے آدمی طلاق دینے پر مجبور ہو جائے تو ایسی صورت میں شوہر اس وقت تک طلاق نہ دے جب تک کہ وہ اس کا دیا ہوا مال یا مہر واپس نہ کر دے یا واجب الادا مہر کو معاف نہ کردے ۔

۵) ۔ اگر مرد ، عورت کو بد صورتی یا بد اخلاقی کی وجہ سے نا پسند کرتا ہو تب بھی اس کو صبر کرنا چاہئے ۔ اس صورت میں بھی نہ تو اس کو تکلیف دے اور نہ اس سے ترک تعلق کرے کیونکہ ممکن ہے ایک چیز اس کو پسند نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس میں بڑا فائدہ رکھ دے یعنی (آخرت میں) بڑا درجہ یا ثواب یا (دنیا میں) نیک اولاد عطا فرمادے ۔ (معارف القرآن ۔ ۳۵۱ ، ۳۵۲ / ۲) ۔

مہر واپس لینے کی ممانعت

۲۰ ، ۲۱ ۔ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۔

اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہتے ہو (ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری عورت سے شادی کرنا چاہتے ہو) اور تم اس (پہلی بیوی) کو بہت سا مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو ۔ کیا تم اس پر بہتان باندھ کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر اس کو (واپس) لینا چاہتے ہو ۔ اور تم اس کو کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے سے بے حجاب ہو کر مل چکے ہو اور وہ عورتیں تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں ۔

قِنْطَارًا ۔ ڈھیر۔ خزانہ۔ انبار۔
اَفْضٰی ۔ وہ مل چکا۔ وہ پہنچ گیا۔ اِفْضَاءٌ سے ماضی۔
غَلِیْظًا ۔ پختہ۔ سخت۔ گاڑھا۔

تشریح ۔ اگر عورت نے نا فرمانی اور زنا کا ارتکاب نہ کیا ہو مگر شوہر اپنی خواہش سے اس کو چھوڑ کر دوسری بیوی کرنا چاہتا ہو تو اس صورت میں اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ دئے ہوئے مال کا کوئی حصہ طلاق کے معاوضہ میں اس سے واپس لے لے یا واجب الادا مہر کو معاف کرا لے خواہ اس نے اس بیوی کو ڈھیروں مال ہی دیا ہو کیونکہ اس میں عورت کا کوئی قصور نہیں۔ کیا تم باطل طریقے سے بیوی پر زنا وغیرہ کا بہتان لگا کر، کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے اس سے اپنا مال واپس لو گے ؟ اور جب مہر مقرر ہو چکا اور اس کا ادا کرنا واجب ہو گیا اور تم بیوی سے خلوت بھی کر چکے تو پھر تم دئے ہوئے مال کو واپس نہیں لے سکتے۔ (مظہری ۶۰۲ ، ۶۰۷ / ۲ ، معارف القرآن ۳۵۲ / ۲) ۔

سوتیلی ماؤں کی حُرمت

۲۲ ۔ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۔ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۔

اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو مگر جو گزر چکا (سو گزر چکا) بیشک یہ بڑی بے حیائی اور نہایت نفرت کی بات ہے اور برا طریقہ ہے۔

سَلَفَ ۔ وہ ہو چکا۔ وہ گزر گیا۔ سَلَفٌ سے ماضی۔
مَقْتًا ۔ سخت نا پسندیدہ۔ سخت نفرت کیا ہوا۔ مصدر بمعنی مفعول۔

شانِ نزول ۔ ابن ابی حاتم ، فریابی اور طبرانی نے حضرت عدی بن ثابت کی وساطت سے حضرت ابو قیسؓ انصاری کا واقعہ بیان کیا ہے۔ حضرت ابو قیسؓ بڑے نیک اور بزرگ صحابی تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے قیس نے ان کی بیوی سے نکاح کرنا چاہا جو اس کی سوتیلی ماں تھی۔ عورت نے قیس سے کہا کہ بیشک تو اپنی قوم میں نیک ہے مگر میں تو تجھے اپنا بیٹا شمار کرتی ہوں۔ پھر اس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ اب تم اپنے گھر چلی جاؤ (اور حکم کا انتظار کرو) اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (ابن کثیر ۴۶۸ / ۱) ۔

تشریح ۔ اہل جاہلیت اپنی سوتیلی ماؤں اور بعض دیگر محرمات سے بھی نکاح کر لیتے تھے ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سوتیلی ماؤں کی حرمت اور ان کی تعظیم و توقیر بیان فرمائی ہے کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو ، ان سے نکاح نہ کرو مگر جو کچھ پہلے ہو چکا اس کا مواخذہ نہ ہوگا ۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور شریف لوگوں کے نزدیک یہ بہت ہی بے حیائی ،گناہ اور سخت نفرت کا کام ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے کسی امت کو بھی اس کی اجازت نہیں دی ۔

اگر باپ نے کسی عورت سے صرف نکاح کیا اور ابھی وہ رخصت ہو کر بھی نہیں آئی کہ طلاق ہو گئی یا باپ مر گیا وغیرہ تب بھی وہ عورت اس کے بیٹے پر حرام ہے ۔ اسی طرح بیٹے کی بیوی سے باپ کا نکاح کرنا درست نہیں اگر چہ بیٹے کا صرف نکاح ہی ہوا ہو ۔

اگر باپ نے کسی عورت سے زنا کر لیا تو بھی بیٹے کو اس عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ۔

مُحرماتِ نکاح

۲۳ ۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ لا وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ط

تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور

تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور جن بیویوں سے تم نے صحبت کی ہو ان کی وہ بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں رہتی ہوں (تم پر حرام کی گئیں) پھر اگر تم نے ان بیویوں سے صحبت نہیں کی تو (ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں ۔ اور تمہارے بیٹوں کی بیویاں (بہوئیں) جو تمہاری صُلب (پشت) سے پیدا ہوئیں (وہ بھی تم پر حرام ہیں) اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) رکھو (یہ بھی حرام ہے) مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) مہربان ہے ۔

رَبَآئِبُکُمْ ۔ تمہاری بیوی کی لڑکیاں جو پہلے خاوند سے ہوں ۔ ربیب اس بچہ کو کہتے ہیں جو پہلے شوہر کا ہو اور ماں کے ساتھ چلا آئے ۔ واحد رَبِیْبَۃٌ ۔

حُجُوْرِکُمْ ۔ تمہاری آغوشیں ۔ تمہاری گودیں ۔ واحد حِجْرٌ ۔

اَصْلَابِکُمْ ۔ تمہاری پیٹھیں ۔ تمہاری پشتیں ۔ تمہاری نسلیں ۔ واحد صُلْبٌ ۔

تشریح ۔ گزشتہ آیت میں سوتیلی ماں کی حرمت کا بیان تھا ۔ اس آیت میں ان عورتوں کا بیان ہے جن سے نکاح جائز نہیں ۔

۱ ۔ **حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ** ۔ تم پر اپنی ماں سے نکاح کرنا حرام کر دیا گیا ہے ۔ اس میں دادیاں اور نانیاں سب داخل ہیں ۔

۲ ۔ **وَ بَنٰتُکُمْ** ۔ اور تم پر اپنی صلبی لڑکی سے بھی نکاح کرنا حرام اور لڑکی کی لڑکی سے بھی اور بیٹے کی لڑکی سے بھی یعنی بیٹی ، پوتی ، پڑپوتی ، نواسی اور پڑنواسی ، ان سب سے نکاح کرنا حرام ہے ۔ اور جو لڑکا اور لڑکی صلبی نہ ہو بلکہ گود لیکر پال لیا ہو ، ان سے اور ان کی اولاد سے نکاح جائز ہے ۔ بشرطیکہ کسی دوسرے طریقہ سے حرمت نہ آئی ہو ۔ اسی طرح اگر کسی نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس سے جو لڑکی پیدا ہو وہ بھی بیٹی کے حکم میں ہے اس سے بھی نکاح درست نہیں ۔

۳ ۔ **وَاَخَوٰتُکُمْ** ۔ حقیقی بہن سے بھی نکاح کرنا حرام ہے اور اس بہن سے بھی جو علاّتی (باپ شریک) اور اس بہن سے بھی جو اخیافی (ماں شریک) ہو ۔

۴ ۔ **وَعَمّٰتُکُمْ** ۔ باپ کی حقیقی بہن ، علاتی بہن ۔ اخیافی بہن ۔ ان تینوں سے نکاح حرام

ہے ۔ یعنی تینوں قسم کی پھوپھیوں سے نکاح نہیں ہو سکتا ۔

۵۔ **وَخٰلٰتُکُمْ** والدہ کی بہن خواہ حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی ۔ ہر ایک سے نکاح حرام ہے

۶ ۔ **وَ بَنٰتُ الْاَخِ** ۔ بھائی کی لڑکیوں یعنی بھتیجیوں سے بھی نکاح حرام ہے،خواہ حقیقی ہوں علاتی ہوں یا اخیافی ہوں ۔ تینوں طرح کے بھائیوں کی لڑکیوں سے نکاح حلال نہیں ۔

۷ ۔ **وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ** ۔ بہن کی لڑکیوں یعنی بھانجیوں سے بھی نکاح حرام ہے،خواہ بہن یا بہنیں حقیقی ہوں یا اخیافی ہوں ، شرعاً ان کی لڑکیوں سے نکاح نہیں ہو سکتا ۔

۸ ۔ **وَ اُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَکُمْ** ۔ اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے ۔ یعنی دودھ پینے کے زمانے میں جن عورتوں کا تم نے دودھ پیا ہے اگر چہ وہ حقیقی مائیں نہ ہوں وہ بھی حرمت نکاح میں والدہ کے حکم میں ہیں اور ان سے بھی نکاح حرام ہے خواہ دودھ تھوڑا پیا ہو یا زیادہ ، ایک دفعہ پیا ہو یا زیادہ مرتبہ ۔

۹ ۔ **وَ اَخَوٰتُکُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ** ۔ اور تمہاری دودھ شریک بہنیں ۔ رضاعت کے رشتہ سے جو بہنیں ہیں ان سے بھی نکاح حرام ہے ۔ اگر ایک لڑکے اور ایک لڑکی نے کسی عورت کا دودھ پیا تو ان دونوں کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا اسی طرح رضاعی بھائی اور رضاعی بہن کی لڑکی سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا ۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؐ کو اپنے چچا حضرت حمزہ کی لڑکی (سے نکاح کرنے) کی خواہش ہے ۔ وہ قریش میں حسین ترین عورت ہے ۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہیں علم نہیں کہ حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح نسبی رشتہ میں نکاح حرام کیا ہے اسی طرح رضاعی رشتہ میں بھی حرام کیا ہے ۔ (مظہری بحوالہ مسلم ۱۲، ۱۳۰، / ۲) ۔

۱۰۔ **وَ اُمَّھٰتُ نِسَآئِکُمْ** ۔ اور تمہاری بیویوں کی مائیں بھی شوہروں پر حرام ہیں ۔ اس میں بیویوں کی نانیاں ، دادیاں ، نسبی ہوں یا رضاعی سب داخل ہیں ۔

۱۱ ۔ **وَرَبَآئِبُکُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ مِّنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ** ۔ اور جن بیویوں سے تم نے صحبت کی ہو ان کی وہ بیٹیاں جو دوسرے شوہر سے ہوں اور تمہاری پرورش میں رہتی ہوں اور ان کی پوتیاں اور نواسیاں ان سب سے نکاح کرنا جائز نہیں ۔ البتہ اگر ان بیویوں سے صحبت نہیں کی تو ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں ۔

۱۲ ۔ **وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ** ۔ بیٹے کی بیوی حرام ہے ۔ اس میں

پوتا ، نواسا بھی داخل ہیں ۔ لہٰذا ان کی بیویوں سے نکاح جائز نہیں ۔ رضاعی بیٹا بھی نسبی بیٹے کے حکم میں ہے ۔ لہٰذا اس کی بیوی سے بھی نکاح کرنا حرام ہے ۔

۱۳ ۔ **وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ** ۔ دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا بھی حرام ہے ۔ خواہ حقیقی بہنیں ہوں یا علاتی ہوں یا اخیافی ، نسبی ہوں یا رضاعی ، یہ حکم سب کے لئے ہے ۔ البتہ طلاق ہو جانے کے بعد عدت گزرنے پر دوسری بہن سے نکاح کرنا جائز ہے اسی طرح پھوپھی ، بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بھی کسی ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

۱۴ ۔ **اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا** ؕ ممنوعہ عورتوں سے نکاح پر عذاب ہوگا البتہ زمانۂ جاہلیت میں جو کچھ ہو چکا اس پر مواخذہ نہیں ہوگا ۔ مگر آئندہ کے لئے اجتناب لازم ہے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۔ (مظہری ۱۶، ۱۹۰ ، / ۲ معارف القرآن ۳۵۸ ۔ ۳۶۲ / ۲) ۔

منکوحہ سے نکاح کی ممانعت

۲۴ ۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ج كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ج وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ط

اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ باندیاں جو تمہاری ملک میں آ جائیں (حرام نہیں) اللہ تعالیٰ نے تم پر ان (احکام) کو فرض کر دیا ہے ۔ اور ان عورتوں کے سوا (جن کا اوپر ذکر آیا ہے) دوسری تمام عورتیں تمہارے (نکاح کے) لئے حلال ہیں بشرطیکہ تم ان کو اپنے مال (مہر) کے ذریعہ پاکدامنی کے لئے طلب کرو شہوت رانی کے لئے نہیں ۔ پھر جب تم نے ان سے اس (مال) کے سبب فائدہ اٹھالیا تو ان کا مقرر

کیا ہوا مہر ادا کر دو ۔ اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم مقررہ (مہر) میں سے
(کچھ کمی بیشی کے لئے) آپس میں رضا مند ہو جاؤ ۔ بیشک اللہ تعالیٰ
سب کچھ جانتا ہے (اور) حکمت والا ہے ۔

اَلْمُحْصَنٰتُ ۔ پاکدامن عورتیں ۔ شوہر والی عورتیں ۔ **اِحْصَانٌ** سے اسم مفعول ۔
مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ۔ تمہارے دائیں ہاتھ کی ملکیت ۔ مراد غلام عورتیں ہیں جو جنگ وغیرہ کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ۔
وَرَآءَ ۔ سوائے ۔ علاوہ ۔ پس پشت ۔
تَبْتَغُوْا ۔ تم طلب کرو ۔ تم چاہو ۔ تم تلاش کرو ۔ اِبْتِغَاءٌ سے مضارع ۔
مُسٰفِحِیْنَ ۔ بد کار ۔ زنا کرنے والے ۔ سفاح سے اسم فاعل ۔
اسْتَمْتَعْتُمْ تم نے فائدہ حاصل کیا ۔ تم نے لطف اٹھایا ۔ اِسْتِمْتَاعٌ سے ماضی ۔
اُجُوْرَهُنَّ ۔ ان کے حقوق ۔ ان کا بدلہ ۔ یہاں عورتوں کا مہر مراد ہے ۔ واحد اجرٌ ۔

شانِ نزول ۔ مسند احمد میں حضرت ابو سعیدؓ خدری سے مروی ہے کہ خاوندوں والی کچھ عورتیں جنگ اوطاس میں قید ہو کر آئیں۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں سوال کیا ۔ اس پر یہ آیت اتری اور ان سے ملنا حلال کیا گیا ۔ (ابن کثیر ۳،۴/ ۱)

تشریح ۔ شوہر والی بیوی کو کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں جب تک کہ وہ عورت طلاق کے ذریعہ یا شوہر کی وفات کی وجہ سے نکاح سے جدا نہ ہو جائے اور طلاق یا وفات کی عدت پوری نہ کرلے البتہ وہ عورت جو مملوکہ کنیز ہو کر تمہاری ملک میں آ جائے تو وہ حرمت کے اس حکم سے مستثنیٰ اور تم پر حلال ہے خواہ اس کا خاوند زندہ ہو اور اس نے اس کو طلاق بھی نہ دی ہو ۔ مثلاً مسلمانوں نے دار الحرب کے کافروں سے جہاد کیا اور وہاں سے کچھ عورتیں قید ہو کر دار الاسلام میں آئیں اور ان کے شوہر دار الحرب میں رہ گئے ۔ دارالاسلام میں آنے کے بعد ان عورتوں کے نکاح اپنے سابقہ شوہروں سے ختم ہو گئے اگر یہ عورتیں کتابیہ یا مسلمہ ہوں تو ان سے دارالاسلام کے مسلمان ایک حیض کے بعد نکاح کر سکتے ہیں ۔ مشرک بت پرست سے نکاح جائز نہیں ۔ اگر امیرالمؤمنین ان میں سے کسی کو کنیز بنا کر کسی فوجی کو مال غنیمت کی تقسیم میں دیدے تب بھی ایک حیض کے بعد اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے ۔ اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل ضروری ہے ۔ اس کے بعد فائدہ اٹھائے ۔

(معارف القرآن ۳۴۴/ ۲) ۔

مہر ادا کرنے کی تاکید ۔ جن محرمات کا اوپر ذکر ہوا ان کی حرمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہے ۔ ان محرمات کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح حلال ہے مثلاً چچا کی لڑکی ، خالہ کی لڑکی ، ماموں زاد بہن ، بیوی کی وفات کے بعد اس کی بہن وغیرہ ۔ اور یہ محرمات اس لئے بیان کی گئیں تاکہ تم نکاح کے لئے اپنے اموال کے ذریعہ عفت و عصمت کے لئے حلال عورتیں تلاش کر سکو اور تم مال خرچ کر کے زنا کے لئے عورتیں تلاش نہ کرو۔

جب تم نکاح کے بعد عورتوں سے فائدہ حاصل کر لو تو ان کا مہر ادا کر دو جو تمہارے اوپر فرض کیا گیا ہے ۔ اس میں کوتاہی کرنا شریعت کے خلاف ہے ۔ شوہر مقررہ مہر میں اپنی طرف سے اضافہ بھی کر سکتا ہے ۔ اسی طرح اگر بیوی چاہے تو اپنی طرف سے تھوڑا یا پورا مہر معاف کر سکتی ہے ۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اس لئے ہر حال میں اس سے ڈرتے رہنا چاہئے اور احکام شرعیہ کی خلاف ورزی سے بچتے رہنا چاہئے ۔
(معارف القرآن ۳۴۴ ۔ ۳۴۸/ ۲)۔

آزاد مسلمان عورت کو ترجیح

۲۵ ۔ وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلاَ مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؕ

اور تم میں سے جو (اس بات کی) استطاعت نہ رکھتا ہو کہ وہ پاکدامن مسلمان (آزاد) عورتوں سے نکاح کرسکے تو پھر جو مسلمان کنیزیں تمہارے قبضہ میں ہوں (ان میں سے کسی سے نکاح کر لے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے ۔ تم آپس میں ایک ہو ۔ سو تم ان (کنیزوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور دستور کے مطابق ان کو ان کے مہر بھی ادا کردو (اور یہ کنیزیں) پاکدامن ہوں ، علانیہ بد کاری کرنے والی اور خفیہ آشنائی کرنے والی نہ ہوں ۔ پھر اگر وہ (کنیزیں) نکاح میں آ جانے کے بعد بے حیائی کا کام کریں تو جو سزا آزاد عورتوں کے لئے مقرر ہے ان (کنیزوں) کے لئے اس کی نصف سزا ہے ۔ اور تم میں سے (کنیز سے نکاح کی اجازت) اس کے لئے ہے جس کو گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو اور اگر تم صبر کرو (اور کنیز سے نکاح نہ کرو) تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے ۔

طَوْلاً ۔ تونگری ۔ مالی وسعت ۔ قدرت ۔ مہر ۔
فَتَیٰتِکُمُ ۔ تمہاری مسلمان کنیزیں ۔ واحد فَتَاۃٌ ۔
مُسٰفِحٰتٍ ۔ علی الاعلان بد کاری کرنے والیاں ۔ زنا کرنے والیاں ۔ **سِفَاحٌ** سے اسم فاعل ۔
مُتَّخِذٰتِ ۔ پکڑنے والیاں ، لینے والیاں ۔ واحد **مُتَّخِذَۃٌ** ۔
اَخْدَانٍ ۔ خفیہ آشنائی کرنے والیاں ۔ واحد **خِدْنٌ** ۔ یہ مذکر و مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔
اَلْعَنَتَ ۔ گناہ کرنا ۔ بد کاری کرنا ۔ زنا کرنا ۔ مصدر ہے ۔

تشریح ۔ اسلام سے پہلے طاقتور لوگ اپنے سے کمزور اور مجبور مردوں ، عورتوں اور بچوں کو غلام اور باندی بنا لیتے تھے ۔ اور جانوروں کی طرح ان کی خرید و فروخت کرتے تھے اسلام نے باندی اور غلام کے لئے ایسے اصول بتائے کہ ان پر عمل کرنے سے رفتہ رفتہ غلاموں کی حالت درست ہوتی گئی اور آخر کار غلامی کا سلسلہ ہی ختم ہو گیا اور آج دنیا میں غلام اور باندی کا وجود نہیں ۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو آزاد مسلمان عورت سے نکاح

کرنا چاہئے ۔ باندی سے نہیں کرنا چاہئے ۔ اگر کسی شخص کو آزاد مسلمان عورت سے نکاح کی استطاعت نہ ہو اور وہ اس کا نان و نفقہ برداشت نہ کر سکے تو وہ کسی پاکدامن باندی سے اس کے مالک کی اجازت سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ اس کا مہر کم ہوتا ہے اور عام طور پر نکاح کے بعد بھی وہ مالک کے پاس ہی رہتی ہے اس لئے اس کا نفقہ بھی مالک ہی کے ذمہ رہتا ہے اور اگر مالک نے باندی کو حوالے کر دیا تب بھی اس کا نفقہ آزاد کے مقابلے میں کم ہو گا امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد مسلمان عورت سے نکاح کی قدرت ہوتے ہوئے مسلمان باندی یا کتابیہ باندی سے نکاح کرنا مکروہ ہے ۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان اور دلی حالت کو خوب جانتا ہے ۔ اللہ کے نزدیک کسی باندی کا ایمان کسی آزاد عورت کے ایمان سے بہتر اور افضل ہو سکتا ہے اور تم میں سے خواہ کوئی آزاد ہو یا غلام سب آدم کی اولاد ہیں اس لئے فضیلت کا دارومدار غلامی اور آزادی پر نہیں بلکہ ایمان و تقویٰ پر ہے ۔ پس تمہیں باندیوں سے نکاح کرنے میں عار نہیں ہونی چاہئے اور جب تم باندیوں سے نکاح کرو تو دستور کے مطابق ان کے مہر خوبی کے ساتھ پورے پورے ادا کر دیا کرو اور اس میں ٹال مٹول سے کام نہ لیا کرو ۔

پھر اگر مسلمان باندیاں نکاح میں آ جانے کے بعد زنا کا ارتکاب کر لیں تو جو سزا آزاد عورتوں کے لئے مقرر ہے ۔ باندیوں کو اس کی نصف سزا ملے گی یہاں آزاد عورت سے غیر شادی شدہ عورت مراد ہے ۔ اگر غلام یا باندی زنا کا ارتکاب کر لیں خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ تو دونوں صورتوں میں ان کو پچاس کوڑے لگائے جائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ تم زنا سے بچتے رہو اور اگر تم صبر کرو اور باندیوں سے نکاح نہ کرو تو تمہارے لئے یہی بہتر ہے آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی ۔ اور جو شخص باندیوں سے نکاح کئے بغیر نہ رہ سکے اور اس کو زنا میں مبتلا ہونے کا ڈر ہو تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ کسی باندی سے نکاح کر لے ۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۔ (حقانی ۳۶ / ۲ ، مظہری ۳۵ ۔ ۴۱، / ۲) ۔

احکام و نصائح بیان کرنے کی حکمت

۲۶ ۔ ۲۸ ۔ یُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

حَكِيْمٌ ۝ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ قف وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلاً عَظِيْمًا ۝ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ج وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے (دین کے احکام) کھول کر بیان کرے اور تمہیں ان لوگوں کے طریقوں پر چلائے جو تم سے پہلے گزر چکے اور تم پر توجہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ خواہشات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (سیدھے راستے سے بھٹک کر) بہت دور جا پڑو ۔ (اور) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان تو کمزور پیدا کیا گیا ہے ۔

سُنَنَ ۔ طریقے ۔ دستور ۔ واحد سُنَّۃٌ ۔

تَمِیْلُوْا ۔ تم مائل ہو جاؤ ۔ تم جھک جاؤ ۔ تم کج روی اختیار کرو ۔ مَیْلٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے دین کے احکام و مصالح اس لئے واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ تم گزشتہ انبیاء اور نیک لوگوں کے راستہ پر چل کر ایسے کام کر لو جن سے تمہارے گناہ معاف ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔وہ ان احکام کی حکمتوں اور مصلحتوں سے خوب واقف ہے ۔ حلال و حرام کے یہ احکام اللہ تعالیٰ نے صرف تمہارے لئے ہی مقرر نہیں فرمائے بلکہ سابقہ امتوں کو بھی ایسے ہی احکام دیئے گئے تھے ۔ انہوں نے ان احکام پر عمل کر کے مقربین کا درجہ حاصل کیا تم بھی ان پر عمل کر کے یہ درجہ حاصل کر سکتے ہو ۔

اللہ تعالیٰ تمہیں ان احکام پر عمل کرنے کی توفیق دینا چاہتا ہے اور نفسانی خواہشات پر چلنے والے تمہیں راہ راست سے دور لیجانا چاہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک حلال و حرام کوئی چیز نہیں ۔ اللہ تعالیٰ تمہارا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے تمہارے لئے ہلکے احکام کا ارادہ رکھتا ہے کیونکہ انسان پیدائشی طور پر کمزور ہے ، نہ خواہشات سے رک سکتا ہے اور نہ اطاعات کی تکلیف اٹھا سکتا ہے ۔ اسی لئے اس نے تمہاری سہولت کے لئے ایک آسان اور نرم شریعت مقرر کی ہے ۔ اور جو چیزیں گزشتہ قوموں کے لئے حرام تھیں ۔ تمہارے لئے ان میں سے کچھ حلال کر دی گئیں ۔ (حقانی ۳۸ / ۲ مظہری ۴۲، / ۲) ۔

باطل طریقے سے مال کھانے کی ممانعت

۲۹ ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ ۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ۔

اے ایمان والو ! تم آپس میں ایک دوسرے کے اموال نا حق نہ کھایا کرو ۔ ہاں اگر آپس کی رضا مندی سے تجارت ہو (تو کوئی مضائقہ نہیں) اور آپس میں خونریزی نہ کیا کرو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں مومنوں کو ایک دوسرے کے اموال باطل طریقے سے کھانے کی ممانعت کی گئی ہے ۔ باطل طریقے سے مال کھانے میں ، اسراف ، غیر شرعی کاموں میں خرچ کرنا ، دھوکہ ، چوری ، ڈاکہ ، غصب ، خیانت ، جوا ، سٹہ ، سود ، اور اسی طرح کے تمام نا جائز اور غیر شرعی طریقے شامل ہیں ۔ البتہ جائز تجارت یعنی بیع و شراء یا ملازمت و مزدوری وغیرہ کے ذریعہ آپس کی رضا مندی سے ایک کا مال دوسرے کے لئے ممنوع نہیں ۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جو کچھ کھاتے ہو اس میں پاکیزہ ترین وہ ہے جو تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہو اور تمہاری اولاد (کی کمائی) بھی تمہاری کمائی ہے ۔ (مظہری ۲/ ۴۳) ۔

حاکم نے حضرت رفاعہؓ بن رافع کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز تاجروں کو بد کاروں (کے گروہ) میں اٹھایا جائیگا سوائے ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں اور نیکی کرتے ہوں اور (بیع کے وقت) سچ بولتے ہوں ۔

حضرت ابو سعیدؓ خدری نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے روز) سچا امانتدار تاجر ، نبیوں ، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا ۔

حضرت معاذؓ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پاکیزہ ترین کمائی ان تاجروں کی ہے جو بات کرتے وقت جھوٹ نہیں بولتے ، کوئی وعدہ کرتے ہیں تو اس کے خلاف نہیں کرتے ، جب ان کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت نہیں کرتے (کسی سے) کوئی سامان خریدتے وقت اس سامان کو خراب نہیں

بتاتے اور اپنا سامان بیچتے وقت اس کی (خلاف واقعہ) تعریف نہیں کرتے اور اگر ان پر کسی کا قرض ہو تو ادائیگی کو ٹالتے نہیں اور ان کا کسی پر قرض ہو تو اس کو تنگ نہیں کرتے ۔ (مظہری حاشیہ صفحہ ۴۳، / ۲) ۔

خود کشی کی ممانعت ۔ آیت کے پہلے جملے میں عام انسانوں کے مالی حقوق اور ان کی حفاظت کا بیان تھا ۔ دوسرے جملے میں ان کے جانی حقوق کی حفاظت بیان کی گئی ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ تم میں سے نہ تو کوئی اپنے آپ کو قتل کرے اور نہ تم ایک دوسرے کو ناحق قتل کرو ۔ بیشک اللہ تعالی نے تمہیں اپنی رحمت ہی کی وجہ سے نیکیوں کا حکم دیا اور بُرائیوں سے روکا ہے ۔

حضرت ثابتؓ بن ضحاک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا میں کسی چیز سے خودکشی کرے گا، قیامت کے روز اسی چیز کے ذریعہ اس کو عذاب دیا جائیگا ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پہاڑ سے گر کر خود کشی کرے گا وہ جہنم کی آگ میں جائیگا اور دائمی طور پر دوزخ میں لڑھکتا چلا جائیگا ۔ جو شخص کسی لوہے سے خود کشی کرے گا وہ دوزخ کے اندر دائمی طور پر اسی لوہے سے اپنے آپ کو مارتا رہے گا ۔ (مظہری ۴۵، / ۲) ۔

سرکشی کی سزا

۳۰ ۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۔ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۔

اور جو کوئی یہ کام سرکشی اور ظلم سے کرے گا تو ہم بہت جلد اس کو آگ میں داخل کریں گے اور اللہ تعالیٰ پر یہ بات بہت آسان ہے ۔

عُدْوَانًا ۔ حد سے بڑھنا ۔ زیادتی ۔ ظلم ۔ سرکشی ۔ مصدر ہے ۔

نُصْلِيْهِ ۔ ہم اس کو داخل کریں گے ۔ ہم اس کو ڈالیں گے ۔ اِصْلَاءٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ اور جو کوئی ان ہدایات اور احکام کے باوجود حد سے تجاوز کرتے ہوئے استحقاق کے بغیر ظلم کے ذریعہ کسی کا مال کھائے گا یا کسی کو ناحق قتل کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے لئے

کسی کو آگ میں داخل کرنا چنداں دشوار نہیں بلکہ بالکل سہل اور بہت آسان ہے ۔ لہذا کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم تو مسلمان ہیں دوزخ میں کیسے جاسکتے ہیں ۔ اللہ تعالی مالک و مختار ہے اس کو عدل و انصاف سے کوئی چیز نہیں روک سکتی ۔

گناہوں سے بچنے پر انعام

۳۱ ۔ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلاً كَرِيْمًا ۔

اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے بچتے رہو تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے اور ہم تمہیں عزت کے مقام میں داخل کریں گے ۔

تَجْتَنِبُوْا ۔ تم اجتناب کرو گے ۔ تم بچو گے ۔ اِجْتِنَابٌ سے مضارع ۔
كَبَائِرَ ۔ بڑے گناہ ۔ واحد کَبِیْرَۃٌ ۔
تُنْهَوْنَ ۔ تمہیں منع کیا جاتا ہے ۔ تمہیں روکا جاتا ہے ۔ نَھْیٌ سے مضارع مجہول ۔

تشریح ۔ اس آیت میں توبہ کی ترغیب دی گئی ہے کہ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن کی ممانعت کی گئی ہے ۔ مثلاً شرک کرنا ، قتل کرنا ، چوری کرنا ، زنا کرنا ، سحر کرنا اور ماں باپ کی نا فرمانی کرنا وغیرہ ، تو حقوق العباد کو چھوڑ کر تمہارے صغیرہ گناہ جو بھول چوک سے سرزد ہوں گے ، معاف کر دئے جائیں گے اور تمہیں خوبی کے ساتھ جنت میں داخل کیا جائیگا (حقانی ۱۵۰/ ۲ ، مظہری) ۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تین رجسٹر ہیں ۔ ایک رجسٹر (کے اندر درج شدہ لغزشوں) کی تو اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں اور دوسرے رجسٹر (کے اندر درج شدہ گناہوں) میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہیں چھوڑے گا (کچھ معاف نہیں کرے گا) اور تیسرے رجسٹر (کے مندرجات) کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا ۔ نا قابل معافی رجسٹر تو شرک کا (رجسٹر) ہے اور جس رجسٹر کی اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حق تلفیوں کا رجسٹر ہے جیسے نماز ترک کرنا ، روزہ نہ رکھنا وغیرہ ، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا معاف فرمادے گا ۔ اور جس رجسٹر سے اللہ تعالیٰ کچھ بھی

ترک نہیں کرے گا وہ بندوں کی باہمی حق تلفیوں کا رجسٹر ہے ۔ لا محالہ ان کا بدلہ دینا ہوگا ۔ جب تک کہ بندہ خود معاف نہ کر دے (مظہری ۴۶، / ۲) ۔

بخاری شریف میں حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عمرو کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبیرہ (گناہ) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے ، اور ماں باپ کی نا فرمانی کرنااور کسی کو نا حق قتل کرنا اور دانستہ جھوٹی قسم کھانا ہے ۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات ہلاکت آفرین باتوں سے بچو ۔ صحابہ نے عرض کیا وہ کونسی ہیں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا ، نا حق ایسے شخص کو قتل کرنا جس کو قتل کرنے سے اللہ نے منع فرمایا ہے ۔ سُود کھانا ، یتیم کا مال کھانا ، جہاد کے مقابلے کے وقت پیٹھ دکھانا اور پاکدامن بھولی بھالی مومن عورت پر زنا کی تہمت لگانا ۔ (مظہری ۴۴، / ۲) ۔

حسد کی ممانعت

۳۲ ۔ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۔ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۔ وَ سْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۔

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی ہے ۔ مردوں کے لئے ان کی کمائی سے ان کا حصہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی سے ان کا حصہ ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے ۔

تَتَمَنَّوْا ۔ تم تمنا کرو ۔ تم آرزو کرو ۔ **تَمَنِّيٌّ** سے مضارع ۔
نَصِيْبٌ ۔ حصہ ٹکڑا ۔ قسمت ۔
اكْتَسَبُوْا ۔ انہوں نے کمایا ۔ **اِكْتِسَابٌ** سے ماضی ۔

شانِ نزول ۔ مجاہدؒ نے بیان کیا کہ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم مرد تو جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کرتیں اور میراث میں مردوں کا ہم سے دو گنا حصہ ہے ۔ اگر ہم بھی مرد ہوتیں تو ہم بھی ان کی طرح جہاد کرتیں اور ہمارا بھی میراث میں ان کے برابر حصہ ہوتا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۱۵۰/ ۲) ۔

قتادہ ؒ اور سدی ؒ نے بیان کیا کہ جب آیت لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ نازل ہوئی تو مردوں نے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے میراث میں ہمارا حصہ عورتوں سے زیادہ رکھا ہے اسی طرح آخرت میں بھی ہماری نیکیوں کا ثواب عورتوں کی نیکیوں سے دو گنا ہوگا ۔ اس پر آیت نازل ہوئی (مظہری ۱۵۱/ ۲) ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر جو شرف و امتیاز اور فضیلت عطا فرمائی ہے تم اس کی آرزو اور تمنا نہ کرو ۔ کیونکہ یہ شرف و فضیلت تو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے ۔ اس کی تمنا کرنے سے حسد و جلن کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا ۔ اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ نیکیوں میں سبقت کرنے کی کوشش کرے ۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کے قرب اور آخرت کے ثواب میں اضافہ ہوگا ۔

مردوں کے لئے بھی ان کے اعمال کا حصہ مقرر ہے اور عورتوں کے لئے بھی ان کے اعمال کا حصہ مقرر ہے ۔ مرد جو عام عبادات اور جہاد کی مخصوص عبادت کرتے ہیں اور مال غنیمت و میراث اور تجارتی منافع حاصل کرتے ہیں ، وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے مقرر کردہ ہیں ۔ اسی طرح عورتوں کو ان کے خصوصی اور عمومی اعمال کے بدلے جو مال و ثواب ملتا ہے مثلاً شوہروں کی اطاعت ، اولاد کی پرورش ، آبرو کی حفاظت ، عام عبادات ، ان کا مہر ، نان نفقہ ، میراث وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں ۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب اور اس کے فضل کی درخواست کرتے رہو ۔ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک بلکہ جس کو چاہے گا بے حساب دے گا ۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے ۔ وہ ہر ایک کے درجے اور فضائل کے استحقاق سے خوب واقف ہے ۔

وارثوں کا تقرر

۳۳ ۔ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدًا ۔

ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکہ میں ہم نے ہر ایک کے لئے وارث بنا دئے ہیں اور جن لوگوں سے تم نے عہد کر رکھا ہے ان کو بھی ان کا حصہ دے دو ۔ بیشک ہر چیز اللہ تعالیٰ کے پیش نظر ہے ۔

مَوَالِيَ ۔ وارث ، رشتہ دار ، دوست واحد مَوْلیٰ ۔ بہت سے مفسرین کے نزدیک اس سے مراد وارث ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ عصبہ مراد ہیں ۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ موالی سے مراد وارث ہیں ۔ (ابن کثیر ۱/۴۸۹) ۔

عَقَدَتْ ۔ اس نے باندھا ۔ اس نے عہد کیا ۔ **عَقْدٌ** سے ماضی ۔

اَيْمَانُكُمْ ۔ تمہاری قسمیں ۔ واحد **يَمِيْنٌ** ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہر ایک کے لئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ، اس مال میں وارث مقرر کر دئے جو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ کر جائیں اور اپنے علم وحکمت سے ہر ایک کا حصہ مقرر کر دیا ہے اس میں کمی بیشی کرنا اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنا ہے ۔ اور جن لوگوں سے تمہارا عہد و پیمان ہو چکا ہے ان کو میراث میں سے ان کا حصہ دیدو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی خبر ہے ۔

ابتدائے اسلام میں ، جن لوگوں میں بھائی چارہ ہو جاتا تھا وہی وارث ہوتے تھے ۔ کیونکہ اس وقت اکثر لوگ اپنے خاندان اور کنبہ والوں سے علیحدہ ہو کر اکیلے اکیلے مسلمان ہوئے تھے ۔ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو مسلمانوں (ایک مہاجر اور ایک انصاری) کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا تھا ۔ وہی آپس میں وارث ہوتے تھے ۔ بعد میں جب ان کے عزیز و اقارب مسلمان ہو گئے تو میراث کی آیتیں نازل ہوئیں کہ میراث تو عزیز و اقارب ہی کا حق ہے ۔ اس طرح میراث میں عزیز و اقارب کا حصہ بر قرار رکھا گیا اور بھائی چارہ اور عہد و پیمان والوں کے لئے میراث میں حصہ ختم کر دیا گیا ۔

مردوں کی حاکمیت

۳۴ ۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۚ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝

مرد ، عورتوں پر اس لئے حاکم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر (مردوں کو عورتوں پر علم و عمل میں) فضیلت دی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں ۔ پس جو نیک بیویاں ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مرد کی تابعدار ہیں اور اس کی غیر موجودگی میں (اپنے نفس اور خاوند کے مال کی) حفاظت کرتی ہیں اور تمہیں جن عورتوں کی نا فرمانی کا اندیشہ ہو تو ان کو (نرمی سے) سمجھا دو اور (اگر نہ مانیں تو) خواب گاہوں میں ان سے جدا رہو اور (اگر پھر بھی نہ مانیں تو) ان کو مارو ۔ پس اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان پر بہانہ مت ڈھونڈو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا رفعت و عظمت والا ہے ۔

قَوّٰمُوْنَ ۔ قائم رہنے والے ۔ حاکم ۔ نگراں ۔ سر پرست ۔ قَوْمٌ سے مبالغہ ۔ واحد قَوَّامٌ ۔
قٰنِتٰتٌ ۔ فرماں بردار عورتیں ۔ اطاعت گزار عورتیں ۔ قُنُوْتٌ سے اسم فاعل ۔
نُشُوْزَهُنَّ ۔ ان عورتوں کی سر کشی ۔ ان کی نا فرمانی ۔ ان کی بد دماغی ۔
وَاهْجُرُوْهُنَّ ۔ اور تم ان عورتوں کو چھوڑ دو ۔ تم ان کو الگ کر دو ۔ هَجْرٌ سے امر ۔
مَضَاجِعِ ۔ بستر ۔ بچھونے ۔ خوابگاہیں ۔ ضَجْعٌ و ضُجُوْعٌ سے اسم ظرف ۔

ربطِ آیات ۔ سورت کے شروع سے یہاں تک زیادہ تر احکام اور ہدایات عورتوں کے حقوق سے متعلق ہیں ۔ اسلام سے پہلے جو مظالم اور نا انصافیاں عورتوں کے ساتھ روا رکھی جاتی تھیں ، اسلام نے ان کو ختم کر کے عورتوں کو بھی وہ تمام انسانی حقوق دئے جو مردوں کو حاصل تھے ۔ جہاں عورتوں پر مردوں کی کچھ خدمات عائد کیں وہیں مردوں پر بھی عورتوں کے حقوق فرض کئے ۔ آئندہ آیتوں میں مردوں کے حقوق کا ذکر ہے ۔

شانِ نزول ۔ حضرت حسن بصری ؒ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے خاوند کی شکایت کی کہ اس نے اسے تھپڑ مارا ہے، پس آپؐ نے بدلہ لینے کا حکم دیا ہی تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی ۔ پھر وہ عورت بدلہ لئے بغیر واپس چلی گئی ۔ (ابن کثیر ۴۹۱/ ۱) ۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک انصاری اپنی بیوی کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس خاوند نے مجھے تھپڑ مارا ہے جس کا نشان اب تک میرے چہرے پر موجود ہے ۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسے حق نہ تھا ۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ ادب سکھانے کے لئے مرد عورتوں پر حاکم ہیں ۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے کچھ اور چاہا تھا اور اللہ نے کچھ اور ، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا وہی خیر ہے ۔ (ابن کثیر ۴۹۱/ ۱ ، جلالین ۷۲) ۔

تشریح یہاں عورتوں پر مردوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا اور ان کو تادیب و اصلاح کی غرض سے عورتوں کو تنبیہ کرنے کی اجازت دی ہے ۔ مردوں کو عورتوں پر فضیلت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر بزرگی عطا فرمائی ہے ۔ چنانچہ عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کو کمال عقل ، وسعت علم و فہم ، حسنِ تدبیر اور صلاحیت ، تخلیقی طور پر کہیں زیادہ عطا فرمائی ہیں ۔ اسی لئے مندرجہ ذیل خصوصیات اور احکام مرد کے لئے ہیں ، عورتیں ان سے محروم ہیں مثلاً نبوت و امامت ، خلافت و بادشاہت ، قضاء و شہادت ، وجوب جمعہ و عیدین ، اذان و خطبہ ، نماز کی جماعت میراث میں دوہرا حصہ ، نکاح کی مالکیت ، طلاق کا اختیار ، نقصان کے بغیر نماز و روزوں کا پورا کرنا ، حیض و نفاس اور ولادت سے محفوظ رہنا وغیرہ تمام فضائل اللہ تعالیٰ نے مردوں ہی کو عطا فرمائے ہیں ۔ اس برتری کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے ۔

جسمانی قوت میں بھی عورتیں مردوں سے کم تر ہیں ۔ ظاہر ہے کمزور اور ناتواں کو قوی اور توانا پر حکومت کا کوئی حق نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر عورتوں میں نزاکت اور مردوں میں قوت و شجاعت رکھی ہے ۔ اسی لئے جنگ و جدال ، جہاد و قتال اور شجاعت و بہادری اور محنت و مشقت جیسے سخت اعمال مردوں ہی کے ذمہ رکھے ہیں ۔

مردوں کی فضیلت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد اپنے اموال میں سے عورتوں پر بہت کچھ خرچ کرتے ہیں ، ان کو مہر ادا کرتے ہیں ، نان و نفقہ دیتے ہیں ۔ اور ظاہر ہے دینے والا ہاتھ اوپر اور لینے والا ہاتھ نیچے ہوتا ہے ۔ اس طرح مرد عورتوں کے محسن ہوئے اور محسن کو

حکومت کا حق ہے ۔ پس شریعت نے مرد کو بالادست قرار دیکر عورت کے تمام مصارف کا ذمہ دار بھی اسی کو ٹھرایا ۔

اگر عورتیں حاکم بننا چاہتی ہیں اور مرد کو محکوم رکھنا چاہتی ہیں تو ان کو مردوں کے تمام مصارف کا کفیل اور ذمہ دار ہونا چاہیئے اور مردوں کا مہر بھی عورتوں ہی پر واجب ہونا چاہیئے ۔ نکاح کے بعد جو اولاد ہو اس کے کھانے پینے ، پہننے اوڑھنے اور ان کی تعلیم و تربیت کے تمام اخراجات کی ذمہ داری عورتوں پر ہی ہونی چاہیئے یہاں تک کہ مکان کا کرایہ بھی عورتوں ہی کے ذمہ ہونا چاہیئے ۔ غرض جس طرح حاکم ہونے کی صورت میں مرد ان تمام مصارف کا کفیل اور ذمہ دار تھا ۔ اسی طرح جب عورتیں مردوں کی حاکم بنیں تو ان تمام اخراجات کی ذمہ داری مردوں کی بجائے عورتوں پر ہونی چاہیئے ۔

اگر یہ کہا جائے کے مرد اور عورت دونوں میں برابری اور مساوات ہونی چاہیئے نہ کوئی حاکم اور نہ کوئی محکوم تو اس صورت میں مہر تو ختم ہی ہوجائے گا۔ رہا نان نفقہ تو یہ بھی ختم ہوجائیگا۔ اس لئے کہ مساوات اور برابری کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک اپنا اپنا ذمہ دار ہے ۔ گھر کے جملہ اخراجات اور مکان کا کرایہ بھی دونوں کو آدھا آدھا برادشت کرنا پڑے گا ۔ بچوں کی تعلیم اور دیگر ضروریات میں ہونے والے مصارف بھی دونوں کو آدھے آدھے برداشت کرنا ہوں گے ۔ پس اگر عورتیں حقوق میں مرد کی مساوات چاہتی ہیں تو مصارف اور ذمہ داریوں میں بھی ان کو مساوات قبول کرنی پڑے گی ۔ کیونکہ ہر مساوی اپنا اپنا کفیل اور ذمہ دار ہوتا ہے ۔ دوسرے کا کفیل اور ذمہ دار نہیں ہوتا۔

غرض شریعت نے جو مرد کے حاکم ہونے کا فیصلہ کیا ہے وہ نہایت عادلانہ اور حکیمانہ فیصلہ ہے اور عورتوں کے حق میں اس سے بہتر اور مفید کوئی دوسرا فیصلہ نہیں ہو سکتا ۔ عورتوں کو اس فیصلہ پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس نے ان کے ضعف و کمزوری اور وسائلِ معاش سے لا چاری و مجبوری کی بنا پر ان کو شوہر کا محکوم بنا کر تمام مصارف اور ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا ۔

پھر فرمایا کہ نیک بخت وہ عورتیں ہیں جو اپنے مردوں کی فرماں بردار ہیں ، ان کی فضیلت و برتری کو ملحوظ رکھ کر ان کی اطاعت گزار ہیں اور ان کے غائبانہ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کے مال اور ناموس کی حفاظت اور نگہبانی کرتی ہیں اور نفس و ناموس اور شوہر کے مال و متاع میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتیں ۔

جو عورتیں نیک بخت نہیں اور جن کی سرکشی اور بد خوئی کا تمہیں ڈر ہو اور جن

کے متعلق تم یہ محسوس کرو کہ وہ سر چڑھنے لگی ہیں تو ان کی تادیب اور تنبیہ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ تم ان کو سمجھاؤ اور نصیحت کرو ۔ اگر وہ تمہارے سمجھانے اور نصیحت کرنے سے باز نہ آئیں تو پھر تادیب و تنبیہ کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان کو بستروں اور خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو ۔ اس طرح شاید وہ تمہاری بے التفاتی سے متاثر ہو کر اپنی اصلاح کر لیں اور راہ راست پر آ جائیں ۔ اگر پھر بھی باز نہ آئیں تو ان کو مار کر درست کرو ۔ ہلکی مار کہ نشان نہ پڑے ۔

اگر وہ نصیحت یا علیحدگی یا مارنے سے اپنی سرکشی اور بد خوئی چھوڑ کر تمہاری فرماں بردار ہو جائیں تو پھر تم ان کو ستانے کے لئے الزام تراشی نہ کرو اور ان کو عاجز سمجھ کر ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کرو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بلند مرتبہ والا اور سب سے بڑا ہے ۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ ظالم مردوں سے مظلوم عورتوں کا بدلہ لے اور تمہیں اپنی عورتوں پر وہ قدرت نہیں جو اللہ تعالیٰ کو تم پر حاصل ہے ۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ تم سے نرمی کا معاملہ کرتا ہے تم بھی اپنی عورتوں سے نرمی کا معاملہ کرو ۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۰، ۔ ۳، / ۲ ، مظہری ۵۶، / ۲) ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اچھی بیوی وہ ہے کہ اگر تو اس کی طرف دیکھے تو خوش ہو ۔ اگر تو اس کو کسی کام کا حکم دے تو وہ تیرا حکم مانے ۔ اگر غیر حاضر ہو تو تیری غیر موجودگی میں اپنے مال اور آبرو کی حفاظت کرے ۔ (مظہری ۵۵، / ۲) ۔

حضرت معاویہؓ قشیری کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر بیویوں کے کیا حقوق ہیں ؟ آپ نے فرمایا کہ جب اس کو کھانے کی ضرورت ہو تو کھانے کو دینا چاہئے ، پہننے کی ضرورت ہو تو پہننے کو دینا چاہئے ۔ چہرے پر نہ مارنا ۔ اس کو گالیاں نہ دینا اور سوائے گھر کے کہیں اس کو تنہا نہ چھوڑنا ۔ (مظہری بحوالہ احمد ، ابو داؤد ، ابن ماجہ ۵۶، / ۲) ۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے لئے اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے اچھا ہوں ۔ (مظہری بحوالہ ترمذی ، دارمی ۔ ۵۶، / ۲) ۔

صلح کے لئے حکم مقرر کرنا

۳۵ ۔ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝

اگر تمہیں میاں بیوی کے مابین عداوت کا اندیشہ ہو تو ایک منصف ، مرد کے کنبہ سے اور ایک منصف ، بیوی کے کنبہ سے مقرر کردو ۔ اگر یہ دونوں منصف صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی میاں بیوی میں موافقت کرادے گا ۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا (اور) خبر رکھنے والا ہے ۔

شِقَاقَ ۔ مخالفت ۔ عداوت ۔ ضد ۔ مشقت میں ڈالنا ۔
فَابْعَثُوْا ۔ پس تم بھیجو ۔ پس تم مقرر کرو ۔ پس تم کھڑا کرو ۔ بَعْثٌ سے امر ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر مرد اور عورت ایک دوسرے سے نالاں ہوں اور بہتری کی کوئی صورت نہ نکلے تو ایک سمجھ دار آدمی عورت کے خاندان سے اور ایک سمجھ دار آدمی مرد کے خاندان سے منصف مقرر کئے جائیں کیونکہ خاندان والوں کو ان کے حالات بہتر طور پر معلوم ہوں گے اور ان سے خیر خواہی کی بھی زیادہ توقع ہوگی ۔ پھر یہ دونوں آدمی مل کر تحقیقات کریں اور صحیح نیت کے ساتھ معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کریں اور جس امر میں مصلحت سمجھیں اس کا فیصلہ کر دیں ۔ اگر وہ ملاپ میں بہتری سمجھیں تو ملاپ کروادیں اور اگر علیحدگی میں بہتری سمجھیں تو علیحدگی کرا دیں مگر جہاں تک ممکن ہو ملاپ اور نباہ کی کوشش ہونی چاہیئے ۔ اگر دونوں حَکَمْ نیک نیت ہوں گے اور دل سے مصالحت کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی مدد ہوگی اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دونوں میاں بیوی میں اتفاق و محبت پیدا فرمادے گا ۔

اگر دونوں منصفوں کی تحقیق میں خاوند کی طرف سے زیادتی ثابت ہو تو وہ اسکی عورت کو اس سے روک لیں اور مرد کو اپنی عادت ٹھیک کرنے کے لئے مجبور کریں ۔ جب تک مرد کی عادت ٹھیک نہ ہو عورت کو اس سے الگ رکھیں اور مرد کو عورت کے

اخراجات برداشت کرنے کے لئے مجبور کرتے رہیں ۔

اگر عورت کی طرف سے زیادتی ثابت ہو تو منصفین عورت کا نان نفقہ بند کرادیں اور عورت کو خاوند کے ساتھ ہنسی خوشی رہنے کے لئے مجبور کریں ۔ اسی طرح اگر منصفین طلاق کا فیصلہ دیں تو خاوند کو طلاق دینی پڑے گی اور اگر وہ آپس میں میل ملاپ کرائیں تو بھی ان کا فیصلہ ماننا پڑے گا ۔ (ابن کثیر ۴۹۳/ ۱) ۔

توحید و حقوق العباد

۳۶ ۔ وَاعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ بِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِا الْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۙ

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ۔ اور ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور قرابت والے پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور ساتھ بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور جو (غلام اور باندیاں) تمہارے قبضہ میں ہوں ، ان سب کے ساتھ اچھا معاملہ کرو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ اترانے والوں اور بڑائی مارنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔

وَالْجَارِ ۔ اور ہمسایہ ، پڑوسی ۔ جمع جِيْرَانٌ ۔

الْجُنُبِ ۔ اجنبی ۔ دور

جَنْبِ ۔ کروٹ ، طرف ۔ پہلو ۔ جمع جُنُوْبٌ ۔

مُخْتَالًا ۔ تکبر کرنے والا ۔ اِخْتِيَالٌ سے اسم فاعل ۔ یہاں وہ شخص مراد ہے جو تکبر سے اپنے رشتہ داروں ، پڑوسیوں اور ساتھیوں کی التفات نہ کرتا ہو ۔

فَخُوْرًا ۔ بہت فخر کرنے والا ۔ بہت اترانے والا ۔ دوسروں پر اپنی فوقیت جتانے والا ۔ فخر سے مبالغہ ۔

ربطِ آیات ۔ یتیموں ، وارثوں اور میاں بیوی کے حقوق کے بیان کے بعد اب عام لوگوں کے حقوق کا بیان ہے کہ والدین ، عزیز و اقارب ، پڑوسیوں اور احباب کے ساتھ کس طرح معاملہ رکھنا چاہئے ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی عبادت کو بیان فرمایا کیونکہ خالق کا حق مخلوق کے حق سے مقدم ہے ۔ بندوں کے حقوق صحیح طور پر وہی شخص ادا کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو ۔ اس لئے سب سے پہلے ایمان کو بیان فرمایا ، پھر اعمالِ صالحہ اور مَکارِمِ اخلاق کی تعلیم دی ، پھر بخل اور تکبر اور ریا کی مذمت بیان فرمائی اس لئے کہ بُخل اور تکبر دونوں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور حدود اللہ سے تجاوز کا سبب بنتے ہیں ۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۵، ۲/۲) ۔

توحید کا بیان ۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو ۔ عبادت کے معنیٰ انتہائی کمزوری اور عاجزی کے اظہار کے ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی لا متناہی ہے ۔ اس کے مقابلہ میں ہر ممکن خواہ کتنا ہی بڑا ہو ، حقیر ہے ۔ پس تم حقیر کو اللہ اعظم کی عبادت میں شریک نہ ٹھہراؤ (مظہری ۵۸، / ۲) ۔

حضرت مُعاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وصیتیں فرمائی تھیں ۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے ۔ دوسرے یہ کہ اپنے والدین کی نا فرمانی یا دل آزاری نہ کرو اگر چہ وہ یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل اور مال کو چھوڑ دو ۔ (مظہری بحوالہ مسند احمد ۵۸، / ۲) ۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک ۔ اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرو ۔ وہی تمہارے عدم سے وجود میں آنے کا سبب بنے ۔ ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا باپ کی رضا میں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے ۔

شعب الایمان میں بیہقی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لڑکا اپنے والدین کا مطیع و فرماں بردار ہو تو جب وہ اپنے والدین کو عزت و محبت کی نظر سے دیکھتا ہے تو ہر نظر میں اس کو حج مقبول کا ثواب ملتا ہے ۔

بیہقی کی ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے لیکن جو شخص ماں باپ کی نافرمانی اور دلآزاری کرے اس کو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے ۔ (معارف القرآن ۴۱۰/ ۲) ۔

قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک ۔ والدین کے بعد عام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے ۔ حضرت سلمانؓ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین کو خیرات دینا تو (صرف) خیرات ہے اور (مسکین) قرابت داروں کو دینا خیرات بھی ہے اور صلۂ رحمی بھی یعنی اس میں دوہرا ثواب ہے ۔ (مظہری بحوالہ مسند احمد نسائی ۔ ترمذی ۔ ۵۹، / ۲) ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین خیرات وہ ہے جو غنیٰ (یعنی اپنی حاجت پوری ہونے) کے بعد ہو اور دینا اس سے شروع کرو جس کی کفالت تمہارے ذمہ ہو ۔ (مظہری بحوالہ بخاری شریف ۵۹، / ۲) ۔

یتیموں مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک ۔ یتیموں ، مسکینوں کے حقوق کا مفصل بیان سورت کے شروع میں آ چکا ہے ۔ یہاں رشتہ داروں کے ساتھ ذکر فرما کر ان کی مدد و اعانت کی تاکید کی گئی ہے کہ جس طرح اپنے عزیز و اقارب کی مدد و اعانت ضروری ہے اسی طرح یتیموں اور لاوارثوں کی مدد اور اعانت بھی ضروری ہے ۔

حضرت سہلؓ بن سعد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے اندر ، میں اور یتیم کی سر پرستی کرنے والا اس طرح ہوں گے ۔ آپؐ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کر تے ہوئے یہ الفاظ فرمائے ۔ (مظہری بحوالہ بخاری ۵۹، / ۲) ۔

حضرت ابو امامہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے محض اللہ تعالیٰ کے لئے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو جس حصہ پر اس کا ہاتھ لگا ہوگا اس کے ہر بال کے عوض اس کو دس نیکیاں ملیں گی اور جس نے کسی یتیم لڑکے یا لڑکی سے جو اس کے پاس ہو اچھا سلوک کیا تو وہ اور میں جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح (قریب قریب) ہوں گے ۔ آپؐ نے دونوں انگلیوں کو (قدرے) الگ الگ کر کے بتایا ۔ اس کو بغویؒ نے روایت کیا ہے ۔ (مظہری ۵۹، / ۲) ۔

پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک ۔ قریب کے پڑوسی سے بھی اچھا سلوک کرو اور

دور کے پڑوسی سے بھی اچھا سلوک کرو۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جَارِ ذِی الْقُرْبیٰ سے وہ شخص مُراد ہے جو پڑوسی بھی ہے اور رشتہ دار بھی۔ اس طرح اس میں دو حق جمع ہو گئے اور جارالجنب سے وہ شخص مراد ہے جو صرف پڑوسی ہے، رشتہ دار نہیں۔ اس لئے اس کا درجہ پہلے کے بعد رکھا۔ (معارف القرآن ۴۱۱/ ۲)۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرائیل امین ہمیشہ مجھے پڑوسی کی رعایت و امداد کی تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ شاید پڑوسی کو بھی رشتہ داروں کی طرح وراثت کا حق دار بنا دیا جائیگا۔ (مظہری ۶۰، / ۲)۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو پڑوسی ہیں میں کس کے گھر ہدیہ بھیجوں (یعنی دونوں میں سے زیادہ مستحق کون ہے) آپؐ نے فرمایا جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو۔ (مظہری بحوالہ بخاری ۵۹، / ۲)۔

ہمنشین کے ساتھ حسنِ سلوک ۔ اس کے معنی ہم پہلو ساتھی کے ہیں اس لئے اس میں سفر کا ساتھی بھی داخل ہے جو ریل، ہوائی جہاز اور بس وغیرہ میں آپ کے برابر بیٹھا ہوا ہو۔ اور وہ شخص بھی داخل ہے جو کسی عام مجلس میں آپ کے برابر بیٹھا ہوا ہو۔ اسلام نے جس طرح نزدیک و دور کے پڑوسیوں کے حقوق واجب فرمائے ہیں اسی طرح اس شخص کا حقِ صحبت بھی لازم کر دیا جو تھوڑی دیر کے لئے کسی مجلس یا سفر میں آپ کے برابر بیٹھا ہوا ہو۔ اس میں مسلم و غیر مسلم، رشتہ دار وغیر رشتہ دار سب برابر ہیں۔ اس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کی ہدایت فرمائی جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ نہ تو آپ کی کسی بات سے اس کی دل آزاری ہو اور نہ آپ کا کوئی عمل اس کے لئے باعث تکلیف و آزار ہو (معارف القرآن ۴۱۳،۴۱۲ / ۲)۔

مسافر کے ساتھ حسنِ سلوک ۔ مسافر سے وہ شخص مُراد ہے جو سفر کے دوران آپ کے پاس آ جائے یا آپ کا مہمان ہو جائے، اس کے ساتھ بھی وسعت و استطاعت کے مطابق حسن سلوک کی تاکید ہے۔ (معارف القرآن ۴۱۳/ ۲)۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہیئے اور جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو اپنے ہمسایہ کو دکھ نہیں دینا چاہیئے ۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ بھلائی کی بات کہے یا خاموش رہے ۔ (مظہری ۶۰، / ۲)۔

غلام کے ساتھ حسن سلوک ۔ اس سے مُراد مملوک غلام اور باندیاں ہیں ۔ ان کے لئے بھی حسن سلوک لازمی کر دیا گیا ۔ اپنی استطاعت کے مطابق ان کو کھلانے پلانے اور پہنانے میں کوتاہی نہ کریں اور نہ ان کی طاقت سے زیادہ کام ان پر ڈالیں ۔ ملازموں اور نوکروں کے لئے بھی یہی احکام ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے ۔ ان کی مقررہ تنخواہ اور کھانا وغیرہ دینے میں بُخل اور دیر نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ان کی طاقت سے زیادہ کام ان پر ڈالنا چاہیئے ۔ (معارف القرآن ۴۱۳/ ۲) ۔

مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باندی ، غلام کے کھانے پینے کا حق (آقا پر) ہے ۔ اور اس بات کا بھی حق ہے کہ اس کی برداشت سے زیادہ کام کا بوجھ اس پر نہ ڈالا جائے ۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باندی غلام تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے زیر دست کر دیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے جس کے زیر دست اس کے بھائی کو کر دیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ جو کھانا خود کھائے وہی اپنے زیردست بھائی کو کھلائے اور جو خود پہنے وہی اس کو پہنائے اور طاقت سے زیادہ کام اس پر نہ ڈالے ۔ اگر اس کی طاقت سے زیادہ کام ہو تو خود بھی اس کی مدد کرے ۔

ترمذی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتیں ہیں جن کے اندر یہ تینوں ہوں گی اللہ تعالیٰ اس کی موت کو آسان کر دے گا اور اس کو جنت میں داخل فرمائے گا ۔ (۱) کمزور سے نرمی کرنا ۔ (۲) ماں باپ پر شفقت کرنا ۔ (۳) باندی غلام سے اچھا سلوک کرنا ۔ (مظہری ۶۰، / ۲) ۔

اس کے بعد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور دوسروں پر اپنی بڑائی جتانے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔ پس اس آیت میں جن لوگوں کے حقوق کی تاکید آئی ہے ان کی ادائیگی میں وہی لوگ کوتاہی کرتے ہیں جن کے دلوں میں غرور و تکبر ہو ۔ (معارف القرآن

(۳۴/ ۲) ۔

حضرت ابن عمر کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص غرور سے اپنا کپڑا (زمین پر) گھسیٹ کر چلتا ہے ، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا ۔ (مظہری بحوالہ بخاری و مسلم ۱۶۷/ ۲) ۔

بُخل پر وعید

۳۷ ۔ اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ؕ

یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھی بُخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بُخل کرنے کو کہتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے وہ اس کو چھپاتے ہیں ۔ اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

اَعْتَدْنَا ۔ ہم نے تیار کیا ۔ اِعْتِدَاءٌ سے ماضی۔

مُّهِیْنًا ۔ ذلیل کرنے والا ۔ رسوا کرنے والا ۔ اِهَانَةٌ سے اسم فاعل ۔

شانِ نزول ۔ابن جریرؒ نے ابن اسحاق ؒ کے طریق سے ابن عباسؓ کی روایت بیان کی کہ کعب بن اشرف کا حلیف کردم بن زید ، اسامہ بن حبیب ، نافع بن ابی نافع ، بحری بن عمرو ، حُی بن اخطب ، رفاعہ بن زید بن تابوت ، انصار کے لوگوں کے پاس جا کر ان کو نصیحت کرتے تھے کہ تم اپنے مال (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے میں عجلت نہ کیا کرو ، تمہیں نہیں معلوم کیا ہونے والا ہے ۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں مال خرچ ہونے سے تم تنگ دست نہ ہو جاؤ اور تم پر فقر و فاقہ کی نوبت آ جائے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (جلالین ۲۲۸) ۔

تشریح ۔ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں خود بھی بُخل کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی خرچ کرنے سے روکتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف ، اور اسلام کی حقانیت کی نشانیاں ، توریت میں مذکور تھیں وہ ان کو چھپاتے تھے- یہاں اللہ تعالیٰ نے یہود کی اسی حالت کو بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ (مُراد یہود) اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے مال میں بُخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو

بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنے خدا داد علم کو لوگوں سے چھپاتے ہیں اور اس سے کسی کو نفع نہیں پہنچاتے ایسے نا شکرے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ذلیل و رُسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخی، اللہ تعالیٰ سے قرب رکھنے والا، جنت سے قرب رکھنے والا، اور لوگوں سے قرب رکھنے والا (ہر دل عزیز اور محبوب خلق ہوتا ہے) اور دوزخ سے دور ہوتا ہے۔ اور بخیل اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور دوزخ کے قریب ہوتا ہے اور جاہل سخی اللہ تعالیٰ کو بخیل عابد سے زیادہ پیارا ہے۔ (مظہری بحوالہ ترمذی ۶۲، / ۲)۔

ریاکاری کی ممانعت

۳۸۔ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِا اللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ۔

اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور جس کا شیطان ساتھی ہو تو وہ بُرا ہی ساتھی ہے۔

رِئَاءَ ۔ دکھاوا۔ خود نمائی کرنا۔ مصدر ہے۔
قَرِيْنًا ۔ ساتھی۔ ہمنشین۔ مصاحب۔ جمع **قُرَنَاءَ** ۔

تشریح ۔ جو لوگ ظاہر داری میں تو بخل نہیں کرتے مگر وہ اپنے اموال، دکھاوے، خود نمائی، شہرت اور سخی کہلانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور وہ نہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ان کو آخرت کے ثواب سے کوئی غرض ہوتی ہے، تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔ ان کا دوست تو شیطان ہے۔ اور جس کا دوست شیطان ہو تو وہ بہت ہی بُرا دوست اور ساتھی ہے کیونکہ ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو ان کے ساتھی شیطان کا ہوگا۔

ایمان کی ترغیب

۳۹ ۔ وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۔

اور ان کا کیا بگڑ جاتا اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان لے آتے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے خوب واقف ہے ۔

تشریح ۔ اس میں ان کافروں کا کچھ نقصان نہ تھا اگر وہ کفر کی بجائے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لے آتے اور اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے ، نام و نمود کی بجائے اس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی امید میں ، اس کی راہ میں خرچ کردیتے ۔ بلکہ اس میں تو سراسر ان کا نفع تھا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی نیتوں کو خوب جانتا ہے کہ یہ اپنی شہرت اور نام کے لئے اپنے اموال خرچ کرتے ہیں ۔

نیکی کا دوگنا ہونا

۴۰ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔

بیشک اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہو تو اسکو دوگنا کردیتا ہے اور اس کو اپنے پاس سے بھی (انعام کے طور پر) بڑا اجر دیتا ہے ۔

مِثْقَالَ ۔ برابر ۔ ہموزن ، بھاری ہونا **ثِقْلٌ و ثَقَالَةٌ** سے فعل بھی ہے اور اسم بھی ۔
يُضٰعِفْهَا ۔ وہ اس کو دوگنا کرے گا۔ وہ اس کو بڑھا دے گا۔
لَدُنْهُ ۔ اس کی طرف سے ۔

تشریح ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی کی ذرہ برابر بھی حق تلفی نہیں کرتا اور نہ وہ کسی کی نیکی کو ضائع کرتا ہے ۔ بلکہ قیامت کے روز وہ نیکی کو بڑھا چڑھا کر اس کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ اس نے کافروں کے لئے جو ذلت و رسوائی کا عذاب تیار کر رکھا ہے وہ ظلم نہیں بلکہ سراسر

انصاف اور ان کی بداعمالیوں کا بدلہ ہے ۔ البتہ اگر کافروں کو عذاب نہ دیا گیا تو یہ ظلم ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت سے منہ موڑا ، والدین و اقارب اور ہمسایہ وغیرہ کے حقوق کی ادائیگی کو ترک کیا وغیرہ ۔ اگر ایسے لوگوں کو بھی عذاب نہ دیا گیا تو یہ ظلم ہوگا۔

بغویؒ نے حضرت انسؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنوں کی کسی نیکی (کے اجر) کو کم نہیں کیا جائیگا۔ دنیا میں اس کے بدلے میں زیادہ رزق ملے گا اور آخرت میں بھی اس کی اچھی جزا ملے گی اور کافر کی نیکی کا بدلہ رزق کی شکل میں دنیا ہی میں مل جائے گا۔ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی نیکی باقی ہی نہیں رہیگی جس کا ثواب پاسکے ۔ (مظہری بحوالہ احمد و مسلم ۶۴، / ۲) ۔

اگر کسی کی ذرہ برابر نیکی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کو کئی گنا کردے گا اور اپنی مہربانی سے اس ایک نیکی والے کو مقررہ موعودہ ثواب سے الگ انعام کے طور پر اجر عظیم عنایت فرمائے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ نے قسم کھا کر بیان کیا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو بڑھا کر ہزاروں ہزار نیکیاں کردے گا۔ بغویؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اجراً عظیماً فرمایا تو اس کی مقدار کا اندازہ کون کرسکتا ہے ۔ (مظہری ۶۵، / ۲)۔

قیامت کی ہولناکی

۴۱ ۔ ۴۲ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۔ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۔ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۔

پھر کیا ہوگا اس وقت جب ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ حاضر کریں گے (یعنی ان کا رسول) اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو بھی ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے ۔ اس دن تو کافر اور جنہوں نے رسول کی

نافرمانی کی، یہ آرزو کریں گے کہ کاش ان پر زمین ہموار کردی جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی بات نہ چھپا سکیں گے۔

یَوَدُّ۔ وہ چاہتا ہے۔ وہ پسند کرتا ہے۔ وہ خواہش کرتا ہے۔ **وُدٌّ و مَوَدَّۃٌ** سے مضارع۔
تُسَوّٰی۔ وہ ملا دی جائے گی۔ وہ برابر کردی جائے گی۔ **تَسْوِیَۃٌ** سے مضارع مجہول۔
تشریح۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کی ہولناکی بیان کی ہے۔ جو لوگ نہ تو اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرتے ہیں اور نہ بندوں کے، اس دن ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جب انبیاء علیہم السلام کو گواہ کے طور پر بلایا جائیگا۔ قیامت کے روز ہر نبی اپنی امت کی نافرمانی اور فرماں برداری کو بیان کرے گا۔ اور اس بات کی گواہی دے گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام اپنی امت کو پہنچا دیے تھے۔ امتیں اپنے نبیوں کی تکذیب کریں گی۔ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ انبیاء کی صداقت پر گواہی دیں گے۔ آپؐ کی گواہی کے بعد مجرموں پر جرم ثابت ہوجائیگا۔ کافروں کے لئے یہ وقت عجیب پریشانی اور اضطراب کا ہوگا۔ اس وقت کافر اور پیغمبروں کے نافرمان یہ تمنا کریں گے کہ کاش ان کو مٹی بناکر زمین کے ساتھ ہموار کردیا جاتا اور وہ عذاب سے بچ جاتے۔ یہ لوگ اپنے عقائد اور اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے کوئی بات بھی نہیں چھپا سکیں گے۔ ان کے اپنے ہاتھ پیر اقرار کریں گے، انبیاء علیہم السلام گواہی دیں گے اور ان کے اعمال نامے سب کچھ ظاہر کردیں گے۔ (مظہری ۶۶، ۲/ ۶۷، معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۷۷/ ۲)۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے فرمایا کہ مجھے (قرآن) پڑھکر سناؤ۔ حضرت عبداللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ہی پر تو یہ نازل ہوا ہے اور میں آپ ہی کو پڑھکر سناؤں۔

آپؐ نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے سنوں۔ پس میں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی۔ پڑھتے پڑھتے جب میں آیت فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا پر پہنچا تو آپؐ نے فرمایا بس کرو۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (ابن کثیر ۴۹۸/ ۱)۔

نماز کے آداب

۴۳۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ

سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝

اے ایمان والو ۔ تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ (نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو ۔) یہاں تک تم سمجھنے لگو کہ تم منہ سے کیا کہتے ہو اور نہ ، ناپاکی کی حالت میں (ناپاکی کی حالت میں نماز نہ پڑھو) سوائے اس کے کہ تم سفر میں ہو (جس کا حکم آگے مذکور ہے) یہاں تک کے غسل کرلو ۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کرکے آئے یا تم نے عورت سے قربت کی ہو ، پھر تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی لے کر اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے ۔

سُکٰرٰی ۔نشہ میں مست ، بیہوش واحد **سَکْرَانٌ** ۔

عَابِرِیْ ۔عبور کرنے والا ۔گزرنے والا ۔ مسافر ۔ عُبُوْرٌ سے اسم فاعل ۔

غَائِطِ ۔وسیع نشیبی میدان ۔ قضائے حاجت کی جگہ ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیت میں عبادت کا ذکر تھا اور ایمان کے بعد نماز سب سے اہم عبادت ہے اس لئے اس آیت میں نماز کے آداب کو بیان فرمایا گیا ہے کہ نشہ اور ناپاکی کی حالت میں نماز نہ پڑھو ۔

شانِ نزول ۔ابو داؤد ، ترمذی اور حاکم نے حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ شراب کی حرمت سے پہلے ایک دفعہ حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف نے ہمارے لئے کھانا تیار کرایا ۔ اور اس میں شراب نوشی کا بھی انتظام تھا۔ جب کھانے اور شراب سے فارغ ہوچکے تو مغرب کی نماز کا وقت آگیا۔ لوگوں نے مجھے امام بنادیا۔ میں نے **قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ** کی تلاوت میں نشہ کی وجہ سے خلط ملط کردیا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مظہری ۹۸، / ۲) ۔

تشریح

نشہ میں نماز کی ممانعت ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے روک دیا ہے ۔ نشہ کی حالت میں آدمی اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہوتا ، اس کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنی زبان سے کیا کہہ رہا ہے اور کس سے کہہ رہا ہے ۔ جب اس درجہ کا نشہ ہو تو نماز نہیں پڑھنی چاہیئے ۔ اگر نشہ کی مقدار کم ہو اور نشہ والے کو اتنا ہوش ہو کہ جو کچھ وہ پڑھ رہا ہے اس کو سمجھ بھی رہا ہو تو اس حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے ۔ یہ حکم اس وقت کا ہے جب شراب پوری طرح حرام نہیں ہوئی تھی ۔

جنابت میں نماز کی ممانعت ۔ یہاں دوسری بات یہ بتائی گئی کہ اگر تم نا پاک ہو اور غسل فرض ہے تو اس حالت میں بھی نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ تم غسل کر لو ۔

تیمم کا حکم ۔ اگر کوئی سفر میں ہو یا اس کو کوئی ایسا عذر پیش آ جائے کہ پانی استعمال نہ کر سکتا ہو اور طہارت حاصل کرنا ضروری ہو تو اس صورت میں پاک صاف مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے ۔ تیمم چار حالتوں میں جائز ہے ۔

۱) بیماری ۔ (۲) سفر (۳) حدث اصغر یعنی پیشاب پیخانہ کرنے کے بعد (۴) حدث اکبر یعنی حالت جنابت میں ۔

ان چار حالتوں میں وضو اور غسل کے لئے پانی نہ ملنے پر تیمم جائز ہے ۔ پانی نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی سرے سے موجود ہی نہ ہو ۔ یا اتنی قلیل مقدار میں ہو کہ اگر وہ وضو کر لے تو پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو (کیونکہ دور تک پانی نہ ملنے کا احتمال ہے) یا پانی موجود تو ہو مگر بیماری اور عذر کی وجہ سے استعمال نہ کر سکتا ہو ۔

تیمم کا طریقہ ۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کی نیت کر کے دونوں ہاتھ پاک زمین پر مار کر اپنے چہروں پر مسح کر لو (مل لو) پھر دوسری مرتبہ اپنے ہاتھ زمین پر مار کر اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک مل لو (مسح کر لو) مٹی پاک ہے اور بعض چیزوں کے لئے پانی کی طرح مطہر (پاک کرنے والی) بھی ہے اور جو نجاست زمین پر گر کر خاک ہو جاتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا بخشنے والا ہے ۔ اس نے اپنی رحمت سے تمہیں ضرورت کے وقت تیمم کی اجازت دیدی اور مٹی کو تمہارے لئے پانی کے قائمقام کر دیا جو بہت ہی آسانی سے دستیاب ہے ۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۲/ ۷۹) ۔

یہود کا مکر و فریب

۴۴ ۔ ۴۶۔اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا نٌ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۔ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّا ۢ بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِى الدِّيْنِ ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِ هِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔

(اے نبی ! صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب سے کچھ حصہ دیا گیا تھا ۔ وہ گمراہی خریدتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بھٹک جاؤ ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ کافی ہے (تمہاری) حمایت کے لئے اور اللہ کافی ہے (تمہاری) مدد کے لئے ۔ بعض یہودی ایسے بھی ہیں جو الفاظ کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور اپنی زبانوں کو موڑ کر سَمِعْنَا (ہم نے سنا) و عَصَيْنَا (اور ہم نے مانا نہیں) اور اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ اور رَاعِنَا کہتے ہیں اور (یہ سب کچھ) وہ دین میں عیب لگانے کے لئے (کرتے ہیں) اور کاش وہ **سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا** اور **اِسْمَعْ** اور **اُنْظُرْنَا** کہتے تو ان کے حق میں بہتر اور درست ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کر دی ہے سو وہ بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں ۔

يُحَرِّفُوْنَ
۔ وہ تحریف کرتے ہیں ۔ وہ بدل دیتے ہیں ۔ تَحْرِیْفٌ سے مضارع ۔

مَّوَاضِعِهٖ ۔ اس کے ٹھکانے ۔ اس کی جگہیں ۔ اس کے رکھنے کے مقامات ۔ وَضْعٌ سے اسم ظرف ۔ واحد مَوْضِعٌ ۔

رَاعِنَا ۔ ہماری رعایت کر ۔ ہماری طرف متوجہ ہو ۔ مُرَاعَاةٌ سے امر ۔

لَيًّا ۔ مروڑنا ۔ پھیرنا ۔ بل دینا ۔ مصدر ہے ۔

طَعْنًا ۔ طعنہ دینا ۔ عیب لگانا ۔ مصدر ہے ۔

شانِ نزول ۔ محمد بن اسحاق ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ یہود کا ایک بڑا سردار جس کا نام رفاعہ بن زید بن تابوت تھا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرتا تو زبان مروڑ کر کہتا تھا ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذرا اپنے کان ہماری طرف کیجئے تاکہ ہم آپ کو سمجھائیں ۔ پھر وہ اسلام پر نکتہ چینی کرتا اور عیب نکالتا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۸۹، / ۲) ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مذموم خصلتیں بیان کی ہیں کہ وہ ہدایت کے بدلے گمراہی کو اختیار کرتے ہیں ۔ جو کچھ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے جو احکام پہلے سے ان کے پاس موجود ہیں ، ان کو بھی انہوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے وہ اپنی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بشارتیں پڑھتے ہیں ان کو لوگوں پر ظاہر نہیں کرتے کہ کہیں لوگوں کے مسلمان ہو جانے سے ان کو ملنے والے نذرانے نہ بند ہو جائیں ۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی راہ راست سے بھٹک جائیں ، اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار کر دیں ۔ اور ہدایت کو چھوڑ دیں اس لئے کہ ان کو مسلمانوں سے عداوت ہے ۔ لہٰذا تم ان سے بچتے رہو ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے ۔ وہ تمہیں خبردار کرتا ہے کہ تم ان کے دھوکے میں نہ آنا تمہارے لئے تو اللہ تعالیٰ کی حمایت ہی کافی ہے تم اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف نہ جاؤ اور نہ کسی سے مدد طلب کرو ۔ وہ تمہاری ضرور مدد کرے گا ۔ (ابن کثیر ۵۰۰، / ۱) ۔

یہودی اللہ تعالیٰ کے کلام میں جان بوجھ کر لفظی و معنوی تحریف کر کے اس کے معنی بدل دیتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق اس کی تفسیر کرتے ہیں ۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اے محمد ! (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ آپ ؐ نے کہا وہ ہم نے سن لیا مگر آہستہ سے

کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو مانا نہیں ۔ اور وہ جان بوجھ کر آپؐ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ آپؐ سنئے ، خدا کرے آپؐ نہ سن سکیں ۔ اس طرح وہ آپؐ کو بہرہ ہو جانیکی یا مر جانیکی بد دعا دیتے ہیں اور وہ آپؐ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے رَاعِنَا کہتے ہیں جو ذومعنی لفظ ہے عربی زبان میں اس کا معنی ہے ، ہماری رعایت کیجئے ، ہمارا انتظار کیجئے اور عبرانی اور سریانی زبانوں میں یہ لفظ گالی ہے ۔ ان لوگوں کا آپؐ کو اس لفظ سے مخاطب کرنے کا مقصد آپؐ کی توہین کرنا تھا اور اپنی زبانیں گھما گھما کر ان کلمات کو اپنے کلام میں ملا کر ایسے انداز سے کہتے کہ سننے والے ان سے اچھے معنی ہی مراد لیتے اور بُرے معنوں کی طرف ان کا دھیان بھی نہ جاتا ۔ اور اپنے دلوں میں ان کلمات کے بُرے معنی مُراد لیتے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہمارا فریب ضرور معلوم کر لیتا ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے فریب کو خوب واضح کر دیا ۔

پھر فرمایا کہ اگر وہ **سَمِعْنَا ، وَ اَطَعْنَا ، وَاسْمَعْ ، وَ انْظُرْنَا** (ہم نے سنا ، ہم نے مانا ، اور ہماری بات سن لیجئے اور ہماری رعایت کیجئے) کہتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا مگر ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی ، اللہ نے ان کو بے مدد چھوڑ دیا اور ہدایت سے دور کر دیا ۔ اس لئے یہ بعض کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں ۔ (مظہری ۹۲، / ۲)

اہلِ کتاب کو دعوتِ ایمان

۴۷ ۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۔

اے اہلِ کتاب ! ہماری نازل کی ہوئی اس (کتاب) پر ایمان لے آؤ جو اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس ہے ۔ قبل اس کے کہ ہم (تمہارے) چہرے بگاڑ کر ان کو ان کی پیٹھ کی جانب الٹ دیں یا ان پر ایسی لعنت کریں جیسی اصحاب سبت (ہفتہ کے دن والوں) پر کی تھی ۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کر رہتا ہے ۔

نَطْمِسَ ۔ ہم مسخ کر دیں گے ۔ ہم بگاڑ دیں گے ۔ **طَمْسٌ** سے مضارع ۔
فَنَرُدَّهَا ۔ پس ہم اس کو لوٹادیں گے ۔ پس ہم اس کو پھیر دیں گے ۔ **رَدٌّ** سے مضارع ۔
اَدْبَارِهَا ۔ اس کے بعد ، اس کے پیچھے ۔ اس کی پیٹھیں ۔ واحد **دُبُرٌ** ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں اہلِ کتاب کی شرارتوں اور خباثتوں کا ذکر تھا ۔ اس آیت میں ان کو ایمان و اسلام کی دعوت دی گئی ہے اور نصیحت کے طور پر ان کو ان کی خباثتوں کے بُرے انجام سے ڈرایا گیا ہے ۔

شانِ نزول ۔ ابن اسحاق نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن صوریا ، کعب بن اسید اور انہی جیسے بعض دوسرے علماء یہود سے گفتگو کی اور فرمایا کہ تم لوگ خوب جانتے ہو کہ جو کچھ میں لیکر آیا ہوں وہ سراسر حق ہے ۔ انہوں نے جواب دیا ۔ محمد ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اس کو نہیں جانتے (ہماری کتاب میں اس کے خلاف ہے اور آپؐ وہ نبی نہیں جن کا ذکر توریت میں ہے) اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۹۲، / ۲) ۔

تشریح ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو حکم دیا ہے کہ میں نے جو کچھ اپنے نبی پر نازل کیا ہے اور جس میں خود تمہاری اپنی کتاب کی تصدیق بھی ہے تم اس پر ایمان لے آؤ قبل اس کے ہم کتاب اللہ میں تحریف کی سزا میں تمہاری صورتیں مسخ کر دیں اور تمہارے چہروں کو پشت کی طرف الٹا دیں اور آنکھیں اِدھر کی بجائے اُدھر ہو جائیں یا ہم ان پر ایسی لعنت کریں جیسی ہفتہ کے دن کی بے حرمتی کرنے والے یہودیوں پر کی تھی یعنی جو لوگ ممانعت کے باوجود حیلے کر کے ہفتے کے دن شکار کھیلا کرتے تھے ، ان کو بندر اور سور بنا دیا گیا ۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم ضرور پورا ہوتا ہے ۔ اس کو کوئی دفع نہیں کر سکتا ۔ (ابن کثیر ۵۰۰، / ۱) ۔

بہت سے اہل کتاب جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف تھا ، اس آیت کو سنتے ہی مشرف با سلام ہو گئے ۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے جب یہ آیت سنی تو گھر جانے سے پہلے ہی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اس اندیشے سے کہ کہیں چہرہ بگڑ نہ گیا ہو چہرے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے امید نہ تھی کہ گدی کی طرف منہ پلٹ جانے سے پہلے میں یہاں تک پہنچ سکوں گا ۔ یہ کہکر مسلمان ہو گئے ۔

اسی طرح حضرت کعب احبار کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے جب حضرت عمر

کے زمانے میں یہ آیت سنی تو فوراً مسلمان ہو گئے اور اس خوف سے کہ کہیں اس آیت کی وعید ان پر نہ پڑ جائے عرض کیا اے رب! میں مسلمان ہو گیا۔ اے رب! میں ایمان لے آیا۔ (مظہری ۹۲، / ۲)۔

شرک کا انجام

۴۸۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۔

بیشک اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔ اور اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا تو اس نے اللہ پر بڑا بہتان باندھا۔

تشریح۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ یہ خیال نہ کریں کہ کفر و شرک بھی دوسرے گناہوں کی طرح ایک گناہ ہے۔ جس کی معافی اور مغفرت ہو جائیگی۔ شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ اس جرم کو توبہ کے بغیر معاف نہیں فرماتا۔ علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص شرک سے توبہ کر کے ایمان لے آئے تو اس کے گزشتہ شرک و معصیت کو بخشدیا جائے گا اور توبہ کرنے والا گناہ سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسے اس سے کبھی گناہ سرزد ہی نہ ہوا ہو۔

کفروشرک توبہ کے بغیر قابل معافی نہیں۔ ان کی سزا دائمی عذاب ہے البتہ کفر و شرک کے علاوہ جو گناہ ہیں خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، قصداً کئے ہوں یا غلطی سے وہ سب توبہ کے بغیر بھی قابل مغفرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے جس کو چاہے گا معاف فرمادے گا اور جس پر چاہے گا عذاب دے دے گا۔ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک قرار دیا اس نے بڑے جھوٹ، فساد اور گناہ کا ارتکاب کیا جو قابل مغفرت نہیں۔

یہود کی خود ستائی

۴۹، ۵۰۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ

يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ○ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ○ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ○

کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو مقدس کہتے ہیں ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے مقدس کرتا ہے اور ان پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا ۔ دیکھو یہ اللہ تعالیٰ پر کیسا جھوٹ باندھ رہے ہیں اور صریح گنہگاری کے لئے تو یہی کافی ہے ۔

فَتِيْلًا ۔ تاگہ ۔ کھجور کی گٹھلی کا ریشہ ۔ ذرا بھی ۔
يَفْتَرُوْنَ ۔ وہ افترا کرتے ہیں ۔ وہ بہتان لگاتے ہیں ۔ اِفْتِرَآءٌ سے ماضی ۔

شانِ نزول ۔ بغویؒ اور ثعلبیؒ نے کلبیؒ کا قول لکھا ہے کہ کچھ یہودی جن میں بحری بن عمرو ، نعمان بن اوفی اور مرحب بن زید بھی تھے اپنے چھوٹے بچوں کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا محمد ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ان (بچوں) پر کوئی گناہ ہو سکتا ہے آپؐ نے فرمایا نہیں ۔ پھر وہ کہنے لگے کہ ہم بھی انہی کی طرح ہیں ، ہم دن میں جو کچھ کرتے ہیں ان کو رات میں معاف کر دیا جاتا ہے اور جو کام رات کو کرتے ہیں ، دن میں ان کا کفارہ ہو جاتا ہے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۹۶، ۲ / ۲

تشریح ۔ یہودی کہتے تھے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں ، تقدس و پاکیزگی ہمارا موروثی حق ہے اور ہم حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہما السلام کی نسل ہیں جن پر دوزخ کی آگ از خود حرام ہے اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں ۔ جنت میں صرف یہودی جائیں گے یا نصرانی وغیرہ ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا کہ یہ کیوں نا حق اپنی تعریفیں کرتے ہیں اور اپنے پاکیزہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ پاکیزہ تو وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کی توفیق دی۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام چیزوں کی حقیقت اور اصلیت کو جانتا ہے وہی ہر چیز پر قادر ہے ۔ پاکیزگی کے سلسلہ میں کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائیگا ۔ جو پاکیزگی کا اہل ہوگا اسی کو پاکیزگی کی توفیق ملے گی اور جو پاکیزگی کے لائق نہیں ہوگا اس کو اس کی توفیق نہیں ملے گی ۔ ایسے دعوے کرنا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں ، ہم پر دوزخ کی آگ حرام ہے ، یہ اللہ تعالیٰ پر صریح جھوٹ باندھنا ہے ۔ اور یہ گناہ کی انتہا ہے ۔ اور اس کا غلط

ہونا واضح ہے ۔ (حقانی ۱۶۵/ ۲) ۔

یہود کی عداوت و حسد

۵۲۱۵ ۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۔ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۔

کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ۔ وہ بتوں اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں ۔ اور وہ کافروں (مشرکین مکہ) کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمانوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمادے تو ، تو اس کے لئے ہرگز کسی کو مدد گار نہ پائے گا ۔

جِبْتِ ۔ بت ۔ جادو ۔ کاہن ۔
طَاغُوْتِ ۔ شیطان ۔ سرکش ۔ نافرمان ۔

شانِ نزول ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جنگ اُحد کے بعد یہود کے سردار حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف اپنی ایک جماعت کے ساتھ قریش سے ملنے کے لئے مکہ آئے ۔ کعب بن اشرف ابو سفیان کے پاس آیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان کے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا ۔ اہل مکہ نے کعب بن اشرف سے کہا کہ تم ایک دھوکہ دینے والی قوم ہو ، اگر تم واقعی اپنے قول میں سچے ہو تو ہمارے ان دو بتوں (جبت اور طاغوت) کے سامنے سجدہ کرو ۔ چنانچہ اس نے قریش کو مطمئن کرنے کے لئے ایسا ہی کیا ۔ اس کے بعد کعب نے قریش سے کہا کہ تیس آدمی ہمارے اور تیس آدمی تمہارے کعبہ کے رب کے ساتھ اس چیز کا عہد کریں کہ ہم سب مل کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف جنگ کریں گے ۔ قریش نے کعب کی اس تجویز کو پسند کیا ۔ اس طرح انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک متحد محاذ قائم کر دیا ۔

اس کے بعد ابو سفیان نے کعب سے کہا کہ تم اہل علم ہو ، تمہارے پاس اللہ تعالیٰ

کی کتاب ہے ، مگر ہم بالکل جاہل ہیں اس لئے تم بتاؤ کہ ہم حق پر ہیں یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کعب نے پوچھا کہ تمہارا دین کیا ہے ۔ ابو سفیان نے کہا کہ ہم حج کے لئے اپنے اونٹوں کو ذبح کرتے ہیں ، ان کا دودھ پلاتے ہیں ، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں ، صلۂ رحمی کرتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کرتے ہیں ۔ اس کے بر عکس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے ، وہ اپنوں سے علیحدہ ہوگئے ہیں اور انہوں نے ہمارے دین کے خلاف اپنا ایک نیا دین پیش کیا ہے ۔ ان باتوں کو سن کر کعب بن اشرف نے کہا کہ تم لوگ حق پر ہو ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ۔ (معارف القرآن ۴۳۲ ۔ ۴۳۳ / ۲) ۔

تشریح ۔ کعب بن اشرف یہودیوں کا ایک ممتاز عالم تھا ۔ وہ خدا پر عقیدہ رکھتا تھا اور اس کی عبادت کرتا تھا مگر اس نے مسلمانوں سے حسد و عداوت کی بنا پر مسلمانوں کے خلاف قریش سے معاہدہ کرنا چاہا ۔ قریش نے معاہدہ کے لئے یہ شرط رکھی کہ وہ ان کے بتوں کو سجدہ کرے ۔ کعب نے اسلام دشمنی میں اس کو بھی گوارا کر لیا ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اسلام سے ان کے حسد و عناد کی اسی خبیث حالت کو بیان فرمایا ہے کہ ان کی جہالت ، بے دینی ، اور خود اپنی کتاب کے ساتھ کفر کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ کافروں کو مسلمانوں پر ترجیح دینے لگے حالانکہ جس کتاب پر یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ توحید کی تعلیم اور بت پرستی کی مذمت سے بھری پڑی ہے ۔ پس جو لوگ مشرکین کو مُوحّدین پر ترجیح دیتے ہیں اور کفر و شرک کو اسلام سے افضل بتاتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ملعون ہیں اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کر دے اس کو کوئی مددگار نہیں ملے گا جو اس کو دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی سے بچا سکے ۔ چنانچہ یہود ، مسلمانوں کے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہوئے اور قریش کی کوئی مدد ان کے کام نہ آسکی ۔ (معارف القرآن ۴۳۳ / ۲ ، ابن کثیر ۵۱۲ / ۱) ۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت بھیجی ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے ۔ اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے ۔ وہ چھ آدمی یہ ہیں ۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا ۔ ۲ ۔ وہ شخص جو جبر و قہر سے اقتدار حاصل کر کے اس آدمی کو عزت دے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت عطا کی ہو اس کو ذلیل کرے ۔۳ ۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانے والا ۔ ۴ ۔ اللہ تعالیٰ کی حرام

کردہ چیزوں کو حلال سمجھنے والا ۔ ۵ ۔ میری اولاد میں وہ آدمی جو محرمات کو حلال کرنے والا ہو ۔ ۶ ۔ میری سنت کو چھوڑنے والا ۔ (معارف القرآن بحوالہ بیہقی و مشکوۃ ۴۳۵/ ۲) ۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی جو عورتوں کی طرح شکل و صورت بنا کر ہجڑے بنیں اور ان عورتوں پر لعنت کی جو شکل و صورت میں مردانہ پن اختیار کریں ۔ اور ارشاد فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو ۔ (معارف القرآن ۴۳۵، ۴۳۶/ ۲) ۔

یہود کا بُخل و حسد

۵۳، ۵۴ ۔ اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۝ اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيمًا ۝

کیا (اللہ کی) سلطنت میں ان کا کچھ حصہ ہے ؟ اگر ایسا ہوتا تو یہ کسی کو رائی برابر بھی نہ دیتے ۔ کیا یہ (یہود) لوگوں پر اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے نعمت عطا فرمادی ۔ سو بیشک ہم نے (حضرت) ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور حکمت بھی دی اور ہم نے ان کو عظیم سلطنت بھی عطا فرمائی ۔

نَقِيرًا ۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کا چھلکا ۔ مراد حقیر ترین چیز ۔
يَحْسُدُونَ ۔ وہ حسد کرتے ہیں ۔ وہ جلتے ہیں ۔ حَسَدٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ یہود ملک کے کسی حصہ کے مالک نہیں ہیں ۔ اگر ان کے پاس ملک کا کچھ حصہ بھی ہوتا تو وہ اپنے بخل کی وجہ سے کسی کو ذرا سا بھی نفع نہ پہنچنے دیتے ۔ خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کو تو یہ اتنا بھی نہ دیتے جتنا کھجور کی گٹھلی کے درمیان کا پردہ ہوتا ہے ۔ جو لوگ اس درجہ بخیل ہوں کہ سلطنت ملنے کے بعد بھی لوگوں کو ایک تل برابر چیز دینا گوارا نہ کریں تو وہ سلطنت کے اہل اور حقدار نہیں دوسری جگہ ارشاد ہے ۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ

خَشْيَةَ الْاِ نْفَاقِ ۔ (بنی اسرائیل آیت ۱۰۰) ۔
آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم میرے رب کی رحمتوں کے خزانوں کے مالک ہوتے
تو خرچ ہو جانے کے خوف سے تم تو ان کو بالکل ہی روک لیتے ۔

اس کے بعد یہود کے حسد کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے فضل سے جو منصب نبوت عطا فرمایا ہے اور چونکہ آپؐ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں بلکہ عرب میں سے ہیں ، اس لئے یہ لوگ حسد کرتے ہیں کہ یہ تو ہمارا حصہ تھا ان کو کیوں مل گیا ۔ اسی حسد کی بنا پر یہ لوگ خود بھی ایمان نہیں لاتے اور دوسروں کو بھی آپؐ کی تصدیق سے روکتے ہیں ۔ اور ہم نے ال ابراہیم کو کتاب و حکمت اور عظیم ملک عطا فرمایا ہے ۔ یہود آپؐ کی نبوت و عزت پر کیوں حسد کرتے ہیں ، آپؐ بھی تو حضرت ابراہیم ہی کے گھرانے سے ہیں ۔ (حقانی ۱۶۵/ ۲) ۔

یہود کی ہٹ دھرمی

۵۵ ۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۔ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۔
پھر ان میں سے کچھ تو اس کتاب پر ایمان لے آئے اور کچھ اس سے رک گئے اور (نہ ماننے والوں کے لئے) دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے ۔

صد ۔ اس نے روکا ۔ اس نے باز رکھا ۔ **صَدٌّ** و **صُدُوْدٌ** سے ماضی ۔
سعیرا ۔ دہکتی ہوئی آگ ۔ بھڑکتی ہوئی آگ ۔دوزخ ۔

تشریح ۔ پس ان حاسد یہودیوں میں سے کچھ تو آپؐ پر ایمان لانے سے باز رہے جیسے کعب بن اشرف وغیرہ ۔ بعض علماء کے نزدیک آیت کا مطلب یہ ہے کہ اولاد ابراہیم میں سے جن نبیوں کو ہم نے کتاب و حکمت دی تھی ان پر بعض یہود تو ایمان لائے اور بعض نے ان کو بھی نہ مانا ۔ پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ لوگ آپؐ کی نبوت کو نہ مانیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ۔ یہ لوگ اب تک اپنی پہلی روش پر قائم ہیں ۔ ان کے لئے تو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہی کافی ہے ۔

منکرین پر عذاب

۵۶ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۔

بلا شبہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ، ہم بہت جلد ان کو آگ میں ڈالیں گے ۔ جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں پیدا کردیں گے تاکہ وہ خوب عذاب چکھیں ۔ بیشک اللہ تعالیٰ زبردست (اور) حکمت والا ہے ۔

نَضِجَتْ ۔ وہ جل گئی ، وہ گل گئی ۔ **نَضْجٌ** سے ماضی ۔

جُلُوْدُهُمْ ۔ ان کی جلدیں ۔ ان کی کھالیں ۔ واحد **جِلْدٌ** ۔

تشریح ۔ ایمان کی ترغیب اور کفر سے ترہیب کے لئے اس آیت میں کافروں کی سزا کو قاعدہ و کلیہ کے طور پر ذکر فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رسولوں سے برگشتہ کیا ، ان کو آگ میں دھکیل دیا جائیگا جو ان کو چاروں طرف سے گھیر لے گی اور ان کے روئیں روئیں کو جلا دے گی اور یہ عذاب یکساں اور دائمی ہوگا ۔ جب ایک دفعہ کھال جل جائے گی تو ان کے عذاب میں کمی نہ آنے کی غرض سے فوراً اس کی جگہ دوسری کھال آ جائے گی ۔ بیشک اللہ تعالیٰ عزت و غلبہ والا ہے ۔ کافروں کو ایسی سزا دینے میں اس کو کوئی دشواری نہیں ، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ، اس کے ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا ۔ اور کافروں کو ایسی سزا دینا عین حکمت کے موافق ہے ۔ (ابن کثیر ۵۱۴ / ۱) ۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کے اندر دوزخیوں کی جسامت بڑی ہو جائیگی یہاں تک کہ بعض آدمیوں کے کان کی لو سے گردن کی جڑ تک کا فاصلہ سات سو برس کی راہ کے برابر ہو گا ۔ کھال کی موٹائی ستر ذراع (شرعی گز ۔ کہنی سے انگلی کے سرے تک کا فاصلہ) اور ڈاڑھ احد (پہاڑ) کے برابر ہوگی اور اس کی کھال کی موٹائی تین روز کی راہ کے برابر ہوگی ۔ (مظہری ۸۰۱ ، ۸۰۲ / ۲) ۔

مومنین پر انعامات

۵۷ ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ؕ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ، تو ہم ان کو بہت جلد (ایسے) باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ ان کے لئے وہاں پاک بیویاں ہیں اور ہم ان کو گھنی گھنی چھاؤں میں داخل کر لیں گے ۔

ظِلًّا ۔ سایہ ۔ چھاؤں ۔
ظَلِيْلًا ۔ گھنی چھاؤں ۔ گھنا سایہ ۔ جمع اَظِلَّةٌ ۔

تشریح ۔ جس طرح گزشتہ آیت میں قاعدہ کلیہ کے طور پر کافروں کی سزا کا بیان تھا اسی طرح اس آیت میں قاعدہ و کلیہ کے طور پر مومنوں کی جزا اور ان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا بیان ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو ہم ان کو ایسے باغوں (جنتوں) میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ۔ یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ یہاں کی نعمتیں نہ فنا ہوں گی نہ کم ہوں گی ، نہ انکو واپس لیا جائیگا اور نہ وہ کبھی ختم ہوں گی اور ان باغوں میں ان کے لئے حیض و نفاس ، پخانہ ، پیشاب ، میل کچیل اور گندگی وغیرہ سے پاک و صاف بیویاں ہوں گی اور گھنے لمبے چوڑے سائے ہوں گے جو بڑے فرحت و سرور والے ، راحت افزا اور دل خوش کن ہوں گی ۔

حاکم نے حضرت ابو سعیدؓ خدری کی روایت سے بیان کیا اور روایت کو صحیح قرار دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ (بیویاں) حیض ، پخانہ ، ناک کی رینزش اور تھوک سے پاک ہوں گی ۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ کو ایک سوار سو سال میں بھی طے نہ کر سکے گا ۔(مظہری ۲/۸۰۲) ۔

امانت کی ادائیگی اور عدل کی تاکید

۵۸ ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝

بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ، امانت والوں کو ادا کردو اور جب تم لوگوں کے درمیان (کسی جھگڑے کا) فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے کرو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں (بہت ہی) اچھی نصیحت کرتا ہے ۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سنتا (اور) دیکھتا ہے ۔

تُؤَدُّوا ۔ تم ادا کرو ۔ تم پہنچا دو ۔ **تَاْدِيَةٌ** سے مضارع ۔
حَكَمْتُمْ ۔ تم نے حکم دیا ۔ تم نے فیصلہ کیا ۔ **حُكْمٌ** سے ماضی ۔
نِعِمَّا ۔ وہ کیا ہی اچھی ہے ۔

شانِ نزول ۔ بغوی ؒ نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو عثمان بن طلحہ کعبہ کا دروازہ بند کر کے چھت پر چڑھ گیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنجی طلب فرمائی تو عرض کیا گیا کہ کنجی عثمان کے پاس ہے اور اس نے دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر مجھے یقین ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو میں کنجی دینے سے انکار نہ کرتا ۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے عثمان بن طلحہ کی گردن مروڑدی اور کنجی لے لی اور دروازہ کھول دیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہو گئے اور اندر دو رکعت نماز پڑھی ۔ جب باہر تشریف لائے تو حضرت عباس نے کنجی مانگی اور درخواست کی کہ حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کے ساتھ بیت اللہ کی دربانی بھی مجھے عطا کر دی جائے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ کنجی عثمان کو واپس کر دو اور اس سے معذرت بھی کرو ۔

حضرت علیؓ نے حکم کی تعمیل کی ۔ عثمان بن طلحہ نے کہا کہ تم نے مجھ پر جبر کیا اور دکھ دیا اور اب پچکارنے آگئے ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بارے میں آیت نازل فرمائی ہے ۔ پھر یہ آیت پڑھی ۔ عثمان بن طلحہ نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ۔ اس کے بعد کعبہ کی کنجی عثمان کے پاس رہی ۔ مرتے وقت انہوں نے اپنے بھائی شیبہ کو دیدی ۔ کعبہ کی کنجی اور دربانی قیامت تک انہی کی اولاد کے پاس رہے گی ۔ (مظہری ۸۴۴/ ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت کے پہلے حصہ میں امانت ادا کرنے کا حکم ہے اور دوسرے میں عدل و انصاف کرنے کا حکم ہے ۔ آیت کا مخاطب ہر وہ شخص ہے جو کسی امانت کا امین ہے ۔ اس میں عوام بھی داخل ہیں اور حکام بھی ۔ پس جس کے پاس کوئی امانت ہو اس پر لازم ہے کہ وہ امانت اس کے اہل اور مستحق کو پہنچادے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت ادا کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ۔

امانت کی قسمیں ۔ ۱) امانت کا مطلب یہی نہیں کہ ایک شخص کا مال کسی دوسرے شخص کے پاس بطور امانت رکھا ہوا ہو جیسا کہ عام طور پر کہا اور سمجھا جاتا ہے ۔ بلکہ حکومت کے تمام عہدے اور منصب بھی سب اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں جن کے امین وہ حکام اور افسران ہیں جن کے ہاتھ میں تنزل و ترقی کے اختیارات ہیں ۔ حکام کے لئے جائز نہیں کہ وہ کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد کر دیں جو اپنی علمی یا عملی قابلیت کے اعتبار سے اس کا اہل نہیں بلکہ ان پر لازم ہے کہ وہ ہر کام اور ہر عہدے کے لئے اپنے دائرہ حکومت میں اس کے مستحق کو تلاش کریں ۔ اگر پوری اہلیت اور تمام شرائط کا جامع کوئی شخص نہ ملے تو قابلیت اور امانت داری کے اعتبار سے جو سب سے زیادہ فائق ہو اس کو ترجیح دی جائے ۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی اور تعلق کی مد میں اہلیت معلوم کئے بغیر دے دیا ، تو اس پر اللہ کی لعنت ہے ، نہ اس کا فرض مقبول ہے ، نہ نفل ، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے ۔ (جمع الفوائد) ۔

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ اس عہدہ کے لئے دوسرا آدمی اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں کی خیانت کی ۔ آج نظام حکومت کی ابتری اسی قرآنی حکم کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے ۔

۲) ۔ کسی مجلس میں جو بات کہی جائے وہ اس مجلس کی امانت ہے ۔ اہل مجلس کی اجازت کے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کرنا اور پھیلانا جائز نہیں ۔

۳) اگر کسی شخص سے کوئی مشورہ لیا جائے تو وہ امین ہے ۔ اس پر لازم ہے کہ وہ وہی مشورہ دے جو اس کے نزدیک مشورہ لینے والے کے حق میں مفید اور بہتر ہو ۔ اگر اس نے جان بوجھ کر غلط مشورہ دیا تو وہ امانت میں خیانت کا مرتکب ہوا ۔

۴)۔ اگر کسی نے اپنا کوئی راز کسی پر ظاہر کیا تو وہ اس کی امانت ہے ۔ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو بتانا خیانت ہے ۔ اس آیت کے پہلے حصہ میں ان سب اماتوں کا حق ادا کرنے کی تاکید ہے ۔ (معارف القرآن ۴۴۶ ۔ ۴۴۷ / ۲) ۔

عدل و انصاف کی تاکید ۔ آیت کے دوسرے حصہ میں ان لوگوں کو خطاب ہے جو باہمی جھگڑوں اور مقدموں کے فیصلے کرتے ہیں ۔ ان کو لوگوں کے باہمی جھگڑوں کے فیصلے عدل و انصاف کے ساتھ کرنے کی تاکید کی گئی ہے ۔ کیونکہ مقدمات کے فیصلوں میں سب انسان برابر ہیں خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ، دوست ہوں یا دشمن ، اپنے ہموطن ، ہم رنگ اور ہم زبان ہوں یا غیر ۔ اس لئے فیصلہ کرنے والوں کا فرض ہے کہ وہ ان سب تعلقات سے قطع نظر جو بھی حق و انصاف کاتقاضا ہو وہ فیصلہ کریں ۔ (معارف القرآن ۴۴۸ / ۲) ۔

اللہ ، رسول اور اولو الامر کی اطاعت

۵۹ ۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَ مْرِ مِنْكُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِا اللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ع

اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی (اطاعت کرو) جو تم میں صاحب حکومت ہوں ۔ پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ (بہت ہی) اچھی بات ہے اور اس کا انجام (اور بھی) اچھا ہے ۔

تَنَازَعْتُمْ ۔ تم نے ایک دوسرے سے تنازع کیا ۔ تم نے ایک دوسرے سے جھگڑا کیا ۔

تَنَازَعْ ۔ سے ماضی ۔
فَرُدُّوْہُ ۔ پس تم اس کو لوٹاؤ ۔ پس تم اس کو حوالے کردو ۔ رَدٌّ سے امر ۔
تَاْوِيْلاً ۔ انجام ۔ تعبیر ۔

تشریح ۔ اس آیت میں مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ ، اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے حاکم کا حکم مانو ۔ اُولِی الْاَمْرِ سے وہ حکام اور امراء مراد ہیں جن کے ہاتھ میں نظام حکومت ہے ۔

اطاعت کی عملی صورتیں ۔ ۱) ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جس چیز کا صریح اور واضح حکم نازل فرما دیا اور اس میں مزید کسی تفصیل و تشریح کی ضرورت نہیں جیسے شرک و کفر کا انتہائی جرم ہونا ، اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کرنا ، قیامت اور آخرت پر یقین رکھنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول ماننا ، نماز ، روزہ ، حج اور زکوٰۃ کو فرض سمجھنا وغیرہ ۔ یہ سب براہ راست احکام ربانی ہیں ۔ ان کی تعمیل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے ۔

۲) ۔ قرآن کریم نے بعض احکام کو مجمل طور پر بیان کیا ہے ۔ ان کی تفصیل و تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث کے ذریعہ فرمائی ہے ۔ وہ بھی وحی ہی ہوتی ہے اس قسم کے احکام کی اطاعت بھی اگر چہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے مگر ظاہری اعتبار سے چونکہ یہ احکام صریح طور پر قرآن کریم میں نہیں ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے امت کو پہنچے ہیں اس لئے ان کی اطاعت ظاہری اعتبار سے اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے ۔

۳) ۔ بعض احکام نہ تو قرآن کریم میں صراحتاً مذکور ہیں اور نہ حدیث میں ۔ یا احادیث میں ان کے متعلق متضاد روایات ملتی ہیں ۔ ایسے احکام میں ، علماء و مجتہدین ، قرآن و سنت کی منصوصات اور نظائر میں غور و فکر کر کے ان کا حکم تلاش کرتے ہیں ۔ حقیقت کے اعتبار سے تو ان احکام کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے مگر ظاہری اعتبار سے یہ علماء کی طرف منسوب ہیں ۔

انہی میں سے بعض احکام ایسے بھی ہیں جن میں کتاب و سنت کی رو سے کوئی پابندی عائد نہیں بلکہ ان پر عمل کرنے والوں کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہیں کریں ۔ انہیں کو شرعی اصطلاح میں مباحات کہتے ہیں ۔ ایسے احکام میں عملی انتظام حکام اور امراء کے سپرد ہے ۔ اس آیت میں اُولُوالْاَمْرِ کی اطاعت سے علماء اور حکام دونوں کی اطاعت مراد ہے ۔ اس

لئے فقہی تحقیقات میں فقہاء کی اطاعت اور انتظامی امور میں حکام و امراء کی اطاعت واجب ہے ۔

حقیقت میں ان احکام کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے مگر ظاہری اعتبار سے یہ احکام نہ قرآن کریم میں ہیں اور نہ سنت میں بلکہ علماء اور حکام کی طرف منسوب ہیں ۔ اس لئے اس اطاعت کو اُولُوالاَمر کی اطاعت کہا گیا ۔ جس طرح مَنصُوصَاتِ قرآن میں ، قرآن کی اتباع اور منصوصات رسول میں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم ہے ، اسی طرح غیر مَنصُوص فقہی چیزوں میں فقہا کی اور انتظامی امور میں حکام و امراء کی اتباع واجب ہے ۔ اُولُوالاَمر کی اطاعت کا یہی مفہوم ہے ۔ (معارف القرآن ۴۵۰ ۔ ۴۵۲/ ۲) ۔

اختلاف کی صورت میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع ۔ پھر فرمایا کہ اگر کسی امر کے بارے میں تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رجوع کرو ۔ یعنی جن مسائل کی صراحت نہ قرآن کریم میں ہے اور نہ فرمان رسول میں تو ایسے مسائل میں اجماع اور قیاس کی طرف رجوع کرنا چاہئے کیونکہ یہ دونوں کتاب و سنت ہی کی طرف لوٹتے ہیں ۔ اگر اجماع اور قیاس کی طرف رجوع کے بعد شرعاً اس کی اطاعت واجب ہوتی ہو تو اطاعت کرو ورنہ مت کرو اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو تمہارے لئے یہی بہتر ہے ۔

صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (امیر کا حکم) سننا اور اس کو ماننا مسلمان پر واجب ہے خواہ پسند ہو یا نا پسند بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی نا فرمانی کا حکم نہ دیا گیا ہو ۔ اگر معصیت کا حکم دیا گیا ہو تو نہ سننا جائز ہے اور نہ ماننا ۔

صحیحین ہی میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت درست نہیں ۔ اطاعت صرف نیکی میں ہوتی ہے ۔ (مظہری ۱۰۹/ ۲) ۔

منافقین کی گمراہی

٦٠ ۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی

الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا ۢبَعِيْدًا ۔

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل ہوا اور ان (کتابوں) پر بھی جو آپ سے پہلے نازل ہوئیں ۔ (مگر) وہ چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمے شیطان کے پاس لیجائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کو نہ مانیں اور شیطان (تو یہی) چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کر کے راہ راست سے بہت دور جا ڈالے ۔

يَزْعُمُوْنَ ۔ وہ گمان کرتے ہیں ۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں ۔ **زَعْمٌ** سے مضارع ۔
يَتَحَاكَمُوْا ۔ وہ فیصلہ کراتے ہیں ۔ وہ فیصلہ چاہتے ہیں ۔ **تَحَاكُمٌ** سے مضارع ۔
الطَّاغُوْتِ ۔ شیطان ۔ سرکش ۔ نا فرمان ۔

شانِ نزول ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بشر نامی ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا ۔ یہودی نے فیصلے کے لئے منافق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلنے کے لئے کہا مگر بشر نے اس کو قبول نہ کیا بلکہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس جا کر فیصلہ کرانے کے لئے کہا ۔ یہودی نے کعب بن اشرف کے پاس جانے سے انکار کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرانے پر اصرار کیا ، مجبوراً بشر منافق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا پڑا ۔ جب دونوں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے معاملے کی تحقیق کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا ۔

فیصلے کے بعد جب دونوں باہر آئے تو منافق نے یہودی کو (فیصلے کے لئے) حضرت عمرؓ کے پاس جانے پر آمادہ کر لیا ۔ چنانچہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو یہودی نے عرض کیا کہ میں اور یہ شخص اپنا باہمی مقدمہ لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تھے ۔ آپؐ نے فیصلہ میرے حق میں فرمادیا ۔ یہ اس سے مطمئن نہیں ۔ اس لئے مجھے آپ کے پاس لا یا ہے ۔ حضرت عمرؓ نے منافق سے پوچھا کیا واقعہ ایسا ہی ہے ۔ منافق نے اقرار کر لیا ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا ٹھہرو ۔ میں ابھی آتا ہوں ۔ چنانچہ آپ گھر میں گئے اور ایک تلوار لیکر آئے اور اس منافق کا کام تمام کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کا یہی فیصلہ ہے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ ابو برزہ اسلمی ایک کاہن تھا جو یہودیوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرتا تھا ۔ (یہودیوں کی دیکھا دیکھی) کچھ مسلمان بھی اس کے پاس فیصلہ کرانے گئے ۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۸۱۰/ ۲)۔

تشریح ۔ یہ آیت بھی اہل کتاب سے متعلق ہے ۔ ان میں سے کچھ لوگ منافقانہ طور پر مسلمان ہو گئے تھے ۔ یہ لوگ دل میں تو کفر و الحاد چھپائے ہوئے تھے اور زبان سے توحید و رسالت کا اقرار کرتے تھے ۔ جب کسی سے کوئی جھگڑا ہوتا تو اس کے فیصلے کے لئے یہودی عالموں اور سرداروں کے پاس جانے کو ترجیح دیتے تاکہ رشوت دیکر یا ،گرو رعایت سے اپنے حق میں فیصلے کرالیں ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر فیصلہ کرانے سے گریز کرتے اس لئے کہ انہیں یقین تھا کہ آپؐ کا فیصلہ کسی قسم کی رعایت کے بغیر بہلایت عادلانہ ہوگا ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کاہنوں اور شیطانوں سے علیحدہ رہنے اور ان سے اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کی ممانعت کی ہے کیونکہ یہ شیطانی دھوکہ ہے اور شیطان تو ان کو بہکا کر حق سے دور لیجانا چاہتا ہے ۔

منافقوں کی روگردانی

۶۱ ۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس (قرآن) کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اور رسول کی طرف آؤ (رجوع کرو) تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے کتراتے ہیں ۔

تَعَالَوْا ۔ تم آؤ ۔ **تَعَالِیٌ** سے امر ۔

يَصُدُّوْنَ ۔ وہ روکتے ہیں ۔ وہ باز رکھتے ہیں ۔ صَدٌّ سے مضارع ۔

شانِ نزول ۔ روایات میں آیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے بشر منافق کا کام تمام کر دیا

تو اس کے وارث خون کا عوض طلب کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قسمیں کھا کھا کر عرض کرنے لگے کہ حضرت عمرؓ کے پاس مقدمہ لیجانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی خلاف ورزی مقصود نہ تھی بلکہ اس سے ہماری غرض یہ تھی کہ وہ اس معاملہ میں دونوں فریقوں کی صلح کرادیں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۸۱۲ / ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ باہمی تنازعات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرعی فیصلے سے اعراض کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ۔ ایسا کرنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے اور جب ان منافقوں کو جو اسلام کا دم بھرتے ہیں ، اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ آپؐ کی طرف سے منہ موڑ کر دوسروں کی طرف راغب ہو جاتے ہیں تاکہ ان کو رشوت دیکر ان سے اپنے حق میں فیصلہ کرالیں ۔ (معارف القرآن ۴۵۸ / ۲ ، مظہری ۸۱۲ / ۲) ۔

منافقوں کے حیلے

۶۲ ۔ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢبِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ۔

پھر اس وقت کیا ہوتا ہے جب ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے جو وہ کر چکے ہیں ، ان پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے ۔ پھر وہ آپ کے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو صرف بھلائی اور ملاپ تھا ۔

اَصَابَتْهُمْ ۔ وہ ان کو پہنچ گئی ۔ **اِصَابَةٌ** سے ماضی ۔

يَحْلِفُوْنَ ۔ وہ حلف اٹھاتے ہیں ۔ وہ قسمیں کھاتے ہیں ۔ **حَلْفٌ** سے مضارع ۔

تَوْفِيْقًا ۔ توفیق دینا ۔ قدرت دینا ۔ ملاپ کرنا ۔ مقصد رہے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں ان باطل تاویلوں اور غلط قسموں کی تکذیب کی گئی ہے جو شرعی فیصلہ کو چھوڑ کر غیر شرعی فیصلہ کی طرف رجوع ہونے والوں کی طرف سے پیش کی جاتی تھیں مثلاً ان کا یہ کہنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناحق سمجھ کر یا آپؐ کے فیصلے سے ناراض ہو کر مقدمہ دوسری جگہ نہیں لے گئے تھے بلکہ اس لئے لے گئے تھے کہ دونوں

فریقوں کے لئے کوئی بھلائی کی صورت نکل آئے اور دونوں میں مصالحت ہو جائے ۔ یہ تاویلیں ان لوگوں نے اس وقت پیش کیں جب ان کا راز کھل گیا اور نفاق ظاہر ہو گیا ۔ غرض جب ان کے بد اعمال کے نتیجے میں ، ان کا کفر و نفاق ظاہر ہونے سے ان پر رسوائی اور قتل کی مصیبت پڑی تو قسمیں کھا کر تاویلیں کرنے لگے ۔ ان کی یہ سب تاویلیں اور قسمیں جھوٹی ہیں ۔ انہوں نے جو کچھ کیا وہ اپنے کفر و نفاق کی وجہ سے کیا ۔ (معارف القرآن ۴۵۸ ، ۴۵۹ / ۲ ، مظہری ۱۴۸ / ۲) ۔

منافقوں کو نصیحت کا حکم

۶۳ ۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰہُ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْہُمْ وَعِظْہُمْ وَقُلْ لَّہُمْ فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ قَوْلًاۢ بَلِیْغًا ۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کا حال اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے ۔ پس آپ ان سے اعراض برتئے اور ان کو نصیحت کیجئے اور ان سے ان کے دلوں میں اثر کرنے والی بات کہئے ۔

اَعْرِضْ ۔ تو اعراض کر ۔ تو منہ پھیر لے ۔ تو کنارہ کر لے ۔ **اِعْرَاضٌ** سے امر ۔
بَلِیْغًا ۔ بلاغت والا ۔ اثر کرنے والا ۔ **بَلَاغَۃٌ** سے صفت مشبہ ۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان منافقوں کے دلوں میں جو کفر و نفاق ہے ، اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف اور با خبر ہے ۔ ان کی سب تاویلیں غلط اور قسمیں جھوٹی ہیں ۔ اس لئے آپؐ ان کے عذر کو قبول نہ فرمائیں اور حضرت عمرؓ کے خلاف دعویٰ کرنے والوں کا دعویٰ رد فرمادیں کیونکہ اس منافق کا کفر ظاہر ہو چکا تھا ۔

اس کے بعد فرمایا کہ آپؐ ان منافقوں سے تغافل برتئے ، ان کی سزا اور مواخذہ سے اعراض فرمائیے اور ان کے ساتھ ظاہر میں مسلمانوں جیسا معاملہ رکھئے اور دل کا حال اللہ کے سپرد کر دیجئے ۔ آپ ان کی حرکتوں سے مایوس نہ ہوں ، ان کو برابر وعظ و نصیحت کرتے رہئے اور نفاق و کذب کے بُرے انجام سے ڈراتے رہئے ۔ شاید ان میں سے کوئی راہ راست پر آ جائے ۔ (معارف القرآن ۴۵۹ / ۲)۔

اطاعتِ رسول کی تاکید

۴۳ ۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلاَّ لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ط
وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ
وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ؕ

اور ہم نے ہر رسول کو اسی لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے ۔ اور اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ۔ آپ کے پاس آ جاتے (اور) پھر وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتا تو البتہ وہ اللہ تعالیٰ کو (بھی) معاف کرنے والا مہربان پاتے ۔

جَآءُوْکَ ۔ وہ تیرے پاس آتے ۔ **مَجِیْئٌ** سے ماضی ۔
لَوَجَدُوا ۔ البتہ انہوں نے پایا ۔ وَجْدٌ و وُجُوْدٌ اور **وِجْدَانٌ** سے ماضی ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر زمانے کے رسول کی تابعداری اس کی امت پر فرض ہوتی ہے ۔ منصبِ رسالت یہی ہے کہ رسول کے تمام فرمانوں پر اللہ تعالیٰ کے احکام سمجھ کر دل و جان سے عمل کیا جائے ۔ اگر کوئی شخص پیغمبر کے حکم کو نہ مانے اور اس کے فیصلہ پر راضی نہ ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ رسول کے فیصلے کو نہ ماننے کا مطلب اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار ہے ۔

اس کے بعد منافقین کو مشورہ دیا گیا کہ اگر وہ باطل تاویلوں اور جھوٹی قسموں کی بجائے اپنے قصور کا اعتراف کر لیتے اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر خود بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کی درخواست کرتے اور پھر ان کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی توبہ قبول فرمالیتا مگر اول تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رو گردانی کی جو بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا ۔ پھر جب اس کا وبال ان پر پڑا تب بھی توبہ و استغفار کرنے کی بجائے جھوٹی قسمیں کھانے اور غلط تاویلیں کرنے لگے ۔ ظاہر ہے ایسے لوگوں کی مغفرت کیسے ہو سکتی ہے ۔

ایمان و کفر کا معیار

۶۵ ۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

پھر (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک وہ آپس کے جھگڑوں میں آپ کو حکم (منصف) نہ بنائیں ۔ پھر جو فیصلہ آپ کردیں اس سے کسی طرح اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اسے خوشی سے قبول کر لیں ۔

شَجَرَ ۔ اختلاف ہوا ۔ جھگڑا ہوا ۔ **شُجُوْرٌ** سے ماضی ۔

حَرَجًا ۔ حرج ۔ تنگی ۔ مصدر ہے ۔

قَضَيْتَ ۔ تونے فیصلہ کیا ۔ تونے حکم دیا ۔ **قَضًا** سے ماضی ۔

شانِ نزول ۔ طبرانیؒ نے کبیر میں حضرت ام سلمہ کی روایت سے بیان کیاکہ حضرت زبیرؓ کا ایک شخص سے جھگڑا ہوگیا ۔ دونوں معاملہ لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے ۔ آپؐ نے حضرت زبیرؓ کے حق میں فیصلہ کر دیا ۔ وہ شخص کہنے لگاکہ حضرت زبیرؓ کے حق میں فیصلہ اس لئے کیاگیاکہ وہ ان کی پھوپھی کا بیٹا ہے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔

صحاح ستہ میں مذکور ہے کہ حرہ کے کسی پہاڑی نالے سے کھیتوں کو پانی دینے سے متعلق حضرت زبیرؓ بن عوام کا کسی انصاری سے جھگڑا تھا ۔ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے ۔ آپؐ نے حکم دیاکہ زبیرؓ تم (پہلے) سینچ لو پھر اپنے ہمسایہ کی طرف پانی چھوڑ دو ۔ انصاری اس فیصلہ سے ناراض ہو گیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فیصلہ کی وجہ یہ ہے کہ زبیرؓ آپؐ کی پھوپھی کا بیٹا ہے ۔ یہ سنکر آپؐ کے چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا اور فرمایا زبیر! سینچنے کے بعد پانی کو اتنا روکے رکھو کہ پانی بینڈھوں تک پہنچ جائے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں ایسا مشورہ دیا تھا کہ حضرت زبیرؓ اور انصاری دونوں کا کام ہو جائے ۔ اور بعد میں حضرت زبیرؓ کو اپنا پورا حق وصول کرنے کا حکم دے دیا ۔ یعنی پہلا حکم استحبابی تھا اور دوسرا حکم استحقاقی ۔ حضرت زبیرؓ کا بیان ہے کہ جب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر دیا اور آپؐ نے

صراحت کے ساتھ مجھے پورا حق لینے کا حکم صادر فرمادیا تو خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ اسی معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۸۳ / ۲) ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے سامنے بے چون و چرا سر تسلیم خم کر دینے ہی کا نام اسلام ہے ۔ ایمان کی شرط یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملے میں فیصلہ فرمادیں تو اس کو حق جان کر اس پر راضی رہے اور دل میں کوئی تنگی و ناگواری اور شک کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہ آنے دے ۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر دل و جان سے راضی نہ ہو گا اس وقت تک اس کا ایمان کامل نہیں ہوگا۔ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ، تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی نفسانی خواہش میرے حکم کے تابع نہ ہو جائے ۔

پس اس آیت سے یہ بات واضح ہے کہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ جب ان میں کسی مسئلہ پر باہم اختلاف ہو جائے تو مسئلہ کے حل کے لئے ان کو آپس میں جھگڑنے کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور آپؐ کے بعد آپؐ کی شریعت کی طرف رجوع کرنا چاہئے ۔ جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا عملاً ثابت ہو اس کے کرنے سے دل میں تنگی محسوس کرنا بھی ایمان کی کمزوری کی علامت ہے ۔ (معارف القرآن ۴۶۴ / ۲ ، ابن کثیر ۵۲۰ / ۱) ۔

منافقین کو نصیحت

۶۶ ۔ ۶۸ ، وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ وَاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

اور اگر ہم ان لوگوں پر یہ بات فرض کر دیتے کہ تم اپنے آپ کو خود قتل کرو ، یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے بہت ہی کم لوگ اس پر

عمل کرتے ۔ اور اگر وہ اس بات پر عمل کرتے جس کی ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا اور (ان کو دین پر) ثابت قدم رکھتا ۔ اور اس وقت ہم انکو اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتے اور ہم ان کو راہ راست کی ہدایت (بھی) کرتے ۔

كَتَبْنَا ۔ ہم نے فرض کیا ۔ ہم نے لکھ دیا ۔ **كَتْبٌ** و **كِتَابَةٌ** سے ماضی ۔

دِيَارِكُمْ ۔ تمہارے گھر ۔ تمہارے شہر ۔ واحد **دَارٌ** ۔

تَثْبِيْتًا ۔ ثابت کرنا ۔ برقرار رکھنا ۔ مصدر ہے ۔

لَدُنَّا ۔ ہماری طرف سے ۔ ظرف مکان ہے ۔

شانِ نزول ۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماس اور ایک یہودی کے درمیان مباحثہ ہو گیا ۔ یہودی فخر کے طور پر کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے خود کشی کو ہم پر واجب کیا تو ہم نے خود اپنے آپ کو قتل کر دیا ۔ ثابت نے جواب میں کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم پر بھی خود کشی کو فرض کر دیتا تو ہم بھی اپنے آپ کو قتل کر دیتے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۸۱۵/ ۲)

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ دین اسلام نہایت آسان ہے ۔اس کا کوئی حکم سخت نہیں ۔ سابقہ زمانے میں جب کوئی گناہ کرتا تو اس کی توبہ قبول ہونے کے لئے یہ شرط تھی کہ وہ اپنے آپ کو قتل کرے ۔ اس کے بر عکس اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کرنے کے لئے ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی ۔ بس اتنا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کرو اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف سے سفارش کریں ۔ مگر پھر بھی تم اطاعت کے لئے تیار نہیں ۔

اگر ہم ان منافقوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کوئی سخت حکم دے دیتے کہ بنی اسرائیل کی طرح اپنے آپ کو قتل کرو، اپنے ملک سے نکل جاؤ تو اس پر صرف وہی لوگ عمل کرتے جن کا ایمان پختہ اور سچا ہوتا ۔ لہذا ان کو ہمارا شکر گزار ہونا چاہئے کہ ہم نے ان کو کوئی سخت حکم نہیں دیا جس پر عمل کرنے میں ان کو دشواری ہوتی اور عمل نہ کرنے کی صورت میں ان کی ذلت و رسوائی ہوتی ۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ لوگ وہ کام کرتے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو یہی ان کے لئے بہتر ہوتا اور اس سے ان کا دین اور ایمان مضبوط و مستحکم ہو جاتے ۔ اور ہم ان کو اس پر اجر عظیم دیتے اور ہم ضرور سیدھے راستہ کی

طرف ان کی رہنمائی کرتے ۔ (حقانی ۱۷۳/ ۲ ، معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۲/۱۱۰) ۔

انعام یافتہ لوگ

۶۹، ۷۰ ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۠

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا (اور وہ) انبیاء (علیہم السلام) ، صدیقین ، شہداء اور نیک لوگ ہیں ۔ اور یہ بہت ہی اچھے رفیق ہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کا جاننا کافی ہے ۔

اَنْعَمَ ۔ اس نے انعام کیا ۔ اِنْعَامٌ سے ماضی ۔
حَسُنَ ۔ وہ اچھا ہوا ۔ وہ خوب ہوا ۔ حُسْنٌ سے ماضی ۔
رَفِيْقًا ۔ رفیق ۔ ساتھی ۔ رِفَاقَةٌ سے صفت مشبہ ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیت ۴۴ سے یہود کی خباثتوں ، مکر و فریب ، بُری خصلتوں اور شرارتوں کا ذکر چل رہا ہے ۔ مال و دولت کے نشہ اور غرور و تکبر نے یہود کو اندھا کر رکھا ہے وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو دین اسلام سے پھیر دیں ۔ اس مقصد کے لئے وہ اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں تاکہ لوگ شک و شبہ میں پڑ کر اسلام سے بد ظن ہو جائیں اور آخرکار اس کو چھوڑ دیں ۔ یہود کی ان خباثتوں کو بیان کرنے کا مقصد مسلمانوں کو ان کے مکر و فریب سے مطلع کرنا ہے تاکہ وہ ان سے علیحدہ رہیں ۔ اس کے بعد بتقاضائے شفقت و رحمت ان کو اسلام و ایمان کی دعوت دی گئی ہے ۔ اور نصیحت کے طور پر تکبر و تمسخر اور احکام الٰہیٰ میں تحریف کے بُرے انجام سے ڈرایا گیا تاکہ وہ ایمان لا کر ذلت و رسوائی سے محفوظ ہو جائیں ۔ پھر ان کی خود ستائی کی تکذیب و تردید ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں اور معصوم بچوں کی طرح بے گناہ ہیں ، ہمیں دوزخ کی

آگ چند روز سے زیادہ نہیں چھوئے گی ۔ پھر ان کے بخل و حسد اور مشرکین کو موحدین پر ترجیح دینے ، امانت میں خیانت اور رشوت لیکر بے انصافی کرنے کے بیان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُولُو الاَمر کی اطاعت کا حکم ہے ۔ اس کے بعد منافقانہ طور پر مسلمان بننے والوں کی خبیث خصلتوں ، ان کے نفاق اور ظاہر داری میں توحید و رسالت کے اقرار کا بیان ہے ۔

شانِ نزول ۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، میرے دل میں آپؐ کی محبت اپنی جان و اولاد سے بھی زیادہ ہے ۔ بعض اوقات میں اپنے گھر میں بے چین ہو جاتا ہوں ، جب تک آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کی زیارت نہ کر لوں ، قرار نہیں آتا ۔ اب میں فکر مند ہوں کہ جب اس دنیا سے آپؐ کی وفات ہو جائے گی اور مجھے بھی موت آ جائے گی تو میں جانتا ہوں کہ آپؐ تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جنت کے اعلیٰ درجوں میں ہوں گے اور مجھے اول تو معلوم ہی نہیں کہ میں جنت میں پہنچ بھی سکوں گا ۔ اگر پہنچ بھی گیا تو میرا درجہ آپؐ سے بہت نیچے ہوگا ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں وہاں آپؐ کی زیارت نہ کر سکوں گا ۔ آپؐ نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۸۱۶ / ۲ ، ابن کثیر ۵۲۲ ، ۵۲۳ / ۱) ۔

تشریح ۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرنے والوں کے درجات عالیہ کا بیان ہے ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کریں گے اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ان سے باز رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عزت کے گھر میں لیجائے گا اور ان کو اپنے سب سے معزز و مقبول بندوں یعنی نبیوں ، صدیقوں ، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ رکھے گا جن پر اس کے انعام و اکرام کی خاص بارشیں ہوتی ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں پر فضیلت و فوقیت عطا فرمائی ہے ۔ اور یہ کیسے پاکیزہ اور بہترین رفیق ہیں ۔ (ابن کثیر ۵۲۲ / ۱) ۔

قرب کے لحاظ سے ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرنے والوں کے چار درجات ہیں ۔

۱ ۔ اول درجہ کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جنت کے مقامات عالیہ میں

جگہ عطا فرمائے گا ۔ نبی وہ برگزیدہ بندے ہیں جو انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے دنیا میں بھیجے گئے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس یہ پیغام فرشتے کے ذریعہ بھیجا جاتا تھا وہ اس کو بلا کم و کاست بندوں تک پہنچاتے تھے ۔

۲ ۔ دوسرے درجہ کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ صدیقین کے ساتھ جگہ عطا فرمائے گا ۔ صدیق اس کو کہتے ہیں جس کا دل اللہ تعالیٰ کے رسول کو بغیر کسی دلیل کے از خود سچا مانتا ہے ۔ ہر نبی کی امت میں صدیق ہوتے ہیں اور ان کا مرتبہ سب سے بلند ہوتا ہے ۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق امت مسلمہ کے صدیق اکبر تھے ۔ انہوں نے بلا تامل آپؐ کی نبوت کی تصدیق کی ۔

۳ ۔ تیسرے درجہ کے لوگ شہداء کے ساتھ ہوں گے ۔ شہداء ، شہید کی جمع ہے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان و مال قربان کرتے ہیں ۔

۴ ۔ چوتھے درجے کے لوگ صلحاء کے ساتھ ہوں گے ۔ صلحاء صالح کی جمع ہے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے ظاہر و باطن میں اعمالِ صالحہ کے پابند اور شریعت مطہرہ کے پوری طرح متبع ہوتے ہیں ۔

پس جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کریں گے وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین بندوں یعنی نبیوں ، صدیقوں ، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوں گے اور ان کا یہ شرف ان کے اعمال کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل کی بدولت ہوگا ۔ البتہ اطاعتِ رسول ہی نے ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل کا مستحق بنایا ۔

مؤطا امام مالک میں حضرت ابو سعیدؓ خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اپنے سے اوپر کے طبقات والوں کو اپنی کھڑکیوں میں سے دیکھیں گے جیسے دنیا میں ستاروں کو دیکھتے ہیں ۔

ابن جریرؒ نے ربیع کی روایت سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونچے درجات والے نیچے کے درجات کی طرف اتر کر آیا کریں گے اور جنت کے باغوں میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی ثنا کریں گے ۔ (مظہری ۲ / ۱۸۱) ۔

بخاری شریف میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک بڑی جماعت سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اس شخص کا درجہ کیا ہوگا جو کسی جماعت سے محبت اور تعلق رکھتا ہے مگر عمل میں ان کے درجہ کو نہیں پہنچا ۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے (اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ) ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام کو دنیا میں کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس حدیث سے ہوئی ۔ کیونکہ اس حدیث نے ان کو بشارت دیدی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے آخرت میں بھی آپؐ کے ساتھ ہوں گے ۔ (ابن کثیر ۱ / ۵۲۳) ۔

ہر وقت جہاد کے اسباب مہیا رکھنا

۷۱ ۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا ۔

اے ایمان والو! (جب تم جہاد کے لئے نکلو تو) اپنے ہتھیار لے لیا کرو ۔
پھر چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں نکلو یا اکھٹے کوچ کرو ۔

حِذْرَكُمْ ۔ تمہارا ہتھیار ۔ تمہارا بچاؤ ۔ حَذْرٌ کے معنی بچاؤ اور ڈر کے ہیں ۔ واحدی کہتے ہیں کہ حَذْرٌ سے مُراد ہتھیار ہیں کیونکہ یہ دشمن سے بچنے اور محفوظ رہنے کا سبب ہیں ۔ (حقانی ۱۷۵ / ۲) ۔

فَانْفِرُوْا ۔ پس تم فرار ہو جاؤ ۔ پس تم نکلو ۔ **نفر** کے معنی کوچ کرنے اور تیار ہونے کے ہیں (حقانی ۱۷٦ / ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو دشمن کے مقابلے میں ہتھیار اٹھانے اور اس کے مقابلے میں نکلنے کا حکم دیا ہے ۔ مومنوں کو ہر وقت ہتھیار بند رہنا چاہئے اور اپنی تعداد اور قوت بڑھاتے رہنا چاہئے تاکہ دشمن ان کی غفلت و بے خبری سے فائدہ نہ اٹھا سکے مومن جہاد کے لئے مردانہ وار بیک آواز اٹھ کھڑے ہوں اور چھوٹے چھوٹے لشکر بن کر نکل کھڑے ہوں یا اگر ضرورت ہو تو سب مل کر ایک بڑے لشکر کی شکل میں نکلیں ۔ (ابن کثیر ۱ / ۵۲۳) ۔

منافقین کا طرز عمل

۷۲ ، ۷۳ ۔ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ ج فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ

مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْلَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا۔ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۔

اور بیشک تم میں سے بعض ایسا بھی ہے جو (جہاد کا حکم سنکر) سستی کرتا ہے ۔ پھر اگر (جنگ میں) تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے بڑا انعام فرمایا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا ۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا (فتح نصیب ہوئی) تو وہ اس طرح افسوس کرتا ہے گویا کہ تم میں اور اس میں کبھی دوستی ہی نہ تھی اور کہتا ہے کہ اے کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کرتا ۔

لَيُبَطِّئَنَّ ۔ البتہ وہ ضرور دیر لگاتا ہے ۔ **تَبْطِئَةٌ** سے مضارع ۔

شَهِيْدًا ۔ موجود ۔ حاضر ۔ گواہ ۔ اقرار کرنے والا ۔

فَضْلٌ ۔ فضل ۔ مہربانی ۔ یہاں فتح مراد ہے ۔

مَوَدَّةٌ ۔ محبت ۔ دوستی ۔

يٰلَيْتَنِيْ ۔ اے کاش کہ میں ۔

تشریح ۔ منافقوں کی خصلت یہ ہے کہ وہ خود بھی جہاد سے جی چُراتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس میں شرکت سے روکتے ہیں ۔ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر حکمت خداوندی سے مسلمانوں کو دشمن کے مقابلہ میں کامیابی نہ ہوئی اور دشمن ان پر غالب آگیا اور ان کو جانی و مالی نقصان پہنچا تو یہ گھر بیٹھے خوش ہوتے ہیں اور اپنی دانائی پر اتراتے ہیں اور اس جہاد میں شریک نہ ہونے کو اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھتے ہیں ۔ ان بے سمجھوں کو یہ نہیں معلوم کہ جو اجر و ثواب ان مجاہدین کو ملا یہ بد نصیب اس سے بالکل محروم رہے ۔ اگر یہ لوگ بھی جہاد میں شریک ہوتے تو یہ بھی یا تو غازی کا درجہ پاتے اور اجر و ثواب حاصل کرتے یا شہادت کے بلند مرتبہ تک پہنچتے ۔

اگر مسلمان مجاہدین دشمن پر غالب آ گئے ، وہ فتح یاب ہوئے ، دشمن کو پا مال کیا اور مال غنیمت اور غلام لیکر کامیاب و کامران لوٹے تو یہ منافقین ٹھنڈے سانس بھرتے اور کف

افسوس ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو ہم بھی ان کی طرح باندی غلام اور مال و متاع والے بن جاتے ۔ (ابن کثیر ۵۲۳/ ۱) ۔

شہید اور غازی کے لئے اجر عظیم

۷۴ ۔ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ، وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

پس (منافق لڑیں یا نہ لڑیں) جو لوگ حیات دنیا کو آخرت کے بدلے میں بیچ دیتے ہیں (مسلمان) ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا چاہئے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے پھر وہ مارا جائے یا (دشمن پر) غالب آ جائے تو ہم اس کو اجر عظیم دیں گے ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے مومنوں کو چاہئے کہ ان لوگوں سے جہاد کریں جو اپنے کفر اور عدم ایمان کے باعث اپنی آخرت کو برباد کر کے دنیا بناتے ہیں ۔ پس اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا کبھی نقصان نہیں اٹھاتا اگر قتل ہو گیا تو بھی اجر و ثواب پاتا ہے اور غالب رہا تو بھی اجر و ثواب حاصل کرتا ہے ۔ ابن کثیر ۵۲۳/ ۱) ۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلتا ہے اور محض اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اللہ کے پیغمبر کی تصدیق اس کو گھر سے نکالتی ہے (کوئی دنیوی غرض اس کے پیش نظر نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذمہ لے لیا ہے یا تو ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ اس کو (جنگ سے) لوٹائے گا یا جنت میں داخل کرے گا ۔ (مظہری ۱۸۲۰/ ۲) ۔

جہاد کی ترغیب و تاکید

۷۵ ' ۷۶ ۔ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ج

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ج وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا ط اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْآ اَوْلِیَاءَ الشَّیْطٰنِ ج اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ط

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہیں لڑتے جو ظلم سے عاجز آکر دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حمایتی بنا دے اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مدد گار بنادے ۔ جو لوگ مومن ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو لوگ منکر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں ۔ پس تم شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو ۔ بیشک شیطان کا فریب کمزور ہے ۔

اَلْمُسْتَضْعَفِیْنَ ۔ ضعیف، بے بس، کمزور ۔ اِسْتِضْعَافٌ سے اسم مفعول ۔

اَلْقَرْیَۃِ ۔ بستی ۔ آبادی ۔

لَدُنْکَ ۔ اپنی طرف سے لپنے پاس سے ۔ ظرف مکان ہے ۔

کَیْدَ ۔ خفیہ تدبیر ۔ مکر و فریب ۔ مصدر و اسم ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جہاد کی ترغیب دلائی ہے ۔ اور فرمایا کہ جو کمزور و بے بس مرد و عورت اور بچے مکہ میں ہیں اور ان کو کفار کی طرف سے نت نئی مصیبتوں اور تکلیفوں کا سامنا ہے ان کو آزاد کرانے کے لئے جہاد کرو ۔ وہ مکہ سے نکلنے کی دعائیں مانگ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ان ظالموں کی بستی سے نجات دے اور لپنے پاس سے ہمارا ولی اور مدد گار مقرر فرما ۔

پھر فرمایا کہ ایماندار تو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری، اس کی رضا اور اس کے دین کو بلند و غالب کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں اور کفار شیطان کی اطاعت میں لڑتے ہیں ۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ شیطان کے دوستوں سے خوب دل کھول کر لڑیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں ۔ بلا شبہ شیطان کا مکرو فریب کمزور ہے ۔ دل میں وسوسہ پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا ۔ (ابن کثیر ۵۲۴ / ۱) ۔

بعض مومنوں کا جہاد سے جی چرانا

۷۷۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ؕ

کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جن کو حکم دیا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو ۔ پھر جب ان پر جہاد فرض ہوا تو اس وقت ان میں سے ایک فریق تو لوگوں سے ایسا ڈرنے لگا جیسے کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے یا اس سے بھی زیادہ اور وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ! تونے ہم پر جہاد کیوں فرض کردیا ۔ ہمیں تھوڑی مدت اور مہلت دے دیتا ۔ آپ کہدیجئے کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور پرہیز گاروں کے لئے آخرت ہی بہتر ہے ۔ اور تم پر ایک تاگہ کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا ۔

كُفُّوْا ۔ تم روکو ۔ کَفٌّ سے امر ۔
اَجَلٍ مدت ۔ وقت ۔
مَتَاعٌ ۔ متاع ۔ فائدہ ۔ پونجی ۔
فَتِيْلًا ۔ کھجور کی گٹھلی کا ریشہ ۔ تاگہ ۔ ذرا بھی ۔

شانِ نزول ۔ نسائی اور حاکم نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ ہجرت سے پہلے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف فرما تھے تو حضرت عبدؓ الرحمٰن بن عوف اور کچھ دوسرے صحابیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم مشرک ہونیکی حالت میں تو عزت والے تھے جب سے مسلمان ہوئے ، ذلیل ہو گئے ۔ ہم کفار کے مظالم سے تنگ آ گئے ہیں ۔ آپؐ ہمیں

کفار سے جہاد و قتال کی اجازت دیں ۔ آپؐ نے فرمایا " ابھی جہاد کی اجازت نازل نہیں ہوئی، مجھے (کافروں کو) معاف کر دینے کا حکم دیا گیا ہے ۔ اس لئے تم صبر کرو اور ان سے لڑائی نہ کرو " ۔ ہجرت کے بعد جب جہاد کی اجازت ملی تو بعض کچے اور کمزور دل والے مسلمان پست ہمت ہو گئے اور انہوں نے لڑائی سے ہاتھ روک لئے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۸۲۱ / ۲) ۔

تشریح ۔ ابتدائے اسلام میں جب مسلمان مکہ شریف میں تھے ، تو اس وقت وہ کمزور تھے ، تعداد میں کم تھے ، حرمت والے شہر میں تھے ، اس وقت کفار کا غلبہ اور کثیر تعداد تھی اور ان کو ہر طرح کا جنگی ساز و سامان میسر تھا ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس وقت مسلمانوں کو جہاد و قتال کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ اس وقت کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو اپنے ہاتھ روکنے اور ان کے ظلم وستم اور مخالفت برداشت کرنے اور صبر کرنے کا حکم تھا ۔ جو احکام اس وقت تک نازل ہو چکے تھے ان پر عمل پیرا رہنے اور نماز و زکوٰۃ ادا کرتے رہنے کی تلقین تھی ۔ اگر چہ اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت اچھی نہ تھی پھر بھی مسکینوں اور محتاجوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم تھا ۔

ادھر کافر بڑی دلیری سے مسلمانوں پر ستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے ۔ ہر چھوٹے بڑے کو سخت سے سخت سزائیں دے رہے تھے ، مسلمان سخت مصیبت اور اذیت میں تھے ۔ اس لئے وہ پر جوش تھے اور ان کی زبانوں سے ایسے الفاظ نکل جاتے تھے کہ ان روز مرہ کی مصیبتوں سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک مرتبہ کافروں سے دو دو ہاتھ کر ہی لیں ۔ کاش اللہ تعالیٰ ہمیں جہاد کا حکم دیدے ۔

پھر جب ہجرت کی اجازت ملی اور مسلمان اپنا گھربار ، زمین و جائداد ، عزیز و اقارب غرض سب کچھ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کی سہولت و آسائش دی ، امن کی جگہ دی ، مدینہ کے انصار کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی تعداد اور قوت میں اضافہ ہوا ۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کافروں کے ساتھ جہاد و قتال کا حکم دیا ۔ اس وقت بعض کمزور دل اور کچے مسلمان ، میدان جنگ کے تصور ، عورتوں کے بیوہ ہونے اور بچوں کی یتیمی کا خیال کر کے پست ہمت اور جہاد و قتال سے خوف زدہ ہو گئے ۔ اور گھبراہٹ میں کہہ اٹھے ۔ اے ہمارے پروردگار ! ابھی سے کیوں جہاد فرض کر دیا ۔ کچھ اور مہلت دی ہوتی ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کا نفع تو بہت ہی

محدود اور ناپائیدار ہے ۔ ایسی صورت میں عمر میں زیادتی کی تمنا بے سود ہے ۔ البتہ پرہیز گاروں کے لئے آخرت بہت پاکیزہ اور بہتر ہے اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ۔ تمہارا کوئی نیک عمل بھی غارت نہیں کیا جائیگا اور نہ کسی پر ذرہ برابر ظلم ہوگا ۔ (ابن کثیر ۵۲۵ ۵۲۴ / ۱) ۔

موت کا معین وقت

۷۸ ، ۷۹ ۔ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَۃٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَۃٌ یَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِکَ ؕ قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا ؕ مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰهِ ز وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ ؕ وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلاً ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ

تم جہاں کہیں بھی ہوگے ، موت تمہیں آ پکڑے گی ۔ اگرچہ تم مضبوط برجوں ہی میں کیوں نہ ہو اور اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کی طرف سے ہے ۔ اور اگر ان کو کوئی برائی پہنچے تو کہتے ہیں کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ آپ کی طرف سے ہے ۔ آپ کہدیجئے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے ۔ پھر اس قوم کو کیا ہوگیا ہے کہ ان کی سمجھ میں کوئی بات ہی نہیں آتی ۔ جو کچھ تجھے بھلائی پہنچتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو کچھ تجھے نقصان پہنچے تو وہ تیرے نفس کی شامت سے ہے ۔ اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور (اس پر) اللہ کی گواہی کافی ہے ۔

یُدْرِکْکُّمْ ۔ وہ (موت) تم کو پالے گی ۔ وہ تم کو آئے گی ۔ اِدْرَاکٌ سے مضارع ۔

مُّشَيَّدَةٍ ۔ بلند کئے ہوئے ۔ مضبوط بنائے ہوئے ۔ تَشْيِيْدٌ سے اسم مفعول ۔
يَكَادُوْنَ ۔ وہ نزدیک ہیں ۔ وہ قریب ہیں ۔ كَوْدٌ سے مضارع ۔
يَفْقَهُوْنَ ۔ وہ سمجھتے ہیں ۔ وہ جانتے ہیں ۔ فِقْهٌ سے مضارع ۔
حَدِيْثًا ۔ بات ۔ خبر ۔ جمع اَحَادِيْثُ ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر ایک کی موت یقینی ہے خواہ وہ کیسے ہی مضبوط و محفوظ مکان میں رہے ، اس کی موت اپنے وقت پر آکر رہے گی ۔ اس سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے ۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے ۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ یہاں سب فانی ہیں ۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ

آپ سے پہلے لوگوں میں سے ، کسی کے لئے بھی ہم نے ہمیشگی کی زندگی مقرر نہیں کی ۔

پس خواہ کوئی جہاد کرے یا نہ کرے موت سے ہرگز نہیں بچ سکتا ۔ ہر ایک کی موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے ، بلند و بالا ، مضبوط و محفوظ قلعے اور محل بھی کسی کو موت سے نہیں بچا سکتے ۔ لہذا جہاد سے گھبرانا ، موت سے ڈرنا اور کافروں کے ساتھ قتال سے خوف کھانا ۔ نری نادانی اور ایمان کی کمزوری ہے ۔

جب باغی ، حضرت عثمانؓ پر چڑھ دوڑے تو آپ نے امت محمدیہ کی خیر خواہی اور ان کے اتفاق کی دعا کے بعد دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ موت کو ٹالنے والی کوئی چیز ، کوئی حیلہ ، کوئی قوت اور کوئی چالاکی نہیں ۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر بارش کا ہونا ، جانوروں میں زیادتی ، مال و اولاد میں کثرت اور رزق میں وسعت وغیرہ کی شکل میں کوئی بھلائی ان یہود و منافقین کو پہنچ جائے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ نے ہماری صلاحیت اور قابلیت کی وجہ سے ہمیں دی ہے اور اگر قحط سالی اور اموات کی شکل میں کوئی مصیبت آپڑے تو فوراً کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ آپ کی تابعداری کا نتیجہ ہے ۔ اگر ہم اپنے بڑوں کی راہ نہ چھوڑتے اور آپ کی تابعداری اختیار نہ کرتے تو اس مصیبت میں نہ پھنستے ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل عقیدے کی تردید میں فرمایا کہ سب بھلائی اور بُرائی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کی قضا و قدر، ہر بھلے برے، فاسق و فاجر، نیک و بد، مومن و کافر، سب پر جاری ہے۔ پھر فرمایا کہ کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ ان میں بات سمجھنے کی صلاحیت بھی جاتی رہی۔ اگر یہ لوگ قرآن مجید میں غور و فکر کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ خیر و شر سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس میں انسان کا کوئی دخل نہیں اور اللہ تعالیٰ ایک کے عمل پر دوسرے کو عذاب نہیں دیتا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہیں جو بھی بھلائی پہنچتی ہے وہ تمہارا حق نہیں بلکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے پہنچتی ہے اور جو بُرائی پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اور اے پیغمبر! صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کا کام تو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دینا ہے اور آپؐ کی رسالت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ ہی کی گواہی کافی ہے۔ اور اس کی گواہی اس امر پر بھی کافی ہے کہ آپؐ نے اس کے احکام لوگوں تک پہنچادئے اور یہ لوگ آپؐ کے ساتھ جو حسد و عناد رکھتے ہیں، وہ اس کو بھی دیکھ رہا ہے۔ (ابن کثیر ۵۲۷، ۵۲۸ / ۱)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر جو مصیبت بھی آتی ہے اللہ اس کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے یہاں تک کہ جو کانٹا بھی چبھتا ہے وہ (گناہوں کی) تخفیف کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ متفق علیہ۔ (مظہری ۸۳۳ / ۲)

اطاعتِ رسول کی تاکید

۸۰۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝

جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے وہ حقیقت میں اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو حکم پہنچانے والے ہیں اور حکم دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ

وہ تو وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو وحی کیا جاتا ہے ۔ اور جو شخص آپ کی نا فرمانی کرتا ہے ، آپؐ کی اطاعت سے رو گردانی کرتا ہے تو آپؐ اس کی پرواہ نہ کریں کیونکہ آپؐ کے ذمہ تو صرف حکم پہنچا دینا ہے ، ان کے اعمال کی نگرانی آپؐ کے ذمہ نہیں ۔ جو آپؐ کی اطاعت کرے گا وہ اس کے نتیجہ میں نجات اخروی اور اجر و ثواب حاصل کرے گا اور جو آپؐ کی اطاعت سے رو گردانی کرے گا وہ بد نصیب خود اپنا نقصان کرے گا ۔ اس کا گناہ آپؐ پر نہیں ، اس لئے کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے ، لوگوں کو راہ حق دکھانے اور انہیں سمجھانے بجھانے میں کوئی کمی نہیں کی ۔ (مظہری ۵۲۵ / ۲ ، ابن کثیر ۵۲۸ / ۱) ۔

منافقین کی حالت

۸۱ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ز فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ ۔ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَايُبَيِّتُوْنَ ۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلاً ۔

اور وہ منافق کہتے ہیں کہ (ہمارا کام تو) اطاعت کرنا ہے ۔ پھر جب وہ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس بات کے خلاف مشورہ کرتا ہے جو آپ نے کہی تھی ۔ اور جو کچھ وہ راتوں کو مشورہ کرتے ہیں اللہ (اس کو) لکھتا رہتا ہے ۔ پس آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ پر توکل رکھئے اور کار ساز (ہونے کے لئے) اللہ کافی ہے ۔

بَرَزُوْا ۔ وہ سب نکلے ۔ بُرُوْزٌ سے ماضی ۔
بَيَّتَ ۔ اس نے رات کو مشورہ کیا ۔ تَبْيِيْتٌ سے ماضی ۔
طَآئِفَةٌ ۔ گروہ ۔ جماعت ۔

تشریح ۔ اس آیت میں منافقوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ ظاہری طور پر تو وہ آپؐ کی اطاعت کا اقرار کرتے ہیں ۔ جب وہ آپؐ کے پاس سے اٹھ کر اپنے ہم خیال دوسرے لوگوں کے ایک گروہ کے پاس جاتے ہیں تو ان سے رات کی تاریکی میں سر گوشیاں کرتے ہیں

حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتوں اور چالبازیوں کو بخوبی جانتا ہے اور اس کے مقرر کردہ فرشتے ان کی تمام باتوں اور کرتوتوں کو اس کے حکم سے ان کے نامۂ اعمال میں لکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن کو خوب جانتا ہے ۔ وہ ان کی حرکتوں پر ان کو سزا دے گا۔

پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ان سے بالکل الگ رہیں ، ان کی پرواہ نہ کریں اور نہ ان پر غصہ کریں ۔ آپؐ تو ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں ۔ اس کی کارسازی و ذمہ داری کافی ہے ۔ (مظہری ۸۳۳ / ۲ ، ابن کثیر ۵۲۹ / ۱) ۔

قرآن کی حقّانیت

۸۲ ۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۔

کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے ؟ اور اگر وہ (قرآن) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے ۔

یَتَدَبَّرُوْنَ ۔ وہ تدبر کرتے ہیں ۔ وہ غور کرتے ہیں ۔ تَدَبُّرٌ سے مضارع ۔

عِنْدِ ۔ نزدیک ۔ قریب ۔ پاس ۔ اسم ظرف ۔

لَوَجَدُوْا ۔ البتہ وہ پاتے ۔ وجدو وُجُودٌ وجدانٌ سے ماضی ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قرآن کریم میں تدبرو تفکر کی دعوت دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس کی تلاوت و قرات میں غفلت و لا پرواہی نہیں کرنی چاہئے بلکہ تلاوت کے وقت اس کے معانی و مضامین اور اس کے احکام اور فصیح و بلیغ الفاظ میں غور و فکر کرنا چاہئے ۔

قرآن کریم کے الفاظ و معانی میں غور فکر ہر شخص کے لئے ضروری ہے ۔ یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ اس میں تدبر و تفکر صرف اماموں اور مجتہدوں کا کام ہے اور عام لوگوں کے لئے اس کی ضرورت نہیں ۔ البتہ تدبر و تفکر کے درجات علم و فہم کے اعتبار سے مختلف لوگوں میں مختلف ہوں گے مثلاً ائمہ مجتہدین کا تفکر ایک ایک آیت سے بے شمار مسائل کا استنباط کرے گا ۔ علماء کا تفکر ان مسائل کے سمجھنے تک پہنچے گا ۔ عام لوگ اگر اپنی زبان میں ترجمہ و تفسیر پڑھ کر اس میں غور و فکر کریں گے تو اس سے ان میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت

اور آخرت کی فکر پیدا ہو گی ۔ عام لوگوں کو غیر معتبر ترجمہ و تفسیر سے پرہیز کرتے ہوئے ، مستند و معتبر ترجمہ و تفسیر ہی کا مطالعہ کرنا چاہئے ۔ پھر بھی اگر کہیں بات سمجھ میں نہ آئے یا کہیں اشتباہ ہو جائے تو مستند علماء کرام کی طرف رجوع کرنا چاہئے ۔ (معارف القرآن ۴۸۸ ، ۴۸۹ / ۲) ۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو حکیم بھی ہے حمید بھی ، اس لئے یہ اختلاف و تضاد سے پاک ہے ، جس طرح وہ خود حق ہے اسی طرح اس کا کلام بھی سرا سر حق ہے ۔ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہ ہوتا جیسا کہ منافقین و مشرکین کا خیال ہے تو لوگوں کو اس میں بہت کچھ اختلاف ملتا کیونکہ انسانی کلام کا اضطراب و تضاد سے پاک ہونا محال ہے مگر اس کے کسی مضمون میں بھی اختلاف نہیں ، اور نہ ہی کسی جگہ فصاحت و بلاغت میں کمی ہے اور نہ توحید و کفر اور حلال و حرام کے بیان میں تناقص و تفاوت ہے ۔ پس اس کتاب کا متضاد باتوں سے پاک و صاف ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ۔ (ابن کثیر ۵۲۹ / ۱ ، معارف القرآن ۴۹۰ / ۲) ۔

بلا تحقیق خبر مشہور کرنے کی ممانعت

۸۳ ۔ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِالْخَوْفِ اَذَاعُوْبِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَا تَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی بات پہنچتی ہے تو وہ اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اس کو رسول اور اپنے حاکموں تک لیجاتے تو ان میں سے تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے ۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے ہولیتے ۔

اَذَاعُوْا ۔ انہوں نے پھیلایا ۔ انہوں نے مشہور کیا ۔ اِذَاعَةٌ سے ماضی ۔
رَدُّوْهُ ۔ انہوں نے اس کو لوٹایا ۔ انہوں نے اس کو واپس کیا ۔ رَدٌّ سے ماضی ۔

یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ ۔ وہ اس سے استنباط کرتے ۔ وہ اس کی تحقیق کرتے ۔ **اسْتِنْبَاطٌ** سے مضارع ۔

شانِ نزول ۔ حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر سے مسجد کی طرف آئے ۔ مسجد میں بھی آپ نے لوگوں کو یہی کہتے ہوئے سنا ۔ آپ بذات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ تحقیق کرنے کے بعد میں مسجد کی طرف واپس آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ لوگو ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (ابن کثیر ۵۳۰ / ۱) ۔

تشریح ۔ یہاں ہر سنی سنائی بات کو تحقیق کے بغیر بیان کرنے کی ممانعت کی گئی ہے ۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے بیان کردے ۔

جب منافقوں کو مسلمانوں کی فتح و سلامتی یا شکست و ہزیمت کی کوئی خبر ملتی تو خواہ وہ جھوٹی ہو یا سچی اور خواہ اس کو ظاہر کرنا مصلحت کے خلاف ہو ، یہ لوگ اس کو فوراً بلا تحقیق مشہور کر دیتے حالانکہ ہر شخص بات کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا ۔ اگر یہ لوگ خبر سننے کے بعد اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ تک پہنچا دیتے اور خود مشہور نہ کرتے تو وہ اپنی بصیرت اور غور و فکر سے پہچان لیتے کہ یہ خبر مشہور کرنے کے قابل ہے یا نہیں ۔

اس کے بعد فرمایا کہ چونکہ تمہاری عقل و دانش اکثر چیزوں کی اچھائی یا بُرائی پہچاننے سے قاصر ہے اس لئے شیطان کی پیروی سے محفوظ رہنے کا دارومدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور ان احکام خداوندی پر عمل پیرا ہونے میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً تمہاری اصلاح و تربیت اور ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل فرمائے ۔ پس اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے احکام نازل نہ فرماتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث نہ فرماتا تو تم اتباع شیطان سے محفوظ نہ رہتے سوائے تھوڑے سے لوگوں کے جن کی عقل اور ایمان کامل ہیں ۔ پس تم اس کے فضل و انعام پر اس کا شکر ادا کرو ۔ اور اس کے احکام کی پوری طرح تعمیل کرو ۔ (مظہری ۸۲۶ ، ۸۲۷ / ۲) ۔

آپؐ کو قتال کا حکم

۸۴۔ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ج لَا تُکَلَّفُ اِلاَّ نَفْسَکَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ج عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط وَاللّٰہُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْکِیْلاً ہ

پس اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کیجئے۔ آپ پر اپنی ذات کے سوا کسی کی ذمہ داری نہیں اور آپ مسلمانوں کو (جہاد کی) ترغیب دیجئے۔ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے (زور) جنگ کو روکدے اور اللہ تعالیٰ کا زور جنگ زیادہ شدید ہے اور وہ بہت سخت سزا دیتا ہے۔

حَرِّضِ۔ تو ترغیب دلا۔ تو تاکید کر۔ تَحْرِیْضٌ سے مضارع۔
یَکُفَّ۔ وہ باز رکھے گا۔ وہ روک دے گا۔ کَفٌّ سے مضارع۔
بَاْسَ۔ قتال۔ لڑائی۔ جنگ۔ آفت۔
تَنْکِیْلاً۔ عذاب دینا۔ سزا دینا۔ رسوا کرنا۔ مصدر ہے۔

شانِ نزول۔ بغوی ؒ نے لکھا ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان سے وعدہ کر لیا تھا کہ ماہ ذی قعدہ میں بدر صغریٰ پر دونوں فریقوں کا پھر مقابلہ ہوگا۔ جب مقررہ وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی مگر بعض لوگں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری ۱۲۷/ ۲)۔

تشریح۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا حکم دیا ہے خواہ کوئی آپؐ کے ساتھ جہاد میں جائے یا نہ جائے۔ آپؐ تو صرف اپنی ذات کے مکلف ہیں۔ کسی کی مخالفت اور ان کا آپؐ کی مدد نہ کرنا آپؐ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اور نہ آپؐ سے ان کے فعل کا مواخذہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی آپؐ مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرتے رہیئے کیونکہ آپؐ کا کام تو صرف پہنچا دینا اور ترغیب دینا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جنگ ہی کو روک دے اور کافر جنگ سے باز رہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ستر سواروں کو ہمراہ لیکر حسب وعدہ بدر صغریٰ پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ

پورا کر دیا ۔ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کسی قسم کا دکھ تکلیف اٹھائے بغیر صحیح و سالم واپس آ گئے ۔ اور کافر پست ہمت ہو کر مقابلہ پر نہ آسکے ۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی ہی قوت والا ہے اور دشمن کی طرف سے جس شدت و سختی کا خوف و خطرہ ہے ، اللہ تعالیٰ کا عذاب تو اس سے بہت سخت ہے ۔ (مظہری ۸۲۸/ ۲) ۔

سفارش کی حقیقت

۸۵ ۔ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّکُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ج وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّکُنْ لَّهٗ کِفْلٌ مِّنْهَا ۔ وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ۔

جو کوئی نیک کام کی سفارش کرتا ہے تو اس میں سے اس کو بھی ایک حصہ ملتا ہے اور جو کوئی بُرے کام کی سفارش کرتا ہے تو اس پر اس کو بھی اس کے وبال کا ایک حصہ ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حصہ بانٹنے والا ہے ۔

شَفَاعَةً ۔ شفاعت کرنا ۔ سفارش کرنا ۔ مصدر ہے ۔ شفاعت کے لفظی معنی ملنے یا ملانے کے ہیں ۔ اس لئے شفاعت کے معنی یہ ہوئے کہ کسی کمزور طالب حق کے ساتھ اپنی قوت ملاکر اس کو قوی کر دیا جائے یا بیکس اکیلے شخص کے ساتھ خود مل کر اس کو جوڑا بنا دیا جائے ۔ (معارف القرآن ،۴۹/ ۲) ۔

کِفْلٌ ذمہ ۔ حصہ ۔ جمع اَکْفَالٌ ۔

مُقِیْتًا ۔ قدرت رکھنے والا ۔ نگہبان ۔ روزی دینے والا ۔ اِقَاتَةٌ سے اسم فاعل ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں اہل کتاب اور منافقین کی خباثتوں اور شرارتوں کا ذکر تھا ، پھر اللہ اور رسول کی اطاعت کی تاکید کے بعد مسلمانوں کو ان سے جہاد کا حکم دیا گیا تاکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا قلع قمع ہو کر احیائے دین اور اللہ کا کلمہ بلند ہو اور مظلوم مسلمانوں کو کافروں کے ظلم سے نجات ملے اور خدا اور رسول کی اطاعت میں لوگوں کے اخلاص و نفاق کا پتہ چل جائے کیونکہ منافقوں پر جہاد کا حکم بہت شاق اور گراں گزرتا ہے ۔ پھر سفارش کے متعلق ایک قانون بیان کیا گیا کہ جو شخص عمدہ سفارش کرے مثلاً جہاد میں شرکت کی ترغیب دے تو اس کو اسی قدر ثواب ملے گا جس قدر اس پر عمل کرنے والے کو

ملے گا ۔ اور اگر کوئی بُری سفارش کرے مثلاً لوگوں کو جہاد میں شریک ہونے سے روکے تو اس کو گناہ میں سے حصہ ملے گا ۔

تشریح ۔ اس آیت میں سفارش کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ نہ ہر سفارش بُری ہے اور نہ ہر سفارش اچھی ۔ اچھی سفارش یہ ہے کہ جس کی سفارش کی جائے اس کا مطالبہ حق اور جائز ہو دوسرے یہ کہ وہ اپنے مطالبہ کو کمزوری کی وجہ سے خود بڑے لوگوں تک نہ پہنچا سکتا ہو ، اس لئے آپ اس کا مطالبہ حکام بالا تک پہنچا دیں ۔ بُری سفارش یہ ہے کہ کسی کے حق کے خلاف سفارش کرنا یا اس کو قبول کرنے پر مجبور کرنا ۔ پس جو شخص کسی کے جائز حق اور جائز کام کے لئے جائز طریقے سے سفارش کرے گا تو یہ اچھی سفارش ہوگی اور ایسی سفارش کرنیوالے کو اس پر ثواب کا حصہ ملے گا ۔ اسی طرح جو شخص کسی کی نا جائز کام کے لئے نا جائز طریقہ سے سفارش کرے گا تو یہ بُری سفارش ہو گی اور ایسی سفارش کرنے والے کو عذاب میں حصہ ملے گا ۔

ثواب اور عذاب میں حصہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی سفارش سے کسی مظلوم یا محروم کا کام بن گیا تو جس طرح اس کام کرنے والے کو ثواب ملے گا اسی طرح اس کام کے لئے سفارش کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا ۔ اور نا جائز کام کی سفارش کرنے والے کو عذاب میں حصہ ملے گا ۔ نیز سفارش کرنے والے کا ثواب و عذاب اس کی سفارش کی کامیابی پر موقوف نہیں بلکہ اس کو ثواب و عذاب میں ضرور حصہ ملے گا خواہ اس کی سفارش کا کوئی نتیجہ بر آمد ہو یا نہ ہو ۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کو کسی نیکی پر آمادہ کرتا ہے تو اس کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا اس نیک عمل کرنے والے کو ۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر و نگراں ہے ۔ اسے سب معلوم ہے کہ کون کس نیت سے سفارش کر رہا ہے ۔

سلام اور اس کے آداب

۸۶ ۔ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۔

اور جب کوئی تمہیں سلام کرے (دعا دے) تو تم (اس کے جواب میں)
اس سے بہتر الفاظ میں سلام کرو یا (جواب میں) وہی کلمہ لو ٹادو ۔
بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے ۔

تَحِیَّۃٍ ۔ دعائے خیر ۔ زندگی کی دعا ۔ اس کے لفظی معنی کسی کو حیاک اللہ (اللہ تجھے زندہ رکھے) کہنا ہے ۔ اسلام سے پہلے عربوں کی عادت تھی کہ جب وہ آپس میں ملتے تو **حَیَّاکَ اللّٰہُ** ، **یا اَنْعَمَ اللّٰہُ بِکَ عَیْنًا یا اَنْعِمْ صَبَاحًا** جیسے الفاظ سے ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے ۔ اسلام نے سلام کے اس طریقے کو تبدیل کر کے السلام علیکم (تم ہر تکلیف اور رنج و مصیبت سے سلامت رہو) کہنے کا طریقہ رائج کیا (معارف القرآن ۔ ۵۰۱ / ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سلام اور اس کے جواب کے آداب بتائے ہیں ۔ دنیا کی ہر مہذب قوم میں رواج ہے کہ جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو اظہار انس و محبت کے لئے کوئی کلمہ کہتے ہیں ۔ اسلام نے بھی اس مقصد کے لئے السلام علیکم کہنے کو رواج دیا ۔ یہ کلمہ جتنا جامع ہے ، سلام کے لئے دوسری قوموں میں رائج کوئی کلمہ اتنا جامع نہیں کیونکہ اس میں اظہار محبت ہی نہیں بلکہ حق محبت کی ادائیگی بھی ہے کہ سلام کرنے والا اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام آفات و آلام سے سلامت رکھے ۔ پس یہ کلمہ عبادت بھی ہے اور اپنے مسلمان بھائی کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلانے کا ذریعہ بھی ۔ (معارف القرآن ۵۰۱ / ۲) ۔

اس آیت میں یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس کا جواب اس سے بہتر الفاظ میں دو یا کم از کم ویسے ہی الفاظ کہدو ۔ لہذا سلام کا جواب ویسے ہی الفاظ میں لوٹا دینا تو واجب ہے اور رحمت و برکت کے الفاظ بڑھا کر جواب دینا مستحب ہے ۔ سلام کے جواب میں صرف تین کلمات تک اضافہ کرنا مسنون ہے یعنی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہنا ۔ اس سے زیادہ الفاظ ملانا مسنون نہیں ۔ سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے ۔ اگر جماعت میں سے کسی ایک نے جواب دے دیا تو کافی ہے ۔

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا اسلام سب سے بہتر ہے (یعنی خصائل اسلامی میں کونسی خصلت سب سے اچھی ہے) آپؐ نے فرمایا کھانا کھلانا اور

(ہر شخص کو) سلام کرنا ، جان پہچان ہو یا نہ ہو ۔

مسند احمد ، ترمذی اور ابو داؤد میں حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقرب وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے ۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص سواری پر ہو اس کو چاہئے کہ وہ پیدل چلنے والے کو خود سلام کرے اور جو (پیدل) چل رہا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور جو لوگ تعداد میں تھوڑے ہوں وہ کسی بڑی جماعت پر گزریں تو ان کو چاہئے کہ سلام کی ابتداء کریں ۔

ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب آدمی اپنے گھر میں جائے تو اپنے گھر والوں کو سلام کرے اس سے اس کے لئے بھی برکت ہوگی اور اس کے گھر والوں کے لئے بھی ۔

ابو داؤد میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان سے بار بار ملاقات ہو تو ہر مرتبہ سلام کرنا چاہئے اور جس طرح ملاقات کے شروع میں سلام کرنا مسنون ہے اسی طرح رخصت کے وقت بھی سلام کرنا مسنون اور ثواب ہے ۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سلام میں پہل کرنے والا غرور سے پاک ہے۔

اگر خالی گھر میں داخل ہو تو **اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ** کہنا چاہئے ۔ (مظہری ۱۳۱/ ۲ ، معارف القرآن ۵۰۵/ ۲) ۔

توحید

۸۷ ۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَارَيْبَ فِيْهِ ۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۔

اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ قیامت کے روز وہ تمہیں جمع کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں قیامت کے دن وہ ضرور تمہیں

قبروں سے نکال کر جمع کرے گا ۔ تمہارے جمع کرنے اور قیامت کے واقع ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ، اس روز سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائیگا اور قیامت کا وعدہ اور جزا و سزا کی خبر سب حق ہیں ۔

منافقوں کی گمراہی

۸۸ ، ۸۹ ۔ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۔ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۔ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۔ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۔

پھر تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو اعمال کی وجہ سے ان کو اوندھا کر دیا ہے ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اس کو ہدایت پر لے آؤ ۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو ، تُو اس کے لئے کوئی راستہ نہ پائے گا ۔ وہ چاہتے ہیں جیسے وہ کافر ہیں ، تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ تاکہ سب برابر ہو جائیں ۔ پس تم ان میں سے کسی کو بھی دوست نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں ۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو ان کو پکڑو اور جہاں کہیں پاؤ ان کو قتل کر ڈالو ۔ اور نہ ان میں سے کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار ۔

فِئَتَيْنِ ۔ دو گروہ ۔ واحد فِئَةٌ ۔
اَرْكَسَهُمْ ۔ برابر ۔ اسم مصدر ۔ اس سے تثنیہ اور جمع نہیں بنتا ۔
سَوَآءً ۔ برابر ۔ اسم مصدر ۔ اس سے تثنیہ اور جمع نہیں بنتا ۔

وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۔ تمنے ان کو پایا ۔ تم نے ان کو تلاش کیا ۔ وَجْدٌ و وِجْدَانٌ سے ماضی ۔

شانِ نزول ۔ جنگ اُحد میں عین مقابلہ کے وقت جب عبداللہ بن اُبَیّ اپنے گروہ کو لیکر واپس چلا گیا اور مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے دو فریق ہو گئے ۔ ایک کہتا تھا کہ ان کو قتل کرنا چاہیئے ، دوسرا کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کر دے گا ، قتل میں بد نامی ہے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (حقانی ۱۸۶/ ۲) ۔

بخاری شریف میں حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ وسلم (قریش سے مقابلے کے لئے) اُحد کی جانب چلے تو ساتھیوں میں سے (منافق) لوگ راستہ ہی سے لوٹ گئے ۔ لوٹنے والوں کے بارے میں صحابۂ کرام کے دو گروہ ہوگئے ، ایک گروہ کا خیال تھا کہ ہمیں ان سے لڑنا چاہیئے اور دوسرا گروہ کہتا تھا کہ نہیں لڑنا چاہیئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔

بغوی نے مجاہد کے حوالے سے لکھا ہے کہ کچھ لوگ مدینہ آکر مسلمان ہوئے مگر پھر مرتد ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ،مکہ واپس جا کر اپنا تجارتی سامان لانے کی اجازت لیکر چلے گئے اور پھر مکہ ہی میں رہنے لگے ۔ ان لوگوں کے متعلق مسلمانوں کی رائے مختلف ہو گئی ۔ بعض نے کہا کہ وہ منافق تھے اور بعض نے ان کو مومن خیال کیا ۔ (مظہری ۸۳۳ / ۲)۔

تشریح ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ جب تم نے منافقوں کی باطنی خباثت اور ان کے کفر و ارتداد کو ظاہری طور پر دیکھ لیا تو پھر تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقوں کے معاملے میں ایک دوسرے سے اختلاف کر کے دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ ایک گروہ ان کو مسلمان بتاتا ہے اور دوسرا کافر۔ تم آپس میں اختلاف کیوں کرتے ہو اور اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیوں نہیں کر دیتے جو سب سے زیادہ سچا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مرتد ہونے اور دارالحرب میں چلے جانے کی وجہ سے ان کو کفر کی طرف لوٹا دیا اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا ۔

ان بد نصیبوں کا حال تو یہ ہے کہ یہ تمہارے بارے میں بھی یہی خواہش رکھتے ہیں کہ تم بھی انہی کی طرح کافر ہو جاؤ تاکہ گمراہی میں وہ اور تم سب برابر ہو جاؤ ۔ ایسے لوگوں کے کفر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ۔ پس تم ایسے لوگوں کے ساتھ مسلمانوں جیسے دوستانہ تعلقات نہ رکھو یہاں تک کہ یہ لوگ اپنے گھربار اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی راہ

میں ہجرت کر کے مومن مخلص نہ بن جائیں ۔

اسلام کے ابتدائی زمانے میں ایمان کی تکمیل کے لئے ہجرت بھی فرض تھی ، بغیر ہجرت کے ایمان معتبر نہ تھا ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ اسلام اور ہجرت سے منہ موڑیں اور اپنے کفر پر قائم رہیں تو تم جہاں کہیں ان کو پاؤ ، کافروں کی طرح پکڑ کر قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مدد گار نہ بناؤ کیونکہ یہ سب تمہارے دشمن ہیں ۔ (مظہری ۸۳۵/ ۲ ۔ معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۳۱/ ۲) ۔

قتل سے مستثنیٰ منافق

۹۰ ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۔

سوائے ان لوگوں کے جو ایسی قوم سے جا ملے ہوں جن کا تمہارے ساتھ عہد و پیمان ہے یا وہ تمہارے پاس اس حالت میں آئیں کہ ان کے دل تمہارے ساتھ یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے تنگ ہوں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا ، پھر وہ تم سے ضرور لڑتے ۔ پس اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان پر (دست درازی کا) کوئی راستہ نہیں رکھا ۔

يَصِلُوْنَ ۔ وہ پہنچتے ہیں ۔ وہ ملتے ہیں ۔ **وَصْلٌ و وُصُوْلٌ** سے مضارع ۔
حَصِرَتْ ۔ وہ رک گئی ۔ وہ تنگ ہو گئی ۔ **حَصْرٌ** سے ماضی ۔
اِعْتَزَلُوْكُمْ ۔ انہوں نے تمہیں چھوڑ دیا ۔ وہ تم سے الگ ہو گئے ۔ **اِعْتِزَالٌ** سے ماضی
اَلْقَوْا ۔ انہوں نے ڈالا ۔ **اِلْقَاءٌ** سے ماضی ۔

شانِ نزول ۔ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حسن سے روایت کی کہ سراقہ بن مالک

مدلجی نے بیان کیا کہ جب بدر اور اُحد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ حاصل ہو گیا اور ارد گرد کے لوگ مسلمان ہو گئے تو مجھے اطلاع ملی کہ آپؐ (حضرت) خالدؓ بن ولید کو میری قوم بنی مدلج کے پاس جنگ کے ارادے سے بھیجنا چاہتے ہیں۔ میں نے فوراً آپؐ کی خدمت گرامی میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ آپؐ میری قوم کو اسی حالت پر رہنے دیں۔ اگر آپؐ کی قوم مسلمان ہو گئی تو وہ بھی مسلمان ہو جائیں گے اور آپؐ کی قوم مسلمان نہ ہوئی تو ان سے کوئی اندیشہ نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ نے حضرت خالد کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ ان کے ساتھ چلے جاؤ اور جیسا چاہو کرو۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے جا کر بنی مدلج سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے اور اگر قریش مسلمان ہو گئے تو وہ بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جلالین ۲۶۱، مظہری ۸۳۵/ ۲)۔

تشریح ۔ اس آیت میں ان منافقوں کو قتل سے مستثنیٰ کیا گیا ہے جو ایسے لوگوں کے پاس پہنچ جائیں جن سے مسلمانوں کا صلح کا معاہدہ ہو۔ کیونکہ جب وہ مسلمانوں کے معاہد کی پناہ میں آ گئے تو حکماً ان کے ساتھ بھی مسلمانوں کا عہد ہو گیا۔ حلیف کا حلیف بھی حلیف ہی ہوتا ہے۔ ان کو قتل کرنا عہد شکنی ہوگی۔ جو کافر اور منافق غیر جانبدار رہیں اور نہ وہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر تمہارے ساتھ لڑیں اور نہ تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑیں تو ان لوگوں کو بھی قتل نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جب تمہیں ان سے نقصان کا اندیشہ ہی نہیں تو ان کا قتل بھی ضروری نہیں۔

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہارا رعب ان کے دلوں سے زائل کر کے، ان کو تم پر مسلط کر دیتا۔ پھر وہ تم سے ضرور جنگ کرتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں ڈالدی اور وہ قوت و قدرت کے باوجود تم سے نہیں لڑتے۔ پس اگر وہ تمہارے ساتھ نہ لڑیں اور تمہیں صلح کا پیغام دیں تو اس صورت میں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں ان سے لڑنے کی اجازت نہیں۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۳۲/ ۲)۔

صلح توڑنے والوں کے قتل کا حکم

۹۱ ۔ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَ يَاْمَنُوْا

قَومَهُمْ ۔ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوا فِيهَا ۔ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۔ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۔

عنقریب تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو تمہارے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہنا چاہتے ہیں (مگر) جب ان کو فساد کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ اس میں کود پڑتے ہیں ۔ پس اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور تمہیں صلح کا پیغام نہ دیں اور اپنے ہاتھ لڑائی سے نہ روکیں تو ان کو پکڑو اور جہاں کہیں پاؤ ان کو قتل کرو ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے تمہارے لئے کھلی حجت قائم کر دی ہے (تمہیں ان پر کھلا اختیار دے دیا) ۔

اُرْكِسُوا ۔ وہ گرائے گئے ۔ وہ لوٹائے گئے ۔ وہ کود پڑے ۔ اِرْكَاسٌ سے ماضی مجہول ۔
رُدُّوْا ۔ ان کو متوجہ کیا گیا ۔ ان کو بلایا گیا ۔ ان کو لوٹایا گیا ۔ رَدٌّ سے ماضی مجہول
يَعْتَزِلُوْكُمْ ۔ وہ تم سے کنارہ کشی کریں گے ۔ وہ تم سے الگ رہیں گے ۔ اِعْتِزَالٌ سے مضارع ۔
ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۔ تم نے ان کو پایا ۔ ثَقْفٌ سے ماضی ۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ تم سے امن و صلح کے ساتھ نہ رہیں اور اپنے ہاتھ شرارت سے نہ روکیں تو تم ان سے جہاد کرو اور وہ تمہیں جہاں کہیں بھی ملیں ، تم ان کو پکڑ کر قتل کرو کیونکہ ایسے لوگوں سے لڑنے کی دلیل موجود ہے کہ ان کی عداوت ظاہر ہو گئی ، ان کا کافر ہونا ، مسلمانوں سے غداری کرنا اور مسلمانوں کو دکھ پہنچانا سامنے آگیا ۔

کلبی نے ابو صالح کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ (اس آیت میں جن لوگوں کا بیان ہے) وہ بنی اسد اور بنی غطفان کے لوگ تھے ۔ وہ دکھاوے کے لئے اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے ، مگر حقیقت میں مسلمان نہ تھے ۔ جب ان میں سے کسی سے اس کی قوم والے کہتے کہ تو کیوں مسلمان ہو گیا تو وہ جواب دیتا کہ میں اس بندر اور بچھو پر ایمان لایا ہوں یعنی بندر اور بچھو سے امن پانے کے لئے ایمان لایا ہوں لیکن جب صحابہ سے

ملتا تو کہتا کہ میں آپ لوگوں کے دین پر ہوں ۔ اس دوغلے پن سے اس کا مقصد یہ ہوتا کہ وہ دونوں طرف سے بے خطر ہو جائے ۔ (مظہری ۸۳۶/ ۲) ۔

قتل خطاء کی دیت

۹۲ ۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَئًا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۚ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔

اور کسی مومن کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر غلطی سے اور جس نے کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دیا تو اس کو ایک مومن غلام آزاد کرنا چاہئے اور مقتول کے وارثوں کو دیت دینی چاہئے سوائے اس کے کہ وہ خود معاف کر دیں ۔ پس اگر وہ (مقتول) اس قوم کا ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ خود مسلمان ہے تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کر دے اور اگر وہ (مقتول) ایسی قوم سے ہے جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت بھی دینی چاہئے اور مسلمان غلام بھی آزاد کرنا چاہئے ۔ پس جس کو میسر نہ ہو تو وہ لگا تار دو مہینے کے روزے رکھے ۔ توبہ کا یہ (طریقہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ علم والا (اور) حکمت والا ہے ۔

فَتَحْرِيْرُ ۔ تحریر کرنا ۔ لکھنا ۔ آزاد کرنا ۔ مصدر ہے ۔
رَقَبَةٍ ۔ گردن ۔ جان ۔ غلام ۔
يَصَّدَّقُوْا ۔ وہ صدقہ کریں گے ۔ وہ معاف کریں گے ۔ تَصَدُّقٌ سے مضارع ۔

یَجِدْ اس نے پایا ۔ اس کو میسر ہوا ۔ اس نے حاصل کیا ۔ وِجْدَانٌ سے مضارع ۔ یہاں ماضی کے معنی میں ہے ۔

شانِ نزول ۔ اس آیت کے شانِ نزول میں متعدد روایتیں ہیں ۔ بغوی ؒ نے لکھا ہے کہ ہجرت سے پہلے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو عیاش بن ربیعہ مخزومی جو ابو جہل کا اخیافی (ماں شریک) بھائی تھا ، آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور گھر والوں کے ڈر سے اس نے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا ۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو عیاش بھی بھاگ کر مدینہ آگیا اور کسی قلعہ میں چھپ گیا ۔ عیاش کے چلے جانے سے اس کی ماں کو بہت صدمہ ہوا اور اس نے عیاش کے غم میں کھانا پینا چھوڑ دیا اور اپنے دونوں بیٹوں ابو جہل اور حارث کو کہا کہ جب تک تم عیاش کو واپس نہ لاؤ گے ، خدا کی قسم نہ تو میں کسی چھت کے سایہ میں بیٹھوں گی ، نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی ۔ ماں کی قسم سن کر ابو جہل اور حارث ، عیاش کی تلاش میں روانہ ہو گئے ۔ حارث بن زید بن ابی اُنیسہ بھی ان کے ساتھ ہو لیا ۔ یہ تینوں عیاش کو تلاش کرتے کرتے مدینے پہنچے جہاں انہیں پتہ چلا کہ وہ ایک قلعہ میں رو پوش ہے ۔ انہوں نے قلعہ کے باہر سے آواز دیکر کہا کہ تمہارے بعد تمہاری ماں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تم واپس نہیں آؤ گے اس وقت تک وہ چھت کے سایہ میں نہیں بیٹھے گی اور نہ کچھ کھائے پیئے گی ۔ اور ہم قسم کھا کر تجھ سے عہد کرتے ہیں کہ تجھے کسی ایسی بات پر مجبور نہ کریں گے جو تیرے دین کے خلاف ہو ۔

ماں کا حال سنکر عیاش کا دل بھر آیا ۔ پھر وہ ان کی قسموں اور عہد و پیمان پر یقین کرتے ہوئے قلعے سے نیچے اتر آیا اور ان کے ساتھ روانہ ہو گیا ۔ مدینہ سے باہر نکل کر انہوں نے عیاش کو نواڑ سے باندھ دیا اور تینوں میں سے ہر ایک نے اس کو سو سو کوڑے لگائے ۔ پھر وہ اسی حال میں اس کو اس کی ماں کے پاس لے گئے ۔ ماں نے دیکھ کر کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے اس وقت تک نہیں کھولوں گی جب تک تو اس چیز کا انکار نہیں کرے گا جس پر ایمان لایا ہے ۔ اس کے بعد انہوں نے اس کو اسی حالت میں دھوپ میں ڈالدیا اور ایک عرصہ تک اس کو تکلیف دیتے رہے ۔ آخر کار عیاش نے مجبوراً وہ بات کہدی جو وہ کہلوانا چاہتے تھے ۔

اتنے میں حارث بن زید جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا ، وہاں پہنچ گیا ۔ اور کہنے لگا ۔ اے عیاش جس دین کو تونے اختیار کیا تھا اس کو کیوں چھوڑ دیا ؟ اگر وہ ہدایت تھی تو تُونے ہدایت کو کیوں چھوڑ دیا ؟ اور اگر وہ گمراہی تھی تو ، تُو اتنے دنوں تک گمراہ رہا ۔ اس پر عیاش کو طیش آگیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم اگر تو مجھے تنہا مل گیا تو قتل کئے بغیر نہیں چھوڑوں گا ۔

کچھ عرصہ بعد عیاش نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور ہجرت کر کے مدینہ آگیا ۔ عیاش کے اسلام لانے کے کچھ دنوں بعد حارث بھی مشرف با سلام ہو گیا اور ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ اس وقت عیاش وہاں موجود نہ تھا اس لئے اس کو حارث کے مسلمان ہونے کی خبر نہ ہو سکی ۔ ایک روز عیاش قبا کے باہر جا رہا تھا کہ سامنے سے حارث آگیا ۔ عیاش نے اس کو قتل کر دیا ۔ جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو وہ عیاش کو ملامت کرنے لگے کہ تونے یہ کیاکیا ، حارث تو مسلمان تھا ، عیاش نے یہ سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، آپؐ میرے اور حارث کے واقعہ سے واقف ہیں جب میں نے اسے قتل کیا تو مجھے اس کے مسلمان ہونیکا علم نہ تھا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔(مظہری ، ۸۳/ ۲) ۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت ابودرداءؓ کے بارے میں نازل ہوئی ۔ حضرت ابُو درداء نے ایک کافر پر تلوار سے حملہ کیا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا ۔ تلوار چونکہ چل چکی تھی اس لئے وہ ہلاک ہو گیا ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو حضرت ابُو درداء نے یہ عذر بیان کیا کہ اس نے صرف جان بچانے کی غرض سے کلمہ پڑھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراض ہو کر فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (ابن کثیر ۵۳۴/ ۱) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ کسی مومن کے لئے ہر گز ہرگز یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کردے ۔ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر سمجھ کر یا کسی اور غلطی اور بھول چوک کی بنا پر قتل کر دے تو وہ معذور ہے البتہ قتل کی دیت اور کفارہ دینا واجب ہے ۔ اس کے بعد قتل کے تین احکام بیان کئے گئے ہیں ۔

۱۔ جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد ، غلطی اور بھول چوک سے قتل کر دے تو اس غلطی

کے کفارہ میں دو چیزیں واجب ہیں ۔ ایک تو مسلمان غلام یا کنیز کا آزاد کرنا ۔ دوسرے دیت (خون بہا) جو مقتول کے وارثوں کو میراث کے حصوں کے مطابق دیا جائیگا ۔ اگر مقتول کے وارث نہ ہوں تو دیت بیت المال میں جمع کر دی جائے گی ۔ اگر مقتول کے اولیاء از خود دیت معاف کر دیں تو انہیں اختیار ہے وہ بطور صدقہ اسے معاف کر سکتے ہیں ۔

۲۔ اگر اس مسلمان مقتول کا تعلق تمہارے دشمن گروہ سے ہے اور وہ مقتول دار الحرب میں ہو اور کسی وجہ سے ہجرت کر کے اس وقت تک وہ دارالاسلام نہیں پہنچ سکا تھا کہ کسی مسلمان نے اس کو اپنا دشمن سمجھ کر قتل کر دیا تو قاتل پر صرف کفارہ واجب ہے یعنی ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ۔ یہ مقتول کے مسلمان ہونے کا حق ہے ۔اس صورت میں دیت واجب نہیں ہوگی کیونکہ وہ حربی ہے اور حربی کی دیت واجب نہیں ۔

۳۔ اگر اس مسلمان مقتول کا تعلق ایسے گروہ سے ہو جس کے ساتھ تمہارا کسی قسم کا عہد و پیمان ہو تو قاتل پر ایک تو دیت (خون بہا) واجب ہوگی جو مقتول کے مسلمان وارثوں کو دی جائے گی ۔ اگر مقتول کے وارث مسلمان نہ ہوں بلکہ کافر ہوں تو ان کو دیت نہیں دی جائیگی اگر چہ وہ معاہد ہی کیوں نہ ہوں ۔ دوسرے دیت کے علاوہ کفارہ بھی دینا ہوگا ۔ یعنی ایک مسلمان غلام آزاد کرنا واجب ہے ۔

پھر اگر کسی کو آزاد کرنے کے لئے غلام یا کنیز میسر نہ ہو تو اس پر متواتر دو مہینے کے روزے واجب ہیں ۔ جمہور کے نزدیک روزے ، صرف غلام کی آزادی کا بدل ہیں ۔ دیت ہر حال میں واجب ہے خواہ قاتل مفلس ہو یا مالدار ۔ پھر فرمایا کہ یہ احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے قاتل کی توبہ کے لئے مقرر ہیں ۔ وہ خطاء اور غلطی کی حقیقت و کیفیت کو خوب جانتا ہے اور اس نے دیت و کفارہ کا جو حکم دیا ہے اس میں بھی بڑی حکمت ہے ۔

قتل عمد کا انجام

۹۳ ۔ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهُ وَاَعَدَّلَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا ؀

اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے ، وہ

اس میں ہمیشہ رہے گا ، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور اس کی لعنت ہوگی اور اس کے لئے عذاب عظیم تیار ہے ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں پہلے کسی مسلمان کو سلام کرنے اور دعا دینے کا حکم تھا ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی توحید و عظمت کا ذکر اور کسی شک و شبہ کے بغیر حساب و کتاب اور اعمال کی جزا کیلئے قیامت کے روز سبکو ایک جگہ جمع کرنے کا اعلان ۔ اسکے بعد یہ بتایا گیا کہ منافقوں کے ساتھ اس وقت تک مسلمانوں جیسا معاملہ کرو جب تک کہ انکا نفاق چھپا رہے ۔ نفاق ظاہر ہونے کے بعد منافقوں کے ساتھ کفار جیسا معاملہ کیا جائے گا ۔ پھر مومنوں کے قتل کی ممانعت اور قتل خطاء کے احکام بیان کئے گئے ۔ یہاں قتل عمد کی وعید مذکور ہے ۔

تشریح ۔ جو شخص (مسلمان) کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے پھر توبہ کئے بغیر مر جائے تو اس کے لئے طویل مدت تک دوزخ میں رہنے کی وعید ہے ۔ ایسے شخص پر اللہ کا غضب نازل ہوگا ، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگا اور اس کے لئے عذابِ عظیم تیار ہے ۔

تمام سلف و خلف کا اجماع ہے ۔ کہ یہاں خلود سے طویل مدت تک دوزخ میں رہنا مُراد ہے ۔ کافروں کی طرح غیر محدود اور ابدی طور پر دوزخ میں رہنا مُراد نہیں ۔ اس لئے کہ احادیثِ متواترہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرّہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا ۔ قرآن کریم میں کافر کے خلود کے ساتھ ابداً کا لفظ آیا ہے اس لئے کافر کا خلود ابدی ہے اور قاتل کا خلود غیر ابدی ۔

جہاد میں احتیاط

۹۴ ۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡفَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرو (جہاد کے لئے نکلو) تو تحقیق کر لیا کرو اور جو شخص تمہیں سلام کرے اس کو یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو سو اللہ کے ہاں تو بہت سی غنیمتیں ہیں۔ تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل فرمادیا۔ پس تم اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔ بلا شبہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے۔

ضَرَبْتُمْ ۔ تم نے سفر کیا۔ تم چلے۔ تم نکلے۔ **ضَرْبٌ** سے ماضی۔
فَتَبَيَّنُوْا ۔ پس تم بیان کرو۔ پس تم تحقیق کر لو۔ **تَبَيُّنٌ** سے امر۔
عَرَضَ ۔ مال و متاع۔ سامان۔ جمع **عُرُوْضٌ**۔

شانِ نزول ۔ ترمذی اور مسند احمد میں حضرت عبداللہؓ بن عباس سے منقول ہے کہ بنو سلیم کا ایک شخص بکریاں چراتا ہوا صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا اور (صحابہ کو سلام کیا۔ صحابہ کرام نے یہ سمجھا کہ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے سلام کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کی بکریوں کو مال غنیمت کے طور پر لیکر چلے آئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن کثیر ۵۳۸ / ۱)۔

بخاری شریف میں مختصراً اور مسند بزار میں مفصلاً حضرت عبداللہؓ بن عباس ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک دستہ بھیجا جس میں حضرت مقدادؓ بن اسود بھی تھے۔ جب یہ دستہ دشمن کے قریب پہنچا تو سب لوگ بھاگ گئے، صرف ایک شخص رہ گیا جس کے پاس بہت مال تھا۔ اس نے صحابۂ کرام کے سامنے اَشْهَدُاَنْ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللہ کہا مگر حضرت مقدادؓ نے یہ سمجھ کر کہ یہ شخص محض جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھ رہا ہے، اس کو قتل کر دیا۔ مجاہدین میں سے ایک صحابی نے کہا کہ مقداد آپ نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللہ کی شہادت دی تھی۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہو کر یہ واقعہ ضرور عرض کروں گا۔ جب لشکر واپس مدینہ منورہ پہنچا تو اس شخص نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ آپؐ نے حضرت مقدادؓ کو بلوا کر فرمایا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ کل قیامت کے دن تم کیا جواب دو گے جب کلمۂ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللہ تمہارے مقابلہ میں دعویدار ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ابن کثیر ۵۳۹ / ۱)۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص اپنا اسلام ظاہر کر دے تو اس کے قتل سے ہاتھ روکنا ہر مسلمان پر واجب ہے ۔ محض شک و شبہ کی وجہ سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں جیسا کہ بعض مواقع پر بعض صحابہ سے شک و شبہ کی بنا پر اس قسم کی لغزش واقع ہوئی کہ انہوں نے بعض لوگوں کے اسلام ظاہر کرنے کو کذب پر محمول کر کے ان کو قتل کر دیا اور مقتول کا مال ، غنیمت کے طور پر حاصل کر لیا ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا انسداد فرمایا ۔

پھر فرمایا کہ جس غنیمت اور دنیاوی مال و متاع کے لالچ میں تم غفلت برت رہے ہو اور سلام کرنے والوں کے ایمان میں شک و شبہ کر کے انہیں قتل کر دیتے ہو تو یہ غنیمت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس تو بے حساب غنیمتیں ہیں جو وہ تمہیں حلال ذرائع سے دے گا ۔ اور وہ تمہارے لئے اس مال سے بہت بہتر ہوں گی ۔ تم بھی اپنا وہ وقت یاد کرو جب اپنے ضعف اور کمزوری کی وجہ سے تم اپنا ایمان ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے اور لوگوں سے چھپے چھپے پھرتے تھے ۔آج اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا اور تمہیں قوت دی کہ تم کھلے بندوں اپنے اسلام کا اظہار کر رہے ہو ۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس سے پہلے جب تم اسلام میں داخل ہوئے تھے اور تم نے اسلام کا کلمہ پڑھا تھا تو تمہارے بارے میں کوئی تفتیش نہیں کی گئی تھی کہ تم نے یہ کلمہ محض زبان سے کہا ہے یا دل سے بھی اس کی تصدیق کرتے ہو بلکہ صرف کلمہ پڑھ لینے ہی سے تمہاری جان و مال محفوظ ہو گئے تھے ۔

پس جو بے بس لوگ اب تک دشمن کے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنے ایمان کا برملا اظہار نہیں کر سکے تو وہ تم پر اپنا اسلام ظاہر کریں تو تمہیں اس کو تسلیم کر لینا چاہئے ۔ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اعمال سے غافل نہ سمجھو ، جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب کی خبر رکھتا ہے ۔ (ابن کثیر ۵۳۹ ، ۵۴۰ / ۱) ۔

جہاد کے چند احکام

۹۵ ، ۹۶ ۔ لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ

اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ
وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ؕ
دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ؕ

جو لوگ بغیر کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں وہ ان مجاہدوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو (گھر میں) بیٹھے رہنے والوں پر مرتبہ میں فضیلت دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے (یوں تو) ہر ایک سے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے مگر جہاد کرنے والوں کو (گھر) بیٹھے رہنے والوں پر اجرِ عظیم کے اعتبار سے فضیلت دی ہے ۔ (مجاہدوں کے لئے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے درجے اور بخشش اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے ۔

یَسْتَوِیْ ۔ وہ برابر ہوتا ہے ۔ اِسْتِوَاءٌ سے مضارع ۔
ضَرَرِ ۔ ضرر ۔ نقصان ۔

شانِ نزول ۔ بخاری ، ابو داؤد ، ترمذی اور نسائی نے حضرت زید بنؓ ثابت سے اور صرف بخاری نے حضرت براءؓ بن عازب کی روایت سے اور طبرانی نے حضرت زیدؓ بن ارقم کی روایت سے اور ابن حبان نے حضرت ابنؓ عاصم کی روایت سے اور صرف ترمذی نے حضرت ابنؓ عباس کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت زیدؓ بن ثابت سے **لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ** (یعنی **مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ** کے بعد **غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ** کے الفاظ نہ تھے) ۔ لکھوا رہے تھے کہ حضرت ابن اُمِّ مکتوم آ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں جہاد کر سکتا تو ضرور کرتا ۔ حضرت ابن اُمِّ مکتومؓ نا بینا تھے اس پر یہ آیت اس طرح نازل ہوئی ۔ **لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ** (مظہری ۸۵۷ ، ۸۵۸ / ۲)۔

تشریح ۔ اس آیت میں جہاد کے چند احکام بیان کئے گئے ہیں ۔

۱ ۔ جو لوگ کسی عذر کے بغیر جہاد میں شریک نہ ہوں وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرتے ہیں ۔

۲ ۔ اللہ تعالیٰ نے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو عذر کے بغیر بیٹھے رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت عطا فرمائی ہے ۔

۳ ۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں اور غیر مجاہدوں سے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے ۔ جنت و مغفرت دونوں کو حاصل ہوں گی مگر درجات میں فرق رہے گا ۔

۴ ۔ عام حالات میں جہاد فرضِ کفایہ ہے ۔ اگر بعض لوگ اس کو ادا کر لیں تو باقی مسلمان اس سے سبکدوش ہو جاتے ہیں بشرطیکہ جو لوگ جہاد میں شریک ہیں وہ اس جہاد کے لئے کافی ہوں ۔ اگر وہ کافی نہیں تو ان کے قرب و جوار کے لوگوں پر فرض عین ہو جائیگا کہ وہ مجاہدوں کی مدد کریں ۔

۵ ۔ لنگڑے ، لنجے ، اندھے ، بیمار اور دیگر شرعی طور پر معذور لوگوں پر جہاد فرض نہیں ۔

۶ ۔ اگر مسلمانوں کی بستی پر کافر دشمن حملہ کر دے تو اس بستی کے ہر بالغ مرد پر جہاد کے لئے نکلنا فرض عین ہو جاتا ہے ، فرض کفایہ نہیں رہتا ۔ خواہ وہ آزاد ہو یا غلام ، مالدار ہو یا نادار ۔ اگر ایسے موقع پر آقا غلام کو ، قرض خواہ قرض دار کو اور ماں باپ اولاد کو جہاد میں نکلنے سے روکیں تو ان کے احکام کی تعمیل نہیں کی جائیگی ۔

۷ ۔ اگر بستی والے مقابلہ کے لئے کافی نہ ہوں تو برابر کی بستی والوں پر ان کی مدد کرنا فرض ہو جاتا ہے ۔

اگر وہ مدد نہ کریں تو پھر ان کے متصل رہنے والوں کو مدد کرنی چاہئے وغیرہ وغیرہ ۔ مگر معذور لوگ اس حکم سے بھی مستثنیٰ ہیں ۔ ان پر اس حالت میں بھی جہاد فرض نہیں ۔ (معارف القرآن ۵۲۲ ، ۵۲۳ / ۲) ۔

ہجرت نہ کرنے کا انجام

۹۷ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ ط قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ط قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا ط

فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰہُمْ جَہَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ؕ

بیشک جب فرشتے ایسے لوگوں کی روح نکالیں گے ، جو اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں تو وہ ان سے پوچھیں گے کہ تم کس حال میں تھے ۔ وہ کہیں گے کہ ہم ملک میں بے بس تھے ۔ فرشتے کہیں گے کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کر کے کہیں چلے جاتے ۔ سو یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے ۔ اور وہ بہت ہی برُا ٹھکانا ہے ۔

تَوَفّٰھُمُ ۔ اس نے انکو وفات دی ۔ اس نے انکو موت دی ۔ اس نے انکو اٹھالیا ۔ تَوَفِّیٌ سے ماضی ۔

مُسْتَضْعَفِیْنَ ۔ ضعیف ۔ بے بس ، کمزور ۔ اِسْتِضْعَافٌ سے اسم مفعول ۔

مَاْوٰہُمْ ۔ ان کا ٹھکانہ ۔ ان کے رہنے کی جگہ ۔ اُوِیٌ سے اسم ظرف ۔

سَآءَتْ ۔ وہ برُی ہے ۔ سوء سے ماضی ۔

مَصِیْرًا ۔ لوٹنے کی جگہ ۔ ٹھکانا ۔ صَیْرٌ سے اسم ظرف و مصدر میمی ۔

شانِ نزول ۔ ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ مکہ کے کچھ باشندے مسلمان تو ہو گئے تھے مگر انہوں نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا اور مشرکوں کے ڈر سے انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت بھی نہیں کی تھی ۔ مشرک ان کو ساتھ لیکر بدر گئے جہاں ان میں سے کچھ لوگ مارے گئے ۔ مسلمانوں نے کہا کہ وہ تو مسلمان تھے ان کو مجبور کر کے لایا گیا تھا ۔ لہذا ان کے لئے دعائے مغفرت کرو ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۸۶۲ / ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں بلا عذر ہجرت ترک کرنے والوں کا حال بیان کیا گیا ہے ۔ جن لوگوں نے قدرت کے باوجود ہجرت نہیں کی اور اپنی خیالی کمزوری اور وہمی مجبوری کی بنا پر وہ کافروں میں پڑے رہے اور ان کا ساتھ دیتے رہے اور مشرکوں کی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے جاتے رہے اور اپنے دین کو برباد کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے یہاں تک کہ اسی حالت میں موت کے فرشتے نے ان کی روح قبض کر لی اور ان سے سرزنش کے طور پر پوچھا کہ تم کس حال میں تھے ؟ کیا تم اسلام کی حالت میں تھے جیسا کہ تمہارے اقرار سے معلوم ہو رہا ہے یا تم کفر کی حالت میں تھے جیسا کہ کافروں کے ساتھ تمہارے قیام اور کسی عذر کے بغیر ان کی موافقت کرنے سے پتہ چل رہا ہے ۔

ان ظالموں نے فرشتوں کو جواب دیا کہ دل سے تو ہم مسلمان تھے مگر مکہ میں ہم نہایت کمزور اور بے بس تھے ۔ ہم میں کافروں سے مقابلہ کی طاقت نہیں تھی ۔ اس لئے ہم اسلام کے احکام کو علانیہ طور پر نہیں بجا لاسکتے تھے اور ظاہری طور پر کافروں کا ساتھ دیتے تھے۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع اور کشادہ نہ تھی کہ تم مکہ سے ہجرت کر کے کہیں اور چلے جاتے ، جہاں نہ کافروں کا ڈر ہوتا اور نہ اسلام کے اظہار میں کسی سے مخالفت اور نہ دین کا بول بالا کرنے میں کوئی رکاوٹ ہوتی ۔ جیسے دوسرے لوگوں نے مکہ سے حبشہ اور مدینہ ہجرت کر کے کیا ۔ پس ہجرت ترک کرنے کے نتیجہ میں ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت ہی بری جگہ ہے ۔

مسلم نے عمرو بن عاص کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا شبہ اسلام ، مسلمان ہونے سے پہلے کے جرائم کو ڈھادیتا ہے ، بلا شبہ ہجرت ، ہجرت سے پہلے کے گناہوں کو ڈھا دیتی ہے ۔ یقیناً حج ، پہلے کے گناہوں کو ڈھادیتا ہے ۔ (مظہر ۸۴۳/ ۲ ، معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۴۵/ ۲) ۔

کمزوروں کے لئے رخصت

۹۸ ، ۹۹ ۔ اِلاَّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلاَ يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلاً ۔ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۔

سوائے ان مردوں ، عورتوں اور بچوں کے جو بے بس ہوں اور (نکلنے کا) کوئی حیلہ نہ کر سکتے ہوں اور نہ وہ راستہ جانتے ہوں ۔ سو امید ہے اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے ۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو مرد ، عورتیں اور بچے مجبور و بے بس ہوں اور کسی طرح بھی مشرکوں کے چنگل سے نہ نکل سکتے ہوں مثلاً نابینا ، یا معذور ہو ، بہت بوڑھا ، بہت کمزور یا بہت بیمار ہو ۔ اپاہج ہو کہ پیدل سفر نہیں کر سکتا ، سواری کی استطاعت

نہ ہو، یا کفار کی قید میں ہو یا اس کے پاس سفر خرچ نہ ہو یا وہ کوئی حیلہ نہ کر سکتا ہو یا وہ راستہ سے واقف نہ ہو تو امید ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے در گزر فرمالے گا اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

پس اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی مسلمان کافروں کی سر زمین پر ذلیل و خوار ہو کر پڑا رہے، جہاں وہ نہ تو اسلامی احکام پر آزادی کے ساتھ عمل کر سکتا ہو اور نہ آزادی کے ساتھ دین کا علم حاصل کر سکتا ہو۔ ایسی حالت میں ہجرت فرض ہے۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۳۵ / ۲، مظہری ۸۶۵ / ۲)۔

ہجرت کا اجر و ثواب

۱۰۰۔ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِى الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۚ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ

اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو وہ زمین میں بہت جگہ اور بہت وسعت پائے گا اور جو کوئی اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف نکلے پھر (راستہ میں) اس کو موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے۔

مُرٰغَمًا ۔ ہجرت کا مقام ۔ ناگوار امور سے ہٹنے کا مقام ۔ چھوڑ دینا ۔ دور ہو جانا ۔ **رِغَامٌ** سے ظرف مکان ۔
يُدْرِكْهُ ۔ وہ (موت) اس کو پالے گی ۔ وہ اس کو آپکڑے گی ۔ **اِدْرَاكٌ** سے مضارع ۔
وَقَعَ ۔ وہ واقع ہوا ۔ وہ مقرر ہوا ۔ **وَقْعٌ و وُقُوْعٌ** سے ماضی ۔
فَقَدْ ۔ پس تحقیق ۔

شانِ نزول ۔ ابن ابی حاتم اور ابو یعلے نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ ضمرہ بن جندب اپنے گھر سے ہجرت کر کے نکلا اور گھر والوں سے کہا کہ

مجھے سواری پر بٹھا دو اور شرکستان سے نکال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دو (لوگ اس کو لیکر چلے) مگر وہ راستہ ہی میں مر گیا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچ سکا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۸۶۶ / ۲) ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والے کو فکر مند اور پریشان ہونیکی ضرورت نہیں کہ پردیس میں تکلیف ہوگی ۔ وہ جہاں کہیں بھی جائے گا ، اللہ تعالیٰ اس کے لئے وہاں امن و سکون کے ساتھ رہنے کے اسباب مہیا کر دے گا ، وہ وہاں دشمن کے شر سے بچ جائے گا ، اس کو وہاں کشادہ جگہ اور فراخ روزی ملے گی ، اس کی تنگدستی فراخ دستی سے بدل جائے گی اور وہ گمراہی کے ماحول سے نکل کر ہدایت کے راستہ پر لگ جائے گا ۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں ہجرت کی نیت کرکے اپنے گھر سے نکل کھڑا ہوا پھر وہ مقام ہجرت تک نہ پہنچ سکا ، راستہ ہی میں اس کو موت نے آ لیا تو اس کو کامل ہجرت کا ثواب ملے گا ۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے ۔ (مظہری ۸۶۶/ ۲) ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہ ہے جس کی اس نے نیت کی ۔ پس جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا باعث ہوگی ۔ اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہو تو اسے اصل ہجرت کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ اس کی ہجرت اسی طرف سمجھی جائے گی ۔ (ابن کثیر ۵۴۳/ ۱) ۔

نماز کو قصر کرنا

۱۰۱ ۔ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۔

اور جب تم ملک میں سفر کرو تو تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ تم نماز میں سے کچھ کم کر دو ۔ اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے تو بلا شبہ کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں ۔

ضَرَبْتُمْ ۔ تم نے سفر کیا ۔ تم چلے ۔ ضَرْبٌ سے ماضی ۔

تَقْصُرُوْا ۔ تم قصر کرو ۔ تم کم کرو ۔ تم چھوٹا کرو ۔ قَصْرٌ سے مضارع ۔ لغت میں قصر کے معنی کم کرنے اور تخفیف کرنے کے ہیں ۔ خواہ یہ کمی اور تخفیف کمیت میں ہو یا کیفیت میں ۔ (حقانی ۱۹۶/ ۲) ۔

یَفْتِنَکُمْ ۔ وہ تمہیں فتنہ میں ڈالے گا ۔ وہ تمہیں مصیبت میں ڈالے گا ۔ وہ تمہیں ستائے گا ۔ **فَتْنٌ وفُتُوْنٌ** سے مضارع ۔

شانِ نزول ۔ ابن جریر نے حضرت علیؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ بنی نجار کے کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ہم سفر پر جاتے ہیں نماز کس طرح پڑھیں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۲/۸۶۷) ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ جب تم جہاد وغیرہ کے لئے کہیں سفر میں جاؤ اور تمہیں کافروں سے جو تمہارے کھلے دشمن ہیں یہ خوف ہو کہ وہ تمہیں ستائیں گے تو تم پر نماز قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں یعنی تم چار چار رکعتوں والی نمازوں میں سے دو دو رکعتیں کم کر دو ۔ البتہ دو اور تین رکعتوں والی نمازوں میں قصر نہیں ۔ جب یہ حکم نازل ہوا تھا اس وقت کافروں کے ستانے کا ڈر موجود تھا ۔ پھر جب یہ ڈر جاتا رہا تین منزل یا اس سے زیادہ سفر کے لئے قصر نماز کا حکم برقرار رکھا گیا ۔ امن کی حالت میں سفر کے دوران نماز قصر کرنے سے متعلق کثرت سے احادیث آئی ہیں ۔

اما شافعیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور مدینہ کے درمیان امن کی حالت میں سفر کیا ۔ آپؐ کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ تھا اور آپؐ دو رکعت پڑھتے رہے ۔

۱ ۔ اگر سفر تین منزل سے کم ہو تو اس میں نماز قصر نہیں کی جائیگی بلکہ پوری نماز پڑھی جائے گی ۔

۲ ۔ قصر صرف تین نمازوں ظہر ، عصر اور عشاء کے فرضوں میں ہوتی ہے ۔ مغرب ، فجر ، عشاء کے وتروں اور سنتوں میں قصر نہیں ہوتی ۔

۳ ۔ سفر میں خوف نہ بھی ہو تب بھی قصر نماز پڑھی جائے گی ۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ شروع میں نماز کی دو رکعتیں فرض کی گئی تھیں ۔ پھر سفر کی حالت میں تو اس کو قائم رکھا گیا اور اقامت کی حالت میں اس میں (دو رکعت کی) زیادتی کر دی گئی ۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ۔ آپؐ نے وفات کے وقت تک (سفر میں) دو رکعت سے زائد نہیں پڑھی ۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی رہا آپؓ نے بھی (سفر میں) وفات تک دو رکعت سے زائد نہیں پڑھی ۔ حضرت عثمانؓ کے ساتھ بھی رہا ۔ آپؓ نے بھی (سفر میں) وفات تک دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** ۔ (تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونۂ عمل ہے)۔

اگر مسافر کسی مقیم امام کی اقتداء میں نماز کے کسی حصہ میں شامل ہو تو جمہور کے نزدیک اس کو چار رکعتیں پوری کرنی چاہئیں ۔

اقامت کی حالت میں جو نماز فوت ہو جائے اور مسافر اس کو سفر کے دوران ادا کرنا چاہے تو وہ پوری نماز ادا کرے گا ۔ اس میں قصر جائز نہیں ۔

اگر سفر میں کوئی نماز قضا ہو گئی تو امام حنیفہؒ اور امام مالک کے نزدیک حضر میں قصر کے ساتھ ادا کرے گا ۔ اگر امام مسافر، اور مقتدی، مقیم ہو تو امام دو رکعتیں پڑھے گا اور مقیم امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز پوری کرے گا ۔ (مظہری ۸۶۹/ ۲) ۔

صلوٰۃِ خوف

۱۰۲ ۔ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ قف فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ص وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ج وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ط

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۔

اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ (سفر میں) ان کے ساتھ ہوں ، پھر آپ ان کو نماز پڑھانے لگیں تو مسلمانوں کی ایک جماعت کو چاہیئے کہ وہ آپ کے ساتھ (نماز میں) کھڑی ہو جائے اور ان کو اپنے ہتھیار بھی اپنے ساتھ رکھنے چاہئیں ۔ پھر جب سجدہ کر چکیں تو ان کو چاہیئے کہ پیچھے ہٹ جائیں اور دوسری جماعت جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی وہ (آگے) آ جائے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور وہ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لئے رہیں ۔ اور کافر تو چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اسباب سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر ایک دم ٹوٹ پڑیں ۔ اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو تم پر اپنے ہتھیار اتار کر رکھنے میں کوئی گناہ نہیں ۔ لیکن اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ رکھو ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

وَرَآئِكُمْ ۔ تمہارے پیچھے ۔ پس پشت ۔
حِذْرَهُمْ ۔ ان کی احتیاط ۔ ان کا بچاؤ ۔ ان کا ہتھیار ۔
اَمْتِعَتِكُمْ ۔ تمہارا مال اسباب ، تمہارا ساز و سامان ۔ واحد مَتَاعٌ ۔
فَيَمِيْلُوْنَ ۔ پس وہ خواہش کریں گے ۔ پس وہ جھک آئیں گے ۔ پس وہ حملہ کریں گے ۔ مَيْلٌ سے مضارع ۔
مَطَرٍ ۔ بارش ۔ جمع اَمْطَارٌ ۔
تَضَعُوْا ۔ تم رکھتے ہو ۔ تم ڈالتے ہو ۔ وَضْعٌ سے مضارع ۔
مُّهِيْنًا ۔ ذلیل کرنے والا ۔ اِهَانَةٌ سے اسم فاعل ۔

تشریح ۔ نماز خوف کی کئی قسمیں اور مختلف صورتیں اور حالتیں ہیں ۔ کبھی دشمن قبلہ کی طرف ہوتا ہے کبھی دوسری طرف ، کبھی نماز کی چار رکعتیں ہوتی ہیں ، کبھی تین اور دو جیسے فجر اور مغرب کی نمازیں ۔ کبھی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ممکن ہوتا ہے اور کبھی لشکر آپس

اس طرح گتھے ہوئے ہوتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ممکن ہی نہیں رہتا ۔ ایسے وقت میں ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ پیدل یا سوار ہر حال میں نماز پڑھنی پڑتی ہے ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سمت قبلہ کا تعین بھی ممکن نہیں رہتا ۔ کبھی دشمن کے حملوں سے بچتے ہوئے اس پر حملے بھی جاری رکھے جاتے ہیں اور نماز بھی ادا کی جاتی ہے ۔ غرض مختلف حالتوں میں مختلف طریقے اختیار کئے جاتے ہیں ۔ (ابن کثیر ۵۴۶/ ۱) ۔

اس آیت میں دونوں گروہ کے ایک ایک رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے ۔ باقی نماز کا بیان نہیں کہ وہ کتنی اور کس طرح ادا کی جائے ۔ احادیث میں اس کا طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلے گروہ کی طرح دوسرا گروہ بھی امام کے سلام پھیرنے کے بعد دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور ہر گروہ بطور خود اپنی باقی نماز پوری کرے ۔ یہ حکم اس وقت کے لئے ہے جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیں اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ممکن ہو ورنہ دو جماعتیں کرلی جائیں ۔ ایک گروہ کو ایک امام نماز پڑھادے اور دوسرے گروہ کو دوسرا امام نماز پڑھادے ۔ اگر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ممکن نہ ہو تو پھر ہر شخص تنہا یا جس طرح ممکن ہو نماز پڑھ لے ۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۵۰/ ۲) ۔

اگر بارش کی وجہ سے ہتھیار ساتھ رکھنے میں زحمت ہو یا بیماری کی وجہ سے ہتھیار نہ اٹھا سکو تو ایسی صورتوں میں ہتھیار اتار کر رکھدینے میں کوئی حرج نہیں مگر پھر بھی اپنے بچاؤ اور حفاظت کے لئے احتیاط ضروی ہے ۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے ، دنیا میں قتل ، قید وغیرہ کی شکل میں اور آخرت میں دوزخ ۔

ذکر اللہ کی تاکید

۱۰۳ ۔ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کھڑے ہوئے ، بیٹھے ہوئے ، اور لیٹے ہوئے ۔ پھر جب تمہیں اطمینان ہو جائے تو نماز قائم کرو ۔ بلاشبہ مسلمانوں پر نماز ، مقررہ اوقات میں فرض ہے ۔

قَضَيْتُمْ ۔ تم ادا کر چکو ۔ تم پڑھ چکو ۔ تم پورا کر چکو ۔ قَضَاءٌ سے ماضی ۔

جُنُوْبِکُمْ ۔ تمہارے پہلو ۔ واحد جَنْبٌ ۔
مَوْقُوْتاً ۔ مقرر کیا ہوا وقت ۔ وَقْتٌ سے اسم مفعول ۔

تشریح ۔ پھر جب تم نماز خوف پڑھ چکو تو کھڑے کھڑے ، بیٹھے بیٹھے یا لیٹے ہوئے ، غرض ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو ، اس کی تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل میں لگے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے خوف دور ہو کر دلوں کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے ۔ جب سفر اور خوف کی حالت ختم ہو جائے اور تمہیں امن و سکون حاصل ہو جائے تو پھر معمول کے مطابق اطمینان و سکون سے ، تمام ارکان و شرائط کی پابندی کے ساتھ پوری نماز ادا کرو ۔ کیونکہ نماز کو مقررہ اوقات میں ادا کرنا مسلمانوں پر فرض ہے ۔

حضرت عبداللہؓ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظہر کا وقت زوال آفتاب سے (شروع ہو کر) اس وقت تک رہتا ہے کہ ہر چیز کا سایہ اس کی لمبائی تک ہو جائے ، جب تک عصر نہ آ جائے ۔ اور عصر کا وقت اس وقت تک ہے کہ دھوپ زرد نہ ہو جائے اور مغرب کا وقت اس وقت تک ہے کہ شفق نہ چھپ جائے اور عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے ۔ اور فجر کا پو چمکنے سے اس وقت تک ہے کہ سورج بر آمد نہ ہو جائے ۔ (مظہری بحوالہ مسلم ۸۸۲ ، ۸۸۰ / ۲) ۔

دشمن کا تعاقب

۱۰۴ ۔ وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۔ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ج وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔

اور ان کا تعاقب کرنے میں ہمت نہ ہارو ۔ اگر تم تکلیف اٹھاتے ہو تو وہ بھی ویسی ہی تکلیف اٹھاتے ہیں جیسی تم اٹھاتے ہو اور تم اللہ تعالیٰ سے جو امید رکھتے ، ہو وہ نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ۔

تَهِنُوْا ۔ تم ہمت ہارو ۔ تم کمزور پڑ جاؤ ۔ تم سست ہو جاؤ ۔ وَهْنٌ سے مضارع ۔
تَاْلَمُوْنَ ۔ تمہیں تکلیف ہوتی ہے ۔ تم بے آرام ہوتے ہو ۔ اَلَمٌ سے مضارع ۔

تَرْجُوْنَ ۔ تم امید رکھتے ہو ۔ رَجَاءٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جہاد ایسی عظیم عبادت ہے کہ اس کی وجہ سے نماز میں تخفیف کی اجازت دی گئی ۔ لہذا اس عظیم عبادت کے حصول و برکات کا تقاضا ہے کہ کافروں کا تعاقب کرنے میں سستی نہ کی جائے ۔ اگر تم زخموں کی تکلیف محسوس کرتے ہو تو وہ بھی تمہاری طرح زخمی ہیں ۔ اور جب وہ اپنے زخموں کی پرواہ نہیں کرتے اور تم پر برابر حملے کئے جا رہے ہیں ، تو تم اپنے زخموں پر صبر کیوں نہیں کرتے ۔ حالانکہ تمہیں تو زیادہ صبر کرنا چاہئے کیونکہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے جس اجر و ثواب کی امید ہے وہ کافروں کو نہیں ۔ لہذا تمہاری تکلیف ان کی تکلیف سے کم ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اور نیتوں کو خوب جانتا ہے اور وہ تمہیں جو بھی احکام دیتا ہے وہ ان کی مصلحتوں سے بھی خوب واقف ہے ۔ (مظہری ۸۸۵ / ۲) ۔

خائن کی طرفداری کی ممانعت

۱۰۵ ، ۱۰۹ ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۔ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۔ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَھُوَ مَعَھُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۔ ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَاۗءِ جٰدَلْتُمْ عَنْھُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْھُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۔

بیشک ہم نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان

اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھا دیا ہے ۔اور آپ خیانت کرنے والوں کی طرفداری نہ کریں اور آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں ۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ بڑا مغفرت کرنے والا (اور) مہربان ہے ۔ اور جو لوگ اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں ، آپ ان کی طرف سے جھگڑا نہ کریں ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کسی دغا باز گنہگار کو پسند نہیں کرتا ۔ وہ (شرم کے مارے) لوگوں سے تو پوچھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں پوچھتے حالانکہ جب وہ راتوں کو مشورہ کرتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے ۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں ، اللہ تعالیٰ نے سب کا احاطہ کر رکھا ہے ۔ ہاں تم دنیا میں تو ان کی طرف سے جھگڑتے ہو (مگر) قیامت میں ان کی طرف سے کون جھگڑے گا یا کون ان کا وکیل بنے گا ۔

خَصِيمًا ۔ سخت جھگڑالو ۔ خَصْمٌ سے فعل کے وزن پر مبالغہ ۔ جمع خِصَامٌ ۔
خَوَّانًا ۔ بہت خیانت کرنے والا ۔ بڑا دغا باز ۔ **خِيَانَةٌ** سے مبالغہ ۔
يَسْتَخْفُونَ ۔ وہ چھپتے ہیں ۔ وہ پوشیدہ رہتے ہیں ۔ **اِسْتِخْفَاءٌ** سے مضارع ۔
يُبَيِّتُونَ ۔ وہ رات کو مشورہ کرتے ہیں ۔ **تَبْيِيْتٌ** سے مضارع ۔

شانِ نزول ۔ حضرت قتادہ بن نعمان سے روایت ہے کہ بنو ابرق قبیلے کے ایک گھر میں تین بھائی تھے ۔ جن کے نام بشر ، بشیر اور مبشر تھے ۔ بشیر ایک منافق شخص تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ہجو میں اشعار کہتا تھا ۔ پھر ان اشعار کو کسی اور کی طرف منسوب کر کے پڑھتا تھا ۔ صحابہء کرام جانتے تھے کہ یہی خبیث ان اشعار کو بنانے والا ہے ۔ یہ لوگ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں محتاج اور فاقہ زدہ تھے ۔ (اس زمانے میں) اہل مدینہ کی عام غذا جو اور کھجوریں تھیں ۔ مال دار لوگ شام سے آئے ہوئے قافلے والوں سے میدہ خرید کر اپنے لئے رکھ لیتے ۔ باقی لوگ عموماً جو اور کھجوریں ہی کھاتے تھے ۔

میرے چچا رفاعہ بن زید نے بھی شام سے آئے ہوئے قافلے سے میدے کی ایک بوری خرید کر اپنے بالا خانہ میں محفوظ کر لی ، جہاں ہتھیار ، زرہیں ، تلواریں وغیرہ بھی رکھی ہوئی تھیں ۔ رات کو کسی نے نیچے سے نقب لگا کر آٹا اور ہتھیار چرا لئے ۔ صبح کو میرے چچا میرے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا ۔ جب ہم نے پوچھ گچھ کی تو پتہ چلا کہ آج رات کو بنو اُبَیْرِق کے گھر میں آگ جل رہی تھی اور کچھ کھا پکا رہے تھے غالباً وہ تمہارا ہی آٹا ہوگا ۔ اس

سے پہلے جب ہم پوچھ گچھ کر رہے تھے تو بنو اُبَیرِقِ نے کہاکہ خدا کی قسم ہمارے خیال میں یہ حرکت لبیدؓ بن سہل کی ہے ۔ ہم جانتے تھے کہ لبید بن سہل بڑا نیک اور دیانتدار مسلمان تھا جب حضرت لبیدؓ کو خبر ملی تو وہ تلوار سونت کر بنو اُبَیرِقِ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا تو تم مجھے چور ثابت کرو ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا ۔ بنو اُبَیرِقِ نے حضرت لبیدؓ کی برات کی اور ان سے معافی مانگ لی ۔ پس وہ واپس چلے گئے ۔

ہم سب پوری تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ چوری بنو ابیرق نے کی ہے ۔ میرے چچا نے مجھ سے کہا کہ تم جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دو ۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر سارا واقعہ عرض کیا اور یہ بھی عرض کیا کہ آپؐ ہمارے ہتھیار دلوادیجئے ، آٹے کی ضرورت نہیں ۔ آپؐ نے مجھے اطمینان دلایا کہ میں اس کی تحقیق کروں گا ۔ جب بنو ابیرق کو یہ خبر ملی تو انہوں نے اپنا ایک آدمی آپؐ کے پاس بھیجا جس کا نام اسیدؓ بن عروہ تھا ۔ انہوں نے آکر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتادہؓ بن نعمان اور اس کے چچا نے ہمارے کنبہ کے کچھ نیک مسلمانوں پر گواہ اور ثبوت کے بغیر چوری کی تہمت لگائی ہے ۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ تم بہت بُرا کررہے ہو کہ دیندار اور بھلے لوگوں پر چوری کی تہمت لگا رہے ہو ۔ میں چپ چاپ واپس چلا آیا اور دل میں سخت پشیمان اور پریشان تھا کہ کاش میں اس مال سے چپ چاپ دست بردار ہو جاتا اور آپؐ سے اس کا ذکر ہی نہ کرتا تو اچھا تھا ۔ اتنے میں میرے چچا آئے اور مجھ سے پوچھا کہو تم نے کیا کیا ؟ میں نے سارا واقعہ ان سے بیان کر دیا جسے سن کر انہوں نے کہا اَللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ ۔ (اللہ ہی مدد کرنے والا ہے) اس پر یہ نو آیتیں ۱۰۵ ۔ ۱۱۳ تک نازل ہوئیں ۔ (ابن کثیر ۵۵۱ / ۱ ، مظہری ۸۸۵ ، ۸۸۶ / ۲) ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ قرآن جو ہم نے آپؐ پر اتارا ہے وہ سرا سر حق ہے اس کی خبریں بھی حق ہیں اور اس کے فرمان بھی حق تاکہ آپؐ اس علم و معرفت کے مطابق لوگوں کے فیصلے کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دیاہے ۔ اور خیانت کرنے والوں کی طرفداری نہ کریں اور لا علمی اور بے خبری کی حالت میں اصل واقعہ معلوم نہ ہونیکی وجہ سے محض ظاہری حالات اور قرائن کی بنا پر چوری کے معاملے میں بنو اُبَیرِقِ کی طرف آپؐ کا جو رجحان ہو گیا تھا اس پر آپؐ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں

کیونکہ بنو ابیرق جیسے خائن لوگوں کی برأت کا تصور بھی گناہ اور قابل استغفار ہے ۔

اگرچہ یہاں استغفار کا حکم بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر حقیقت میں آپؐ کو ان لوگوں کے لئے استغفار کرنے کے لئے کہا گیا ہے جنھوں نے حسن ظن کی بنا پر ابیرق کو سچا اور بُری سمجھ لیا تھا ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے ۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ آئندہ بھی خیانت کرنے والوں کی طرف سے کوئی جواب دہی نہ کریں کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان دغا بازوں اور گنہگاروں کو پسند نہیں کرتا ۔ یہ دغا باز اپنی خیانتوں کو اپنے ہی جیسے دوسرے لوگوں سے تو چھپا سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتے کیونکہ وہ تو اس وقت بھی ان کے ساتھ تھا جب وہ رات کو آپس میں ایسی باتوں کے مشورے کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ۔ ان لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے اپنا گناہ دوسروں کے ذمہ لگادیں ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کا احاطہ کئے ہوئے ہے ۔ اس پر تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہیں ۔ وہ تمہارے ظاہر و باطن سے پوری طرح باخبر ہے ۔

پھر بنو ابیرق کے حامیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ہی ایسے نادان اور نا سمجھ لوگ ہو کہ تم ان خیانت کرنے والوں کی طرف سے دنیاوی زندگی میں تو جھگڑ لئے اور ان کو خیانت کے الزام سے بُری کرالیا مگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کون ان کی حمایت کرے گا ۔ (ابن کثیر ۵۵۲/ ۱ ، مظہری ۸۸، ۸۹/ ۲) ۔

توبہ کی قبولیت

۱۱۰ ۔ ۱۱۲ ۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۔

اور جس نے بُرا کام کیا یا اپنے اوپر ظلم کیا ، پھر وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو وہ اللہ کو بھی معاف کرنے والا مہربان پائے گا ۔ اور جو

کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ اپنے لئے ہی گناہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تو (سب کی) خبر اور حکمت معلوم ہے ۔ اور جو کوئی خطاء یا گناہ کرے پھر وہ اس کو کسی بے گناہ کے ذمہ لگا دے تو اس نے ایک بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے اوپر لے لیا ۔

یَرْمِ ۔ وہ تہمت لگاتا ہے ۔ وہ عیب لگاتا ہے ۔ رَمْیٌ سے مضارع ۔
بَرِیًا ۔ بے تعلق ۔ بے زار ۔ بری ۔ بَرَاءَۃٌ سے اسم فاعل کے معنی میں ۔
اِحْتَمَلَ ۔ اس نے اٹھایا ۔ اس نے اپنے ذمہ لے لیا ۔ **اِحْتِمَالٌ** سے ماضی ۔
بُھْتَانًا ۔ بہتان ۔ صریح جھوٹ ۔

تشریح ۔ جو شخص ان خائنوں کی وکالت و حمایت سے توبہ کر لے ، اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے گا ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جو شخص ایسا بُرا کام کرے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے جیسے چوری کرنا اور کسی پر تہمت لگانا یا کوئی ایسا کام کرے جس کا ضرر اس کی ذات تک محدود رہے اور پھر وہ اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے گا ۔ لہذا جن لوگوں سے یہ گناہ سرزد ہوا تھا اگر وہ باز آ جائیں اور دل سے توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا ۔

اور جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ اپنے لئے ہی کرتا ہے کیونکہ اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور اس کے گناہ کی سزا اسی کو ملے گی ، اس کے بدلے میں کسی اور کو سزا نہیں مل سکتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے ۔

جس نے کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ کر کے ، اس پر شرمندہ اور تائب ہونیکی بجائے ، اپنے اس گناہ کو کسی بے گناہ کے ذمہ لگایا تو اس نے اپنے اوپر دو گناہ لازم کر لئے ایک تہمت کا دوسرا وہ گناہ جس کا اس نے حقیقی طور پر ارتکاب کیا ہے ۔ اس طرح اس نے نفع کی بجائے اپنے نقصان میں اضافہ کر لیا ۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۵۶ ، ۱۵۷ / ۲)

آپ پر اللہ کا خاص فضل

۱۱۳ ۔ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَرَحْمَتُہٗ لَھَمَّتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ اَنْ یُّضِلُّوْکَ ۔ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا

يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ۔ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۔ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۔

اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان (منافقوں) میں سے ایک گروہ نے تو آپ کو بہکانے کا قصد کر ہی لیا تھا اور وہ گمراہ نہیں کر رہے مگر اپنے آپ کو اور وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ۔ اور اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل کی اور آپ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا ہی فضل رہا ہے ۔

لَهَمَّتْ ۔ البتہ اس نے ارادہ کیا ۔ **هَمٌّ** سے ماضی ۔

طَآئِفَةٌ ۔ گروہ ۔ جماعت ۔

يَضُرُّوْنَكَ ۔ وہ تجھے ضرر پہنچائیں گے ۔ وہ تجھے نقصان پہنچائیں گے ۔ وہ تجھے تکلیف پہنچائیں گے ۔ **ضَرٌّ** سے مضارع ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ کا خاص فضل اور خاص رحمت آپؐ کے ساتھ ہے ۔ اس نے وحی کے ذریعہ آپؐ کو واقعہ کی حقیقت سے آگاہ کر دیا ورنہ منافقوں کا یہ گروہ اپنی چرب زبانی سے آپؐ کو غلطی میں مبتلا کر دیتا ۔ یہ لوگ آپؐ کو ہرگز کسی غلطی میں نہیں ڈال سکتے بلکہ یہ تو خود ہی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ لوگ آپؐ کو کسی قسم کا نقصان بھی نہیں پہنچاسکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپؐ کا حافظ و ناصر ہے ۔ اسی نے آپؐ پر کتاب و حکمت اور دانشمندی کی باتیں نازل فرمائی ہیں اور اسی نے آپؐ کو غیب کی بہت سی خبروں پر مطلع کیا جن کا آپؐ کو پہلے سے کوئی علم نہیں تھا ۔ اور یہ اس لئے ہوا کہ آپؐ پر اللہ تعالیٰ کا بہت ہی فضل اور مہربانی ہے اور ظاہر ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور مہربانی ہو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتا ۔

بھلائی کا اجر

۱۱۴ ۔ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ

اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔

(آپ کے خلاف) ان کے اکثر مشوروں میں کوئی خیر نہیں سوائے اس
کے جس نے خیرات یا کسی نیک کام یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دیا۔
اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے یہ کام کرے گا سو ہم عنقریب اس
کو اجر عظیم دیں گے۔

نَجْوٰىهُمْ ۔ ان کی سرگوشیاں۔ ان کا مشورہ کرنا۔ اسم بھی ہے اور مصدر بھی ہے۔
اِبْتِغَآءَ ۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مصدر ہے۔
مَرْضَاتِ ۔ رضا مندی۔ خوشنودی۔ رِضیً سے مصدر میمی۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ محض چند روزہ دنیاوی فائدے کے لئے ایسی باہمی تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں جن میں آخرت کی فکر اور انجام پر غور و خوض نہ ہو تو ان میں کوئی خیر نہیں سوائے اس کے کہ ان مشوروں اور سرگوشیوں میں ایک دوسرے کو صدقہ و خیرات کی ترغیب یا نیکی کا حکم یا لوگوں میں باہم صلح کرانے کا مشورہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ انسان کا ہر کام اس کے لئے مضر ہی ہے سوائے اس کے کہ اس کے کلام میں اللہ کا ذکر ہو یا امر بالمعروف یا نہی عن المنکر ہو۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ جو شخص مذکورہ امور (یعنی صدقہ و خیرات کی ترغیب یا نیکی کا حکم یا لوگوں میں باہم صلح کرانے) میں سے کسی امر کے کرنے کا مشورہ دے گا اور اس میں اس کی کوئی نفسانی غرض شامل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو بڑا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ جس کے مقابلے میں دنیا کا سارا مال و متاع حقیر ہے۔ (معارف القرآن ۵۴۵ ، ۵۴۶ / ۲)۔

اجماع امت

۱۱۵ ۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى
وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ
جَهَنَّمَ ۔ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔

اور جو کوئی ہدایت ظاہر ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلے گا تو ہم بھی اس کو اسی راستہ پر چلائیں گے اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے ۔ اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے ۔

یُشَاقِقِ ۔ وہ مخالفت کرتا ہے ۔ شِقَاقٌ و مُشَاقَۃٌ سے مضارع ۔

نُوَلِّهٖ ۔ ہم اس کو متوجہ کریں گے ۔ ہم اس کو پھیردیں گے ۔ تَوْلِیَۃٌ سے مضارع ۔

نُصْلِهٖ ہم اس کو داخل کریں گے ۔ اِصْلَاءٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ اس آیت میں دو باتیں بتائی گئی ہیں جو جُرمِ عظیم بھی ہیں اور جہنم میں لیجانے کا سبب بھی اور جہنم تو بہت ہی بُری جگہ ہے ۔

۱ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ، کفر اور وبال عظیم ہے ۔

۲ ۔ جس کام پر سب متفق ہوں اس کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی نیا راستہ اختیار کرنا ۔

اس سے معلوم ہوا کہ اجماع امت حجت ہے یعنی جس طرح قرآن و سنت کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا واجب ہے اسی طرح جس چیز پر امت کا اتفاق ہو جائے اس پر عمل کرنا بھی واجب ہے ۔ اور اس کی مخالفت گناہ عظیم ہے ۔ بیہقی اور ترمذی نے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جو شخص مسلمانوں کی جماعت سے بکھرا وہ بکھر کر دوزخ میں گیا ۔ (مظہری ۸۹۴/ ۲) ۔

شریعت کے چار اصول ہیں ۔

۱ ۔ کتاب اللہ ۔ ۲ ۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۳ ۔ اجماع امت ۔ ۴ ۔ قیاس ۔

اِجماعِ امت ۔ لغت میں اجماع کے معنی اتفاق رائے کے ہیں ۔ اور شریعت کی اصطلاح میں ایک زمانے میں مجتہدین ، علماء ، ربانیین اور راسخین فی العلم کا کسی دینی امر پر اتفاق رائے کر لینے کا نام اجماع امت ہے ۔ جس طرح قرآن و حدیث حجت ہیں اسی طرح اجماع بھی حجت ہے ۔ اجماع کی حجیت کتاب و سنت ، اجماع امت اور قیاس عقلی سے ثابت ہے ۔ منجملہ ان قرآنی آیات کے جن سے علماء نے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ، مذکورہ بالا آیت نمبر ۱۱۵ بھی ہے ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے یا مسلمانوں کا طریقہ چھوڑ کر کوئی اور طریقہ اختیار کرے تو اس کا

انجام جہنم ہے ۔

خلفائے راشدین اور خصوصاً حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروقؓ اعظم کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کوئی اشکال پیش آتا تو جو صحابہ اہل الرائے اور اہل فقہ تھے ان کو جمع کر کے مشورہ کرتے اور جس پر وہ متفق ہو جاتے اسی کے مطابق حکم صادر فرماتے۔

قیاسِ عقلی اور فطری کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اجماع کو حجت مانا جائے ۔ خصوصاً اس زمانے میں توکثرت رائے ایک مسلمہ اصول بن گیا ہے ۔ اگر سو میں سے ۴۹ ایک طرف ہوں اور ۵۱ ایک طرف تو ۵۱ والی رائے کو اختیار کیا جاتا ہے ۔ اور ۴۹ والی رائے کو محض ایک شخص کی رائے کی کمی کی وجہ سے چھوڑ دیا جاتا ہے ۔ اگر کسی بات پر سو کے سو متفق ہوں اور ایک رائے بھی اس کے خلاف نہ ہو تو وہ بات نہایت صحیح اور پختہ سمجھی جاتی ہے ۔

اجماع اور کثرت رائے میں فرق یہ ہے کہ آجکل اسمبلیوں میں محض کثرت رائے یا اتفاق رائے سے فیصلہ ہوتا ہے ۔ اجماع شرعی میں شرط یہ ہے کہ رائے دینے والے علماء ، صلحاء اور اتقیاء ہوں ۔ ہر کس و ناکس کی رائے کا اعتبار نہیں ۔ دنیا کا مسلمہ اصول ہے کہ علاج کے متعلق اطباء کا متفقہ فیصلہ اور تعمیر کے متعلق انجینئروں کا متفقہ فیصلہ حجت اور سند ہے ۔ اسی طرح شرعی معاملات میں علماء کا اتفاق حجت ہے ۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۵۸/ ۲) ۔

مشرک کا انجام

۱۱۶ ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِا اللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِیْدًا ؁

بلا شبہ اللہ تعالیٰ اس کو تو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا جس (گناہ) کو چاہے گا معاف فرمادے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا ۔

ربطِ آیات ۔ گزشتہ آیات میں مومن کے قتل پر شدید وعید تھی اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ احکام شرعیہ کے اجراء کے لئے مومن کا صرف ظاہری اسلام کافی ہے ۔ پس جو شخص اسلام کا اظہار کر دے اس کے قتل سے ہاتھ روکنا واجب ہے ۔ محض شک و شبہ کی بنا پر قتل کرنا جائز نہیں ۔ اس کے بعد جہاد اور ہجرت کی ترغیب اور سعادت دار ین کا وعدہ اور جہاد کے دوران دشمن کے خوف اور سفر کی رعایت سے نماز میں تخفیف کی سہولت کا بیان ہے ۔ پھر منافقوں کے ایک شر انگیز واقعہ کا بیان اور خیانت کرنے والے کی حمایت کرنے سے منع کیا گیا اگر چہ وہ کلمہ گو ہی ہو اور یہ بتایا گیا کہ مقدمات کا فیصلہ عدل و انصاف سے ہونا چاہئے ۔ یہاں شرک کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ توبہ کے بغیر کسی حالت میں بھی معاف نہیں ہوگا ۔ البتہ شرک و کفر کے علاوہ دوسرے گناہ اگر اللہ چاہے تو ، توبہ کے بغیر بھی معاف فرمادے گا ۔

تشریح ۔ یہاں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ گناہوں میں شرک ایسا سخت گناہ ہے کہ اس کی سزا ابدی جہنم ہے ۔ یہ توبہ کے بغیر ہرگز معاف نہیں ہوگا ۔ البتہ شرک کے علاوہ جتنے گناہ ہیں خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ ، قصداً کئے ہوں یا غلطی سے ان میں سے اللہ تعالیٰ جس گناہ کو چاہے توبہ کے بغیر بھی اپنی رحمت سے معاف فرمادے گا ۔

کائنات کی مخلوقات و مصنوعات پر غور و فکر کر کے عقلمند آدمی کہہ سکتا ہے کہ اس تمام عالم اور کائنات کو پیدا کرنے والی ایک ہی ذات ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے ۔ تمام مخلوقات ، خواہ وہ نبی ہوں یا ولی ، فرشتے ہوں یا جن ، چاند و سورج ہوں یا بحروبر ، سب کے سب اپنی ذات و کمالات میں ، ہر وقت اسی کے دست نگر اور محتاج ہیں ۔ پھر جو کوئی ممکنات (مخلوقات) میں سے کسی کو اس کی خدائی میں شریک کرے تو اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا ۔ لہذا ایسے سنگین جرم کی معافی توبہ و استغفار سے نہیں ہوگی ۔ (حقانی ۲۰۴ / ۲) ۔

مشرکین کی جہالت

۱۱۷ ۔ اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ۙ

یہ مشرک تو اللہ کے سوا عورتوں ہی کو پکارتے ہیں ۔ اور یہ مشرک صرف سرکش شیطان ہی کی عبادت کرتے ہیں ۔

يَدْعُوْنَ ۔ وہ دعا کرتے ہیں ۔ وہ پکارتے ہیں ۔ **دُعَاءٌ و دَعْوَةٌ** سے مضارع ۔
مَرِيْدًا ۔ سرکش ۔ اللہ تعالیٰ کا نا فرمان ۔ **مَرْدًا و مُرَادَةٌ** سے صفت مشبہ ۔

تشریح ۔ یہاں مشرکوں کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں ۔ ایک تو وہ جو اپنے بزرگوں اور ملائکہ وغیرہ کو ایک خیالی صورت دیکر مثلاً پتھر یا کسی اور چیز کی کوئی شکل بنا کر پوجتے ہیں ۔ اور پوجنے کے لئے جن کی خیالی تصویریں بناتے ہیں ان کو دعاء کے وقت حاضر جانتے ہیں ۔ یہ ان کی نادانی کی انتہا ہے ۔

دوسرے وہ جو تصویر یا بت تو نہیں بناتے بلکہ جن ، بھوت ، ملائکہ وغیرہ کو عالم کا مدبّر کارکن سمجھ کر ان کو پوجتے ہیں اور نذر و نیاز کر کے ان کو پکارتے ہیں اور ان کو خدا سمجھتے ہیں ۔ ان لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ اپنے نزدیک جن ، بھوت اور فرشتوں کو موجود اور حاضر جان کر پوجتے ہیں مگر وہاں سرکش شیطان کے سوا جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اور کوئی نہیں ہوتا ۔ شیطان کی حقیقت یہ ہے کہ نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو دھتکار دیا ہے ۔(حقانی ۲/۲۷۳)۔

شیطان کے عزائم

۱۱۸ ۔ ۱۲۱ ، لَّعَنَهُ اللّٰهُ م وَقَالَ لَاَ تَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۔ وَّلَاُ ضِلَّنَّهُمْ وَلَاُ مَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰ مُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۔ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ط يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ط وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلاَّ غُرُوْرًا ط اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ز وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ط

اللہ نے اس (شیطان) پر لعنت کر دی ہے ۔ اور وہ کہہ چکا ہے کہ میں تیرے بندوں سے (اپنی اطاعت کا) ایک مقررہ حصہ ضرور لوں گا ۔ اور میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا اور میں ان کو ضرور امیدیں دلاؤں گا کہ وہ اللہ

کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑیں ۔ اور جس نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنا لیا تو وہ صریح نقصان میں پڑ گیا ۔ وہ (شیطان) ان سے وعدے کرتا ہے اور ان کو امیدیں دلاتا ہے ۔ اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ سب فریب ہیں ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ وہاں سے نکل جانے کا کوئی راستہ نہ پائیں گے ۔

یُبَتِّکُنَّ ۔ وہ ضرور تراشیں گے ۔ وہ ضرور کاٹیں گے ۔ **تَبْتِیْکٌ** سے مضارع ۔
اٰذَانَ ۔ کان ۔ واحد **اُذُنٌ** ۔
غُرُوْرًا ۔ فریب ۔ جھوٹا وعدہ ۔ مصدر ہے ۔
مَحِیْصًا ۔ پناہ گاہ ۔ بھاگنے کی جگہ ۔ حَیْصٌ سے اسم ظرف مکان ۔

تشریح ۔ ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کرنے کا اپنا مقررہ حصہ ضرور لوں گا ۔ وہ میرے کہنے پر چلیں گے اور میں ان کے دلوں میں وسوسے ڈال کر ان کو ضرور راہ راست سے گمراہ کروں گا ۔ اور ان کو طرح طرح کی باطل آرزوئیں اور امیدیں دلاؤں گا ۔ کہ نہ قیامت ہوگی ، نہ عذاب ہوگا اور زندگی بہت طویل ہے وغیرہ اور میں ان کو ایسی تعلیم دوں گا کہ وہ بتوں کی قربانی کے لئے جانوروں کے کان کاٹا کریں گے جیسا کہ مشرکین عرب اپنے خیالی معبودوں کی نذر و نیاز اور قربانی کے لئے جانوروں کے کان کاٹ ڈالتے تھے ۔ میں ان کو یہ بھی سکھاؤں گا کہ وہ مخلوق الہیٰ میں تغیر کریں خواہ یہ تغیر صورت کے اعتبار سے ہو یا حالت کے لحاظ سے ۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رب بنائے گا اور اللہ کے حکم کو چھوڑ کر شیطان کے حکم پر عمل کرے گا تو وہ کھلا ہوا نقصان اٹھائے گا اور جنت کے عوض دوزخ حاصل کرے گا ۔

شیطان لوگوں کے دلوں میں فاسد خیالات پیدا کرتا ہے اور اپنے دوستوں کے ذریعہ ایسے وعدے کراتا ہے جن کو وہ کبھی پورا نہیں کرتا اور شیطان کا وعدہ تو محض فریب ہی ہوتا ہے ۔ وہ نفع بخش کام کو نقصان دہ بتاتا ہے اور تمہیں افلاس سے ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے یا رشتہ داروں کو دو گے تو محتاج ہو جاؤ گے پس جو لوگ شیطان کے کہنے پر عمل کرتے ہیں انہی لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے ۔ یہ اس سے چھٹکارا نہیں پائیں گے ۔ (حقانی ۲۰۴ ، ۲۰۵ / ۲ ، مظہری ۸۹۴ ۔ ۸۹۶ / ۲) ۔

مومنوں کے لئے اللہ کا وعدہ

۱۲۲ ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۔ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ، ہم ان کو بہت جلد ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے ۔ اور اللہ سے زیادہ کون بات کا سچا ہو سکتا ہے ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں نیک لوگوں کا حال بیان کیا ہے کہ جو لوگ مجھے دل سے مانتے ہیں ، میری تابعداری کرتے ہیں ، میرے احکام پر عمل کرتے ہیں اور میری منع کی ہوئی چیزوں سے باز رہتے ہیں ، میں انہیں اپنی نعمتیں دوں گا اور انہیں ایسی جنتوں میں لیجاؤں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ۔ وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ وہاں کی نعمتیں نہ کبھی کم ہوں گی اور نہ ختم ہوں گی ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اٹل اور سچا وعدہ ہے ۔ اور یقیناً ہونے والا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے کہ سب سے سچی بات اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور سب سے بہتر ہدایت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت ہے ۔ اور تمام کاموں میں سب سے بُرا کام دین میں نئی نکلی ہوئی بات ہے ۔ اور ہر ایسی بات کا نام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے ۔ (ابن کثیر ۱ / ۵۵۶) ۔

بُرائی کا بدلہ

۱۲۳ ۔ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۔ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ لا وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۔

(آخرت کی فلاح) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر (موقوف) ہے اور نہ اہل

کتاب کی خواہشوں پر بلکہ جو کوئی برائی کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا ۔
اور وہ اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا اور نہ مدد گار ۔

اَمَانِیّکُمْ ۔ تمہاری آرزوئیں ۔ تمہاری تمنائیں ۔ واحد **اُمْنِیَۃٌ** ۔
سُوْٓءًا ۔ برائی ۔ گناہ ۔ آفت ۔
وَلِیًّا ۔ دوست ۔ مدد گار ۔ **وَلَایَۃٌ** سے صفت ۔

شانِ نزول ۔ ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا تھا کہ ہمارے سوا جنت میں کوئی نہیں جائے گا ۔ اور قریش نے حشر و نشر کا ہی انکار کر دیا تھا ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ (جلالین ۲۹۴ ، مظہری ۲ / ۸۹۷) ۔

ابن جریر نے مسروق کی روایت سے بیان کیا کہ اس آیت کا نزول مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ایک مباحثہ سے متعلق ہوا جس میں دونوں گروہ ایک دوسرے پر اپنی فضیلت کا دعویٰ کر رہے تھے ۔

حضرت قتادہ کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ کچھ مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان مفاخرت کی گفتگو ہونے لگی ۔ اہل کتاب نے کہا کہ ہم تم سے افضل ہیں کیونکہ ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے ہیں اور ہماری کتاب بھی تمہاری کتاب سے پہلے ہے لہذا ہم تمہارے مقابلے میں اللہ سے زیادہ تقرب رکھتے ہیں ۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم تم سے افضل و اشرف ہیں کیونکہ ہمارے نبی خاتم النبین ہیں اور ہماری کتاب آخری کتاب ہے اور ہماری کتاب نے پہلی تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے ۔ ہمارا ایمان تمہاری کتاب پر بھی ہے مگر تمہارا ایمان ہماری کتاب پر نہیں ۔ اس لئے ہم افضل ہیں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ جلالین ۲۹۵ ، مظہری ۸۹۹/ ۲) ۔

تشریح ۔ مشرکین مکہ میں سے بعض لوگ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ حشر و نشر کچھ نہ ہوگا اور بعض کہتے تھے کہ یہ بت،اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری شفارش کریں گے اور بعض کہتے تھے کہ اگر تمہارے خیال کے مطابق ہم دوبارہ زندہ بھی ہو گئے تب بھی ہم تم سے اچھے حال میں ہوں گے ۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب اور بیٹے ہیں ۔ یہود و نصاریٰ کے سوا جنت میں کوئی نہیں جائیگا ۔ آگ تو ہمیں صرف چند روز چھوئے گی ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ محض خیالات ، تمناؤں اور دعووں سے

کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں ہوتی بلکہ فضیلت کا مدار ایمان اور نیک اعمال پر ہے اور عذاب و سزا ، کفر و بد اعمالی سے وابستہ ہے ۔ کسی کا نبی اور کتاب کتنی ہی افضل و اشرف کیوں نہ ہو ، جو شخص گناہ کرے گا اس کو اس کی سزا ضرور ملے گی ۔ اور اس کو سزا سے کوئی نہیں بچا سکے گا ۔

یہ آیت صحابۂ کرام پر بہت شاق گزری ۔ مسند احمد ؒ میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کیسے ہوگی ؟ جبکہ ذرا ذرا سی بُرائی کی جزا ملے گی ۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکر یہ جزا وہی ہے جو کبھی تیری بیماری کی صورت میں ہوتی ہے ، کبھی تکلیف کی صورت میں ، کبھی صدمے اور رنج و غم کی صورت میں اور کبھی بلا و مصیبت کی شکل میں ۔ (ابن کثیر ،۵۵ / ۱) ۔

مسند احمد ؒ ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں اور انہیں دور کرنے والے بکثرت نیک اعمال نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس پر غم ڈال دیتا ہے جس سے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۔ (ابن کثیر ۵۵۸/ ۱) ۔

ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں کو دنیا میں جو بھی غم یا تکلیف یا بیماری یا فکر لاحق ہوتی ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے ۔

نیک اعمال کا بدلہ

۱۲۴ ۔ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۔

اور جو کوئی نیک کام کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر تل بھر بھی ظلم نہ کیا جائیگا

نَقِيْرًا کھجور کی گٹھلی کے اوپر کا چھلکا ۔ وہ لمبوترا گڑھا جو کھجور کی گٹھلی پر ہوتا ہے ۔ مراد حقیر ترین مقدار یا حقیر ترین چیز ۔

شانِ نزول ۔ ابن جریر ؒ نے مسروق کی روایت سے اور بغوی ؒ نے اعمش کی روایت سے بیان کیا کہ جب آیت **لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ** نازل ہوئی تو اہل کتاب نے کہا کہ ہم اور تم برابر ہیں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۸۹۹ / ۲) ۔

تشریح ۔ بد عملیوں کی سزا کے ذکر کے بعد اس آیت میں نیک اعمال کی جزا کا بیان ہے بدی کی سزا یا تو دنیا میں ہو جاتی ہے یا آخرت میں ملتی ہے ۔ بندے کے حق میں یہی بہتر ہے کہ برائیوں کی سزا اس کو دنیا میں مل جائے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کی سزا سے محفوظ رکھے اور ہمارے ساتھ مہربانی اور در گزر کا معاملہ فرمائے ۔

اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ کو پسند فرماتا ہے اور اپنے احسان و کرم اور فضل و رحم سے انہیں قبول فرماتا ہے ۔ وہ کسی مومن مرد و عورت کے کسی نیک عمل کو ضائع نہیں کرتا ۔ وہ مومنوں کو ان کے اعمال کے بدلے میں جنت عطا فرمائے گا ۔ خواہ وہ صالح ہوں یا فاسق کیونکہ فاسق مومن بھی کوئی نہ کوئی نیک عمل ضرور کرتا ہے ۔ کم از کم توحید کی شہادت تو دیتا ہی ہے ۔ اور ایمان کی سب سے اعلیٰ شاخ یہی ہے ۔ اس لئے اس آیت میں دونوں طرح کے مسلمانوں کو بشارت دی گئی ہے ، خواہ وہ نیک ہوں یا بد ، کسی مسلمان کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی ۔ اور نہ ہی عذاب میں بیشی ہوگی ۔

عمل کے مقبول ہونے کی شرائط

۱۲۵ ۔ وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۔ وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ۔

اور اس شخص سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے اللہ کے آگے سر جھکا دیا ہو اور وہ نیک کاموں میں بھی لگا ہوا ہو اور یکسو ہو کر ملت ابراہیمی کی پیروی بھی کر رہا ہو ۔ اور اللہ نے (حضرت) ابراہیم کو اپنا دوست بنا لیا ہے ۔

مُحْسِنٌ ۔ اچھے کام کرنے والا ۔ فریضہ سے زیادہ ادا کرنے والا ۔ اِحْسَانٌ سے اسم فاعل ۔

حَنِیْفًا ۔ یکسو ہونے والا ۔ ایک طرف ہونے والا ۔ تمام باطل راستوں سے منہ موڑ کر راہ حق پر چلنے والا ۔

خَلِیْلًا ۔ خالص دوست ۔ دلی دوست ۔ خالص محبت والا ۔ خِلَّةٌ و خِلَالٌ سے صفت مشبہ ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے ، دکھاوے اور ریاکاری سے ہٹ کر اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے درست طریقہ پر (شریعت کے مطابق) عمل کرے تو اس کا عمل اور طریقہ سب سے اچھا ہوتا ہے ، اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو پسند کرتا ہے اور اس کے ذریعہ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے پس کسی عمل کے مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں ۔ ایک اخلاص دوسرے عمل کا درست یعنی شریعت اور سنت کے مطابق ہونا ۔

اخلاص کا تعلق انسان کے باطن (قلب) سے ہے اور شریعت کی موافقت کا تعلق انسان کے ظاہر سے ہے ۔ اگر کسی شخص نے یہ دونوں شرطیں پوری کر لیں تو اس کا ظاہر و باطن درست ہوگیا اور اگر ان میں سے ایک شرط بھی کم ہے تو عمل فاسد ہو جائے گا ۔

لہذا کسی عمل کو کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو کس طرح کیا اور اس کے بارے میں کیا ہدایات دیں ۔ جو عمل سنت سے ہٹے گا وہ نا مقبول ہوگا ۔ اس لئے نماز ، روزہ ، حج و زکوٰۃ ، صدقات و خیرات ، ذکر اللہ اور درود و سلام سب میں اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو کس طرح کیا اور کس طرح کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ۔

آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو جو اعلیٰ درجے کے مخلص تھے ، اپنا خالص دوست بنالیا ۔ خلیل اللہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس درجہ فنا ہو چکا ہو کہ طبعی اور فطری طور پر اس کا ارادہ ، اختیار اور رغبت اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہو جائے ۔ خلیل اللہ ہونا بارگاہ خداوندی میں تقرب کا اعلیٰ ترین مقام ہے اور یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھا ۔

صحیحین میں حضرت ابو سعیدؓ خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں جو آخری خطبہ دیا تھا اس میں فرمایا ۔ اے لوگو ! اگر میں کسی کو اہل زمین میں سے اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر بن ابی قحافہ کو اپنا خلیل بناتا لیکن تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے ۔

حضرت جندبؓ بن عبداللہ ، حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے جس طرح (حضرت) ابراہیمؑ کو اپنا خلیل بنایا تھا ۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلیل اللہ ہونے کے

علاوہ حبیب اللہ بھی تھے (معاف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۴۳/ ۲ ، مظہری ۴۰۳ / ۸۴/ ۲) ۔

حقیقی حاکمیت

۱۲۶ ۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ۔

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اسی کا پیدا کیا ہوا ہے ۔ وہ جس وقت اور جس طرح اس میں تصرف کرنا چاہے تو وہ کسی کی شرکت و مدد اور مشورے و روک ٹوک کے بغیر کر گزرتا ہے ۔ کوئی اس کو اس کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا ۔ کوئی نہیں جو اس کی مرضی کو بدل سکے یا اس کے حکم میں حائل ہو سکے ۔ وہ عظمتوں اور قدرتوں والا ، وہ عدل و حکمت والا ، لطف و مہربانی والا واحد و صمد خدا ہے ۔ اس کا علم دور و نزدیک والی ہر چھوٹی بڑی چیز کو گھیرے ہوئے ہے ۔ جو چیزیں ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں ، اس کے علم میں وہ سب ظاہر ہیں ۔ (ابن کثیر ۵۶۰/ ۱) ۔

عورت اور بچے کی وراثت

۱۲۷ ۔ وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۔ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۔ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۔

اور لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں ۔ آپ کہدیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے نکاح کی اجازت دیتا ہے اور قرآن میں جو حکم تمہیں سنایا جا چکا ہے وہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں بھی ہے جو بے بس ہیں اور تم یتیموں کے حق میں انصاف قائم رکھو اور تم جو کچھ بھی نیکی کروگے اللہ اس کو خوب جانتا ہے ۔

شانِ نزول ۔ ابن المنذر نے سعدؓ بن جبیر کی روایت سے بیان کیا کہ بالغ مرد ، نہ تو بچے کو وارثت کا مال دیتے تھے اور نہ عورت کو وراثت میں سے کچھ دیتے تھے ۔ جب سورہ نساء میں میراث کے تفصیلی احکام نازل ہوئے تو لوگوں پر یہ بات بہت شاق گزری اور کہنے لگے کہ کیابالغ مرد کی طرح بچہ اور عورت بھی وارث ہوں گے ۔ پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۹۰۶/ ۲) ۔

عبدالملک بن محمد حزم سے روایت ہے کہ عمرہ بنت حزم ، حضرت سعدؓ بن ربیع کی بیوی تھیں ۔ حضرت سعدؓ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور (اپنے پیچھے) عمرہ اور اپنی ایک لڑکی کو جو عمرہ کے بطن سے تھی چھوڑ گئے ۔ لڑکی اپنے باپ کی میراث طلب کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری حاشیہ ۹۰۶/ ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ یتیموں ، عورتوں اور بچوں کے بارے میں جو حکم سورت کے شروع میں دیا جا چکا ہے وہ قطعی ہے ۔ اس میں کوئی تبدیلی یا تخفیف نہیں ہوگی ۔ لہذا اس پر عدل و انصاف اور دیانتداری سے عمل کرتے رہو ۔

اہل عرب ، عورتوں ، بچوں اور یتیموں کو بعض حقوق سے محروم رکھتے تھے مثلاً اگر یتیم لڑکیوں کے پاس مال کم ہوتا یا وہ حسین نہ ہوتیں تو ان کے ولی ان سے نکاح نہ کرتے اور اگر وہ مال دار اور صاحب جمال ہوتیں تو ان سے نکاح کی رغبت کرتے مگر چونکہ ان لڑکیوں کا کوئی اور وارث نہیں ہوتا تھا جو ان کے حقوق کا تحفظ کرتا ، اس لئے وہ ولی ان کے حقوق اور مہر میں کمی کرتے تھے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو مہر اور پورے حقوق دئے بغیر نکاح سے روک دیا ہے ۔ لہذا ولی ایسی یتیم لڑکی سے جس سے اس کا نکاح حلال و جائز ہو ، اس شرط کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے کہ جو مہر اس لڑکی کے قبیلے کی اس جیسی دوسری لڑکیوں کو دیا جاتا ہے ، ولی اس لڑکی کو ویسا ہی مہر دے ۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کو اس

لڑکی سے نکاح نہیں کرنا چاہئے ۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ یتیم لڑکی سے اس کا ایسا ولی جس کو اس سے نکاح حلال ہوتا ، کسی وجہ سے خود نکاح نہ کرتا اور پھر اس خیال سے کہ جب یہ لڑکی کسی دوسرے کے نکاح میں چلی جائے گی تو اس لڑکی کا مال جس پر اس ولی کا قبضہ ہے وہ بھی دوسرے کے پاس چلا جائے گا ، وہ ولی اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے روک دیتا ۔ اس آیت میں ایسے بے جا فعل کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے ۔ (ابن کثیر ۵۶۱ / ۱) ۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اس آیت میں وہ یتیمہ مُراد ہے جو کسی شخص کی زیر تربیت ہو اور وہ شخص اس یتیمہ کا ولی ہو ۔ پھر اگر وہ لڑکی مالدار اور خوبصورت ہو تو اس سے نکاح کی رغبت کرے مگر اس کو مہر ، اس کے مہر مثل سے کم دے اور اگر وہ بد صورت یا نادار ہو تو اس سے نکاح نہ کرے (مظہری ۹۰۶ / ۲) ۔

زوجین کے درمیان صلح

۱۲۸ ۔ وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۔ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۔ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۔ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۔

اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی بد مزاجی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو آپس میں مصالحت کرنے میں ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں اور صلح بڑی اچھی بات ہے ۔ اور بخل تو سب ہی کی طبیعتوں میں ہوتا ہے ۔ اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے ۔

بَعْلِهَا ۔ اس کا شوہر ۔ اس کا خاوند ۔

نُشُوْزًا ۔ زیادتی کرنا ۔ مرد کا بیوی پر سختی کرنا ۔ مصدر ہے ۔

الشُّحَّ ۔ حرص ۔ لالچ ۔ وہ بخل جس میں حرص ہو اور جو عادت بن جائے ۔

شانِ نزول ۔ بخاری ، ابوداؤد اور حاکم نے حضرت عائشہؓ کی روایت سے اور ترمذی نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ جب حضرت سودہ زیادہ سن رسیدہ ہو گئیں

اور ان کو اندیشہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ دیں گے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی اور عرض کیا کہ میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دیتی ہوں ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۹۰، / ۲) ۔

حضرت محمدؓ بن مسلمہ کی صاحبزادی حضرت رافعؓ بن خدیج کے گھر میں تھیں ۔ بڑھاپے یا کسی اور امر کی وجہ سے وہ انہیں چاہتے نہیں تھے یہاں تک کہ طلاق دینے کا ارادہ کر لیا ۔ اس پر انہوں نے حضرت رافعؓ بن خدیج سے کہا کہ آپ مجھے طلاق نہ دیں بلکہ آپ جو چاہیں مجھے منظور ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (ابن کثیر ۵۶۳ / ۲) ۔

تشریح ۔ عورتوں کے متعلق کچھ احکام سورت کے شروع میں گزر چکے ہیں ۔ یہاں ان کے مزید احکام کا بیان ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی بد مزاجی یا بے التفاتی اور بے اعتنائی کا خطرہ محسوس کرے مثلاً عورت بد شکل ہو یا عمر رسیدہ ہو گئی ہو اور اس کو قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر اس کو طلاق دینا چاہتا ہے یا دوسری بیوی کرنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں اگر میاں بیوی آپس میں خاص شرائط پر صلح کرلیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ۔ مثلاً عورت اپنا نان و نفقہ اور باری معاف کردے یا کم کردے اور مرد طلاق دینے کی بجائے اس کو اپنے نکاح میں رہنے دے اس لئے کہ طلاق ، علیحدگی اور آپس کے تنازع سے تو صلح ہی بہتر ہے ۔ اس لئے نہ تو عورت کو اپنا پورا حق لینے کی ضد کرنی چاہئے اور نہ مرد اس کو جدا کرنے پر اصرار کرے ۔

حرص اور بخل انسان کی فطرت میں رکھے گئے ہیں اسلئے مرد اور عورت میں سے ہر ایک اپنے لئے حریص اور بخیل ہے ۔ اور کوئی بھی اپنے نفع میں کمی کیلئے تیار نہیں مگر آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنی حرص اور بخل کو دبائے اور دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرے ۔

پھر فرمایا کہ اگر تم احسان کا معاملہ کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو یعنی ناپسندیدگی کے باوجود عورت کو باری اور لین دین وغیرہ میں اس کا پورا حق دو تو یہ بہترین فعل ہے جسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ اس پر بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا ۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۷۱ / ۲ ، ابن کثیر ۵۶۳ / ۱) ۔

بیویوں کے درمیان عدل

۱۲۹ ، ۱۳۰ ۔ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ

حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۔
وَاِنْ تُصْلِحُوا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔
وَ اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ
وَاسِعًا حَكِيْمًا ۔

اور تم عورتوں کے حقوق میں ہر گز عدل نہیں کر سکتے اگر چہ تم کتنا ہی چاہو ۔ پس تم ایک ہی کی طرف پورے نہ جھک جاؤ کہ دوسری درمیان میں لٹکتی رہے ۔ اور اگر تم صلح کر لو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۔ اور اگر دونوں الگ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی فراخ دستی سے غنی کردے گا ۔ اور اللہ تعالیٰ وسعت والا (اور) حکمت والا ہے ۔

تَمِيْلُوْا ۔ تم مائل ہو جاؤ ۔ تم جھک جاؤ ۔ مَيْلٌ سے مضارع ۔
فَتَذَرُوْهَا ۔ پس تم اس عورت کو چھوڑتے ہو ۔ **وَذْرٌ** سے مضارع ۔
مُعَلَّقَةِ ۔ معلق ۔ ادھر میں لٹکی ہوئی ۔ **تَعْلِيْقٌ** سے اسم مفعول ۔
سَعَتِهٖ ۔ اس کی وسعت ۔ اس کی گنجائش ۔ اس کی فراخی ۔

تشریح ۔ ازدواجی زندگی کو خوشگوار اور پائدار بنانے کے لئے قرآن کریم نے فریقین کو جو ہدایات دی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی مرد کے نکاح میں ایک سے زیادہ عورتیں ہوں تو اس کے لئے اختیاری معاملات مثلاً شب باشی ، طرز معاشرت اور نفقہ وغیرہ میں ، سب بیویوں کے درمیان عدل و برابری قائم رکھنا ضروری ہے اور جو شخص اس فرض کو ادا نہ کر سکے یعنی سب بیویوں کے درمیان عدل و مساوات قائم نہ رکھ سکے تو اس کو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا چاہیئے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے بیویوں میں عدل و مساوات کی نہایت تاکید فرمائی ہے اور اس کی خلاف ورزی پر سخت وعید سنائی ہے ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں برابری اور عدل کا پورا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور ساتھ ہی بارگاہ جل شانہ میں عرض کیا کرتے تھے ۔ اے اللہ ! یہ میری منصفانہ تقسیم اور مساوات اس چیز میں ہے جو میرے اختیار میں ہے ، جو چیز آپ کے

اختیار میں ہے یعنی قلبی میلان و رجحان وغیرہ ، وہ میرے اختیار میں نہیں ۔ لہذا اس کے بارے میں مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا ۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کوشش کے باوجود سب بیویوں میں ، محبت و قلبی میلان کے بارے میں مساوات نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں ۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ جس بیوی کی طرف قلبی میلان ہو ، اختیاری معاملات میں بھی اسی کو ترجیح دینے لگو اور بالکل ایک ہی طرف کے ہو رہو ۔ اس طرح دوسری بیوی اُدھر میں لٹک کر رہ جائے گی یعنی نہ تو وہ بیوہ ہی ہے کہ کہیں نکاح کر سکے اور نہ خاوند والی ہے کہ شوہر ہی سے فائدہ اٹھا سکے ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دو بیویاں ہوں اور وہ بالکل ایک ہی کی طرف مائل ہو جائے تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح آئے گا کہ اس کا آدھا جسم ساقط ہوگا ۔

پھر فرمایا کہ اگر تم اصلاح کر لو ، اختیاری معاملات میں بیویوں کے درمیان عدل و انصاف اور مساوات قائم کرو اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو ایسی صورت میں اگر کسی وقت تم کسی ایک بیوی کی طرف مائل ہو بھی گئے تو اللہ تعالیٰ اس کوتاہی کو معاف فرمادے گا ۔ اگر نباہ کی کوئی صورت ہی نہ رہے اور دونوں علیحدگی اختیار کر لیں تو اللہ تعالیٰ دونوں کو ایک دوسرے سے بے نیاز کر دے گا ۔ عورت کو اس سے اچھا شوہر اور مرد کو اس سے اچھی بیوی دے گا ۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور حکمتیں بہت وسیع ہیں ۔ (معارف القرآن ۵۶۶ ، ۵۶۷ / ۲ ، ابن کثیر ۵۶۳ / ۱) ۔

وصیت و نصیحت

۱۳۱ ۔ ۱۳۴ ، وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۔ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔ وَكَفٰى بِا اللّٰهِ وَكِيْلًا ۔

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۔

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ۔ اور ہم نے ان کو بھی حکم دیا تھا جنکو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور تمہیں بھی (حکم دیا ہے) کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اگر تم نا فرمانی کروگے تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور اپنی ذات میں محمود ہے ۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کا کارساز ہونا کافی ہے ۔ اے لوگو ! اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سب کو سمیٹ لے جائے (فنا کردے) اور دوسروں کو لے آئے ۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے ۔ جو کوئی دنیا کا بدلہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا و آخرت دونوں کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سنتا اور دیکھتا ہے ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف اور مساوات و برابری کے جو احکام تمہیں دئے ہیں وہ تمہارے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ پہلی امتوں کو بھی ان احکام پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی تھی ۔ پس اگر تم کفر کروگے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں ۔ وہ تو زمین و آسمان کا تنہا مالک ہے اور بہت ہی بے نیاز ہے ۔ مخلوق اور اس کی اطاعت کی اس کو چنداں ضرورت نہیں ۔ مخلوق خواہ اس کی حمد و ثنا کرے یا نہ کرے وہ بہر حال محمود ہے ۔ وہ اس پر قادر ہے کہ اگر تم اس کی نافرمانی کرو تو وہ تمہیں برباد کردے اور غیروں کو آباد کر دے ۔ اگر تم اس سے منہ موڑو گے تو تمہیں بدل کر تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئیگا جو تم سے زیادہ اطاعت گزار ہوگی ۔

جو شخص اپنی تمام تر توانائیاں اور کوششیں صرف حصول دنیا کے لئے صرف کرتا ہے تو وہ جان لے کہ دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہیں ۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں کا مالک ہے ۔ جب تو اس سے دنیا و آخرت دونوں طلب کرے گا تو وہ تجھے

دونوں دے گا ۔ کیونکہ تمام خزانوں کی کنجیاں اسی کی مٹھی میں ہیں ۔ جو جس کا مستحق ہو وہ اسے وہی دیتا ہے ۔ تم ذرا اس پر غور تو کرو کہ تمہیں دیکھنے اور سننے کی طاقت دینے والے کا دیکھنا اور سننا کیسا کچھ ہوگا ۔ (ابن کثیر ۵۶۴ ، ۵۶۵ / ۱) ۔

انصاف قائم کرنے کی تاکید

۱۳۵ ۔ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ أَوِ ٱلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَٱللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُوا۟ ۚ وَإِن تَلْوُۥٓا۟ أَوْ تُعْرِضُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝

اے ایمان والو ! انصاف پر قائم رہو ۔ اور خدا لگتی گواہی دو اگر چہ یہ (شہادت) خود تمہارے نفس یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو ۔ اگر کوئی غنی یا فقیر ہے تو اللہ تعالیٰ سب سے بڑھکر ان کا خیر خواہ ہے ۔ پس تم انصاف کرنے میں خواہش نفس کی پیروی نہ کرو ۔ اور اگر تم گھما پھرا کر گواہی دو گے یا (گواہی سے) پہلو تہی کرو گے تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے ۔

قَوَّٰمِينَ ۔ قائم رہنے والے ۔ نگران ۔ قوم سے مبالغہ ۔ واحد **قَوَّامٌ** ۔
أَوْلَىٰ ۔ زیادہ قریب ۔ بہت لائق ۔ زیادہ مستحق ۔ **وَلِیٌّ** سے اسم تفضیل ۔
تَلْوُۥٓا ۔ تم کج بیانی کرو ۔ تم پیچیدگی پیدا کرو ۔ تم گھماؤ پھراؤ ۔ لَیٌّ سے مضارع ۔

شانِ نزول ۔ ابن ابی حاتم نے سدی کا بیان نقل کیا ہے کہ دو شخص باہمی تنازع لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ایک مالدار تھا اور دوسرا نا دار ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھکاؤ نادار کی طرف تھا کیونکہ آپؐ کا خیال تھا کہ یہ نادار تو مالدار پر ظلم کر ہی نہیں سکتا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۹۱۵ / ۲) ۔

تشریح ۔ اس آیت میں مسلمانوں کو عدل و انصاف پر قائم رہنے اور سچی گواہی دینے کی تاکید

کی گئی ہے ۔ کسی کے ڈر یا کسی قسم کے لالچ کی بنا پر یا کسی کی خوشامد میں یا کسی پر رحم کھا کر یا کسی کی سفارش سے عدل و انصاف چھوڑ دینے کی سخت ممانعت اور سب کو مل کر عدل و انصاف قائم اور جاری کرنے کی تاکید ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ کسی نفسانی غرض کے بغیر صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے سچی ، صاف صاف اور بے لاگ گواہی دو خواہ وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہو یا ماں باپ اور عزیز و اقارب کے خلاف ہو ۔ گواہی کے وقت نہ تو مالدار کا لحاظ کرو اور نہ غریب کی محتاجی اور افلاس کو دیکھ کر اس پر رحم کھاؤ ۔ ان کی مصلحتوں کو اللہ تعالیٰ تم سے بہت بہتر جانتا ہے ۔ وہی دونوں کا خالق و مالک اور رازق و رب ہے ۔ اسی نے تمہیں واقعی شہادت کا حکم دیا ہے ۔ اس لئے خواہ کسی کو فائدہ پہنچے یا ضرر تم ہر صورت اور ہر حال میں سچی اور بے لاگ شہادت دو ۔ کسی کی دشمنی ، قومیت یا عصبیت کی بنا پر عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑو ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو خیبر والوں کی کھیتیوں اور باغوں کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا تو اہل خیبر نے ان کو ، اس پر رشوت دینی چاہی کہ آپ مقدار کم بتائیں ۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا ۔ سنو ! خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تمام مخلوق سے زیادہ عزیز ہیں اور تم میرے نزدیک کتوں اور خنزیروں سے بد تر ہو لیکن اس کے باوجود یہ نا ممکن ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آکر یا تمہاری عداوت کو سامنے رکھ کر انصاف سے ہٹ جاؤں اور تم میں عدل نہ کروں ۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ بس اسی سے تو زمین و آسمان قائم ہیں ۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم نے شہادت میں تحریف کی ، غلط بیانی سے کام لیا ، واقعہ کے خلاف گواہی دی ، زبان دبا کر پیچیدہ الفاظ کہے ، واقعہ کو کم و بیش کیا یا کچھ چھپا لیا ، کچھ بیان کر دیا ، تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ جیسے باخبر حاکم کے سامنے تمہاری کچھ نہیں چل سکے گی ۔ تم وہاں جا کر اس کا بدلہ پاؤ گے اور سزا بھگتو گے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین گواہ وہ ہیں جو دریافت کرنے سے پہلے ہی سچی گواہی دیدیں ۔ (ابن کثیر ۵۶۵/ ۱) ۔

اہل کفر کی مذمت

۱۳۶ ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ

الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِیْدًا ؕ

اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب (قرآن) پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر جو وہ پہلے نازل کر چکا ہے ، ایمان لاؤ اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن کا انکار کیا تو وہ بہت دور بھٹک گیا ۔

ربطِ آیات ۔ یہاں تک زیادہ تر احکام فرعیہ کا بیان ہوا اور کہیں کہیں ایمان والوں کے مباحث بھی تھے ۔ گزشتہ آیات میں عدل و انصاف اور شہادت حق و صدق کی تاکید فرمائی ۔ آئندہ آیات میں ایمان کے ارکان کا بیان ، عقائد اور اعمال کے اعتبار سے کفار کے مختلف فرقوں کی مذمت ہے ۔

شانِ نزول ۔ بغوی نے کلبی کا بیان بروایت ابو صالح نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول عبداللہ بن سلام ، اسد بن کعب ، اسید بن کعب ، ثعلبہ بن قیس ، عبداللہ بن سلام کے بھانجے سلام اور بھتیجے سلمہ اور یامین بن یامین کے متعلق ہوا تھا ۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ ہمارا ایمان آپ پر بھی ہے اور آپ کی کتاب پر بھی اور (حضرت) موسیٰ اور توریت اور (حضرت) عزیر پر بھی ۔ ان کے علاوہ ہم کسی کتاب اور پیغمبر کو نہیں مانتے ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ اور یہ تمام لوگ مسلمان ہوگئے ۔ (مظہری ۲/۱۹۱) ۔

تشریح ۔ یہاں مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم اسلام اور اس کے احکام کو پوری طرح قبول کرو ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے رسول پر جو اللہ تعالیٰ کا نائب ، اس کا سفیر اور برگزیدہ بندہ ہے ، اور قرآن پر اور ان تمام کتابوں پر جو اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں ، کامل ایمان لاؤ ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ، اس کے فرشتوں کا ، اس کی کتابوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور روز آخرت کا منکر ہوا تو بیشک وہ حد درجہ کا گمراہ ہے جس سے بڑھکر کوئی گمراہی نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا انکار تو کھلی گمراہی ہے ہی مگر اس کی کتابیں

فرشتے اور اس کے پیغمبر جو رشد ہدایت کا ذریعہ ہیں ، ان کا انکار بھی سخت گمراہی ہے کیونکہ ان کا انکار در حقیقت کلام خداوندی اور احکام خداوندی کا انکار ہے ۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۷۸، ۱۷۹/ ۲) ۔

ارتداد کی مذمت

۱۳۷ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلًا ۔

بیشک جو لوگ ایمان لائے ، پھر کافر ہو گئے ، پھر ایمان لائے ، پھر کافر ہوگئے ، پھر وہ کفر میں ہی بڑھتے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نہ ان کی مغفرت کرے گا اور نہ ان کو سیدھا راستہ دکھائے گا ۔

تشریح ۔ یہ آیت منافقوں کے ایک خاص گروہ کے بارے میں نازل ہوئی جو کبھی ایمان لاتے اور کبھی کفر اختیار کرتے ۔ پس جو لوگ ایمان لانے کے بعد مرتد اور کافر ہوگئے ، پھر اپنے کفر پر جمے رہے اور پھر کفر ہی کی حالت میں ان کو موت آگئی تو نہ ان کی بخشش کا کوئی امکان ہے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کو راہ ہدایت دکھائے گا ۔ ان کا ظاہری اسلام ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا ۔

بعض کے نزدیک یہ آیت یہودیوں کے بارے میں ہے کہ پہلے وہ ایمان لائے ، پھر بچھڑے کو پوج کر کافر ہو گئے ، پھر توبہ کر کے مومن ہوئے ، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر کے کافر ہو گئے ، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کر کے کفر میں ترقی کر گئے ۔

درد ناک عذاب کی بشارت

۱۳۸ ، ۱۳۹ ۔ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۔ الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ۔

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ منافقین کو درد ناک عذاب کی بشارت دے دیجئے ۔ وہ منافقین جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں ؟ پس عزت تو ساری اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے ۔

تشریح ۔ یہاں منافقوں کے لئے درد ناک عذاب کی خبر دی گئی ہے ۔ یہ لوگ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں تاکہ ان کی ظاہری شان و شوکت سے ان کو بھی قوت و عزت حاصل ہو جائے ۔ ان کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ جن کے پاس خود قوت و غلبہ اور شوکت و عزت نہیں ۰ ان کے ذریعہ ان کو کیا عزت حاصل ہوگی ۔ حقیقی قوت و غلبہ تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ۔ وہی جس کو چاہتا ہے قوت و غلبہ اور عزت دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے ۔

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ جَمِیْعًا

جو کوئی عزت چاہتا ہے تو اللہ ہی کیلئے ہے تمام عزت (فاطر آیت ۱۰)

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ٥

اور عزت تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں ہی کے لئے ہے مگر منافق اس کو نہیں جانتے ۔ (منافقون آیت ۸) ۔

پس جو لوگ حقیقی عزت چاہتے ہیں ان کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی چاہئے اور اس کے بندوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا چاہئے ۔ اس کے نتیجہ میں ۰ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں عزیز بنادے گا ۔ (ابن کثیر ،۵۶۷/ ۱) ۔

کفار کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت

۱۴۰ ۔ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا وَیُسْتَھْزَاُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖٓ ۔ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ ط اِنَّ

اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِىْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۔

اور اللہ تعالیٰ قرآن میں تم پر حکم نازل کر چکا کہ جب تم (لوگوں کو) اللہ کی آیتوں کا انکار اور ان کا تمسخر کرتے ہوئے سنو تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور بات میں نہ لگیں ۔ ورنہ تو تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں ، سب کو دوزخ میں جمع کرے گا ۔

تَقْعُدُوْا ۔ تم بیٹھو ۔ **قُعُوْدٌ** سے مضارع ۔

يَخُوْضُوْا ۔ وہ بحث کرتے ہیں ۔ وہ مصروف ہوتے ہیں ۔ **خَوْضٌ** سے مضارع ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی اصلاح کے لئے پہلے ہی کافروں اور فاجروں کی ایسی مجلسوں میں بیٹھنے کی ممانعت فرمادی تھی ، جن میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا جاتا ہو اور انہیں مذاق میں اڑایا جاتا ہو ۔ اس کے باوجود یہ لوگ نہ صرف ان کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں بلکہ ان سے دوستی بھی کرتے ہیں اور ان کو عزت وقوت کا مالک بھی سمجھتے ہیں ۔ پس یہ لوگ بھی کفر و استہزاء میں ان کے ساتھ شریک سمجھے جائیں گے ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ایک جگہ جمع کرے گا ۔ جس طرح وہ دنیا میں اکھٹے ہو کر اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے اسی طرح وہ عذاب دوزخ میں بھی اکھٹے ہوں گے جہاں انہیں سخت ترین اور دل ہلا دینے والا دائمی عذاب ہوگا ۔ (ابن کثیر ۵۶۶ ، ۵۶۷ / ۱) ۔

منافقوں کی بد باطنی

۱۴۱ ۔ اِلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ج فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ صلے ز وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلاً ع

وہ منافقین جو تمہاری تاک میں رہتے ہیں ۔ پس اگر تمہیں اللہ کی طرف

فتح نصیب ہو جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو (فتح) نصیب ہوتی ہے تو (کافروں سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آئے تھے اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا تھا ۔ پس اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمہارا اور ان کا فیصلہ کر دے گا ۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر ہر گز غالب نہ ہونے دے گا ۔

یَتَرَبَّصُوْنَ ۔ وہ تاک میں رہتے ہیں ۔ وہ راہ دیکھتے ہیں ۔ وہ انتظار کرتے ہیں ۔ **تَرَبُّصٌ** سے مضارع ۔

نَسْتَحْوِذْ ۔ ہم غلبہ پائیں گے ۔ ہم زندہ رہنے دیں گے ۔ **اِسْتِحْوَاذٌ** سے مضارع ۔

نَمْنَعْکُمْ ۔ ہم نے تمہیں منع کیا ۔ ہم نے تمہیں بچالیا ۔ **مَنْعٌ** سے مضارع ۔

تشریح ۔ یہاں منافقوں کی بد باطنی بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ ہر وقت تم پر کسی افتاد اور مصیبت پڑنے کے منتظر رہتے ہیں ۔ اگر کسی معرکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمان کامیاب و کامران ہوگئے اور مال غنیمت ہاتھ آگیا تو یہ لوگ کہنے لگتے ہیں کہ کیا جہاد میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے لہذا ہمیں بھی مال غنیمت میں حصہ دو ۔ اور اگر کسی وقت ، مسلمانوں کی آزمائش کے لئے ، اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مسلمانوں پر کچھ غلبہ دیدیا جیسے معرکہ اُحد میں ہوا تھا ، تو یہ ان سے کہنے لگتے ہیں کہ کیا ہم مسلمانوں کے ساتھ مل کر تم پر غالب نہیں آنے لگے تھے ، مگر ہم نے مسلمانوں کو بے مدد چھوڑ کر ان کی خبروں اور ان کے حالات سے تمہیں مطلع کیا جس کے نتیجہ میں تم نے ان پر فتح پالی ۔

پس قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مومنوں اور منافقوں کے درمیان فیصلہ کر دے گا ۔ اس وقت منافقوں پر اسلام کی خوبی اور نفاق کی بُرائی کھل جائے گی ۔ پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو جنت میں داخل کرے گا اور منافقوں کو دوزخ میں اور اللہ تعالیٰ مومنوں کے مقابلہ میں کافروں کو ہر گز غالب نہیں کرے گا (مظہری ۹۱۹ ، ۹۲۰ / ۲) ۔

منافقین کی دھوکہ دہی

۱۴۲ ، ۱۴۳ ۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ ج وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی لا

يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۔

بلا شبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ انہی کو دھوکہ میں ڈالے ہوئے ہے ۔ اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی کیساتھ صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں ۔ وہ (ایمان و کفر کے) درمیان متردد ہیں ۔ نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف ۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو ، تو اس کے لئے کوئی راستہ نہ پائے گا ۔

يُخٰدِعُوْنَ ۔ وہ فریب دیتے ہیں ۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں ۔ **مُخَادَعَةٌ** سے مضارع ۔
كُسَالٰى ۔ سست ۔ کاہل ۔ واحد كَسْلَانٌ ۔
مُذَبْذَبِيْنَ ۔ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ۔ پس و پیش میں مبتلا ۔ **ذَبْذَبَةٌ** سے اسم مفعول ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں منافقوں کی دھوکہ دہی بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے چالیں چلتے ہیں ، جو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں اور دلوں کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ ہے ۔ یہ نا سمجھ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ جس طرح ان کا نفاق دنیا میں چل گیا کہ مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہ رہے ہیں ، اسی طرح ان کی مکاری اللہ تعالیٰ کے پاس بھی چل جائے گی حالانکہ ان کا کفر و نفاق اللہ کو خوب معلوم ہے ۔ اللہ تعالیٰ بھی ان کو ڈھیل اور خوشحالی و فراخ دستی دیکر دھوکہ میں رکھ رہا ہے تاکہ یہ لوگ دل کھول کر گناہ کر لیں اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالدے ۔

منافقوں کا دعوائے ایمان ، ظاہری اطاعت اور نماز وغیرہ بھی اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ لوگوں پر اپنا ایمان ظاہر کرنے اور دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے ہے ۔ یہ لوگ کفر و اسلام کے درمیان متحیر و متردد ہیں ، نہ صاف طور پر مومنین مخلصین کے ساتھ ہیں اور نہ پوری طرح کافروں کے ساتھ ہیں ۔ کبھی نور ایمان چمک اٹھا تو اسلام کا دم بھرنے لگے ، کبھی کفر غالب آگیا تو ایمان سے کنارہ کش ہو گئے ۔ (ابن کثیر ۵۶۸ ، ۱/۵۶۹) ۔

کفار سے دوستی کی ممانعت

۱۴۴ ۔ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۔

اے ایمان والو ! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کی صریح حجت قائم کر لو ۔

تشریح ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کافروں کے ساتھ دوستی اور دلی محبت رکھنے ، ان کے ساتھ اٹھنے ، بیٹھنے اور ان سے پوشیدہ تعلقات رکھنے سے منع فرمایا ہے ۔ جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی اور دلی محبت رکھیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی بھلائی کے مستحق نہیں ۔ اور ان کا یہ فعل ان کے نفاق کی کافی شہادت اور پوری دلیل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی سزا دے ۔ لہذا جو سزا کافروں کو ملے گی وہی سزا ان کو بھی ملے گی ۔

منافقوں کا انجام

۱۴۵ ۔ ۱۴۷ ، اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَ سْفَلِ مِنَ النَّارِ ج وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِا للّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۔ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۔

بلا شبہ منافق آگ کے سب سے نیچے کے درجے میں ہوں گے اور تم ہر گز ان کا کوئی مدد گار نہ پاؤ گے ۔ مگر ان میں سے جن لوگوں نے توبہ کرلی اور اپنی اصلاح کرلی اور اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑ لیا اور وہ اللہ کے خالص فرماں بردار ہوگئے تو وہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ

مومنوں کو اجر عظیم دے گا ۔ اگر تم شکر گزاری کرو اور ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دیکر کیا کرے گا ۔ اور اللہ تعالیٰ قدر دان ہے ، جاننے والا ہے ۔

دَرْکِ ۔ طبقہ ۔ منزل ۔ جمع دَرَکَاتَ ۔ اس لفظ کا استعمال نچلی منزلوں کے لئے مخصوص ہے ۔ بالائی منزلوں کو درجات کہتے ہیں ۔ پس بہشت میں ایک کے اوپر ایک درجات ہیں ۔

اَسْفَلِ ۔ سب سے نیچے ۔ سُفُولٌ سے اسم تفضیل ۔

اِعْتَصَمُوْا انہوں نے مضبوط پکڑا ۔ اِعْتِصَامٌ سے ماضی ۔

تشریح ۔ اس آیت میں مومنوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ کافروں اور منافقوں کی دوستی سے تمہیں کوئی نفع نہیں ہوگا اس لئے کہ منافق اپنے کفر کی وجہ سے بلا شبہ دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں داخل کئے جائیں گے جس کا عذاب تمام طبقوں سے زیادہ ہے ۔ دوزخ کے سات طبقے ہیں ایک کے نیچے ایک ۔ سب سے نیچے کے طبقہ میں سب سے زیادہ سخت عذاب ہے ۔ اور یہ طبقہ خاص منافقوں کے لئے ہے ۔ اس لئے کہ کافر تو کھلے کافر تھے ، مسلمانوں کو فریب نہیں دیتے تھے ۔ اور منافق کفر کے علاوہ جھوٹ بھی بولتے تھے اور مسلمانوں کو فریب بھی دیتے تھے ۔

پھر فرمایا کہ ان منافقوں کا کوئی مدد گار بھی نہیں ہوگا جو ان کو دوزخ کے نیچے کے طبقہ سے نکال سکے یا ان کے عذاب میں کمی کراسکے ۔ البتہ ان میں سے جو لوگ سچے دل سے نفاق سے توبہ کر لیں ، اپنے گناہوں پر نادم ہوں ، اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کرلیں اور تذبذب و تردد میں پڑے بغیر اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کر لیں اور اس کو مضبوطی سے تھام لیں تو بیشک اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور ان کو جہنم کے کسی طبقہ میں نہیں رکھے گا بلکہ ان کو مومنین کاملین کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا جو اپنے ایمان و اخلاص کی وجہ سے ان سے پہلے جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے ۔ اور اللہ تعالیٰ مومنوں کو بڑا اجر و ثواب عنایت فرمائے گا ۔

ترمذی نے حضرت زید بن ارقم کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اخلاص کے ساتھ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه** کہا جنت میں داخل ہو گیا ۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ پڑھنے میں اخلاص کیا ہے ۔ آپؐ نے فرمایا کہ

پڑھنے والے کو یہ کلمہ ممنوعات سے باز رکھے ۔ (یہ اخلاص کلمہ ہے) ۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو خواہ مخواہ عذاب نہیں دیتا بلکہ عذاب کا دارومدار کفر و فسوق اور عصیاں پر ہے ۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ، فرماں بردار اور اطاعت شعار ہو اس کو وہ ہرگز عذاب نہیں دے گا ۔ وہ تو صرف انہی لوگوں کو عذاب دیتا ہے جو نہایت نا فرمان اور سرکش ہوں ۔ وہ نیک اعمال کا قدردان بھی ہے اور جاننے والا بھی ۔ اس کی قدردانی یہ ہے کہ وہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے ۔ اس لئے وہ کسی کو بلا وجہ عذاب نہیں دے سکتا ۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۸۷، ۱۸۸ / ۲ ، ابن کثیر ۵۷۰ / ۱ ، مظہری ۲۹۱ / ۲) ۔

مظلوم کو بد دعاء کی اجازت

۳۹۰،۴۸ ۔ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ۔ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۔

اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں کہ کوئی کسی کی بُری بات کو ظاہر کرے ۔ ہاں مگر جس پر ظلم ہوا ہو ۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے ۔ اگر تم علانیہ بھلائی کرو یا اس کو خفیہ کرو یا کسی بُرائی کو معاف کر دو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف کرنے والا بڑی قدرت والا ہے ۔

اَلْجَهْرَ ۔ برملا کہنا ۔ زور سے کہنا ۔ ظاہر کرنا ۔ مصدر ہے ۔
تُبْدُوْا ۔ تم ظاہر کرتے ہو ۔ اِبْدَاءٌ سے مضارع ۔
تُخْفُوْهُ ۔ تم اس کو چھپاتے ہو ۔ اِخْفَاءٌ سے مضارع ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص کسی کی بُرائی کو ظاہر کرے سوائے مظلوم کے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم و ستم کو بیان کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو خوب سننے والا اور جاننے والا ہے ۔ وہ مظلوم کی دعاء کو خوب سنتا ہے

اور جانتا ہے کہ ظالم نے اس پر کتنا ظلم کیا ہے اور وہ کتنی سزا کا مستحق ہے اگر چہ مظلوم اپنی زبان سے کچھ نہ کہے ۔

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ کسی مسلمان کو دوسرے کے لئے بد دعاء کرنی جائز نہیں ۔ ہاں جس پر ظلم کیا گیا ہو اسے اپنے ظالم کے لئے بد دعا کرنی جائز ہے اور اس کے لئے بھی صبر و تحمل کرنے میں فضیلت ہے ۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر چہ مظلوم کو شکایت کی اجازت نہیں ہے مگر بُرائی کرنے والے کے ساتھ پوشیدہ یا ظاہری طور پر احسان اور در گزر کا معاملہ کرنا ، اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت محبوب اور پسندیدہ ہے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا قدرت والا ہے ۔

(معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۹۲/ ۲ ، ابن کثیر ۵۷۱/ ۱) ۔

حقیقی کافر

۱۵۰ ، ۱۵۱ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ لا وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلاً ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۔ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۔

بلا شبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں ، اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کرنا چاہتے ہیں ، اور وہ کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ اس (کفر و ایمان) کے درمیان ایک اور راستہ نکال لیں ۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

تشریح ۔ اگر کوئی شخص مومن بننا چاہتا ہے تو اسے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا چاہیئے ۔ جس نے ایک نبی کا انکار کیا ، اس نے تمام انبیاء کا انکار کیا کیونکہ ہر نبی پر ایمان لانا فرض ہے ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار تمام انبیاء کی نبوتوں کا انکار ہے

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کا ارادہ رکھتے ہوں اور کہتے ہوں کہ ہم بعض نبیوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور وہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی دوسرا طریقہ نکالنا چاہتے ہوں حالانکہ ایمان و کفر کے درمیان کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہو سکتا تو یہ لوگ خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ پکے کافر ہیں ۔ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ۔ انہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ذلت و رسوائی کا عذاب تیار کر رکھا ہے ۔(معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۔ ۱۹۳/ ۲) ۔

مومنوں کی تعریف

۱۵۲ ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور وہ ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۔

تشریح ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ، بلا تفریق تمام انبیاء کو مانتے ہیں ، اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کا انکار کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ان کے ایمان کی برکت سے ان کے اعمال کا اجرِ جمیل اور ثوابِ عظیم عطا فرمائے گا ۔ اگر ان سے کوئی گناہ سر زد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے گا اور ان پر اپنی رحمت کی بارش کرے گا ۔

اہلِ کتاب کا مطالبہ

۱۵۳ ، ۱۵۴ ۔ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۔

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۔ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ؁ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِى السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ؁

اہل کتاب (یہود) آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی (لکھی لکھائی) کتاب اتار لائیں ۔ پس یہ لوگ تو (حضرت) موسیٰ سے اس سے بھی بڑھ کر سوال کر چکے ہیں جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھادے ۔ پھر ان کے ظلم کی وجہ سے ان کو بجلی نے آپکڑا ۔ پھر کھلی نشانیاں آنے کے بعد بھی انہوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا ۔ پھر ہم نے یہ بھی معاف کر دیا تھا ۔ اور ہم نے (حضرت) موسیٰ کو صریح غلبہ دیا ۔ اور ہم نے ان سے عہد لینے کے لئے ان کے اوپر کوہ طور کو بلند کیااور ہم نے ان سے کہا کہ (شہر کے) دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور ہم نے ان سے یہ بھی کہا کہ ہفتہ کے دن کے بارے میں زیادتی نہ کرنا اور ہم نے ان سے پختہ عہد بھی لے لیا تھا ۔

الصّٰعِقَةُ ۔ بجلی کی کڑک ، سخت آواز ۔ جمع صَوَاعِقُ ۔
الْعِجْلَ ۔ بچھڑا ۔ گائے کا بچہ ۔ گوسالہ ۔
سُلْطٰنًا ۔ اقتدار ۔ قوت ۔ غلبہ ۔ دلیل ۔ جمع سَلَاطِيْنُ ۔
تَعْدُوْا ۔ تم تعدی کرو ۔ تم تجاوز کرو ۔ تم زیادتی کرو ۔ عَدْوٌ سے مضارع ۔
غَلِيْظًا ۔ سخت ۔ پختہ ۔ گاڑھا ۔

شانِ نزول ۔ ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی کی روایت سے لکھا ہے کہ کچھ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ (حضرت) موسیٰ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے (تورات کی لکھی ہوئی) تختیاں لائے تھے ۔ آپ بھی اللہ کی طرف سے ہمیں (اللہ کی کتاب کی لکھی ہوئی) تختیاں لا کر دیجئے ۔ ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے (مظہری ۲/۹۳۳) ۔

تشریح ۔ یہودیوں کے کچھ سرداروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا تھا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے لکھی ہوئی کتاب نازل ہوئی تھی اسی طرح اگر آپؐ بھی لکھی ہوئی کتاب آسمان سے لے آئیں تو ہم آپؐ پر ایمان لے آئیں گے ۔ ان کا یہ مطالبہ بدنیتی ، مذاق اور کفر کے طور پر تھا ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ان کی اس بے باکی اور سرکشی پر ، آپؐ رنجیدہ خاطر نہ ہوں ، ان کی یہ پرانی عادت ہے ۔ ان کے بزرگوں نے حضرت موسیٰ سے اس سے بھی زیادہ بیہودہ اور فضول سوال کیا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار کھلم کھلا کروادو ۔ جس کی پاداش میں ان پر آسمانی بجلی گری تھی اور وہ سب ہلاک ہو گئے تھے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیات ۵۵ ، ۵۶ میں ہے ۔

پھر فرمایا کہ بڑی بڑی نشانیاں اور کھلے معجزے دیکھ لینے کے بعد بھی ان لوگوں نے بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے توبہ کی یہ صورت رکھی کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی وہ بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو قتل کریں ۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق توبہ کی اور ایک دوسرے کے ساتھ قتال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ گناہ معاف فرمادیا اور قتل موقوف کر دینے کا حکم نازل فرمادیا تاکہ ان کی قوم کی مکمل بیخ کنی نہ ہو جائے اور حضرت موسیٰ کو ظاہری حجت اور کھلا غلبہ عطا فرمایا ۔

پھر جب انہوں نے یہ کہہ کر تورات کے احکام ماننے سے انکار کر دیا کہ یہ احکام سخت ہیں ، ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر کوہ طور کو معلق کر کے ان سے کہا کہ یا تو تورات کے احکام قبول کرلو ورنہ تمہارے اوپر یہ پہاڑ گرا کر تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا ۔ تب مجبوراً انہوں نے تورات کے احکام کو قبول کیا ۔ پھر ان کے غرور اور سرکشی کو توڑنے کے لئے ان کو حکم دیا کہ خشوع و خضوع اور نیاز مندی کے ساتھ سر جھکائے ہوئے ایلیا شہر کے دروازے میں داخل ہونا مگر ان نا فرمانوں نے اس کو بھی نہ مانا اور سر جھکانے کی بجائے سُرین کے بل گھسٹتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے ۔ جب شہر میں پہنچے تو ان پر طاعون پڑا جس سے ستر ہزار کے قریب اموات ہوئیں ۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے ہفتہ کے دن کی تعظیم و تکریم کا بھی مضبوط عہد و پیمان لیا تھا

اور ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار کی ممانعت کی تھی ۔ مگر انہوں نے اس کی بھی پابندی نہیں کی اور حیلہ کر کے دریا کے پاس حوض بنالئے ۔ ہفتہ کے روز مچھلیوں کو ان حوضوں میں بند کرلیتے اور دوسرے دن حوضوں میں سے شکار کرتے ۔ اس فریب اور عہد شکنی پر اللہ نے ان کو بندر بنادیا ۔

عہد شکنی کی سزا

۱۵۵ ۔ ۱۵۸ ، فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ وَّ بِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۔ وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۔

پھر (جو کچھ سزا ان کو ملی وہ) ان کو عہد شکنی ، آیات الٰہی کے انکار اور انبیاء کو نا حق قتل کرنے اور ان کے اس قول پر (ملی) کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں (ان کے دلوں پر غلاف نہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے باعث ان کے دلوں پر مہر کر دی ۔ پس ان میں سے کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں ۔ اور (جو کچھ سزا ان کو ملی وہ) ان کے کفر سے اور مریم پر بڑا بہتان باندھنے سے (ملی) ۔ اور ان کے اس کہنے پر (بھی انکو سزا ملی) کہ اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو ہم نے قتل کیا ۔ حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ اس کو سولی دی بلکہ ان کو شبہ ہو گیا اور بیشک جو

لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں البتہ وہ خود شک میں پڑے ہوئے ہیں
ان کو اس کی کچھ خبر نہیں ، وہ محض اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور
یقینا انہوں نے (حضرت) عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس
کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے ۔

نَقْضِهِمْ ۔ ان کا عہد شکنی کرنا ۔ ان کا توڑنا ۔ **نَقْضٌ** سے ماضی ۔
غُلْفٌ ۔ غلاف ۔ محفوظ ڈھکے ہوئے ۔ مصدر ہے ۔ واحد ۔ **غِلَافٌ** ۔
طَبَعَ ۔ اس نے مہر کی ۔ اس نے بندش لگائی ۔ طَبْعٌ سے ماضی ۔
صَلَبُوْهُ ۔ انہوں نے اس کو سولی دی ۔ انہوں نے اس کو پھانسی دی ۔ صَلْبٌ سے ماضی ۔

تشریح ۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے چھ گناہ شمار کرائے ہیں جنکی وجہ سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوئے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی ۔

۱ ۔ عہد شکنی ۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدے کئے تھے ان پر قائم نہ رہے ۔
۲ ۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور معجزوں کا انکار ۔
۳ ۔ انبیاء کرام کا نا حق قتل و خون ۔
۴ ۔ ان کا یہ کہنا کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں ۔ یعنی پردوں میں ہیں یا یہ مطلب کہ ہمارے دل علم کے ظروف ہیں اور علم و عرفان سے پر ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کی تردید میں فرمایا کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کردی ہے کیونکہ یہ کفر میں پختہ ہوچکے تھے ۔
۵ ۔ حضرت مریم پر زنا کاری جیسی بد ترین اور شرمناک تہمت لگائی ۔ اور اسی زنا کاری کے عمل سے حضرت عیسیٰ کا پیدا ہونا بتانا ۔
۶ ۔ یہ لوگ تمسخر اور بڑائی کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو صولی دی حالانکہ نہ ان کو سولی دی گئی اور نہ ان کو قتل کیا گیا ۔ بلکہ ان کو شبہ میں ڈالدیا گیا اور اللہ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا ۔ (ابن کثیر ۵۷۳/ ۱) ۔

امام تفسیر حضرت ضحاک ؒ فرماتے ہیں کہ جب یہود نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ کے حواری ایک جگہ جمع ہو گئے ۔ حضرت عیسیٰ بھی ان کے پاس تشریف لے آئے ۔ ابلیس نے ان یہودیوں کو جو حضرت عیسیٰ کے قتل کے لئے تیار تھے ، حضرت عیسیٰ کا پتہ بتادیا اور چار ہزار آدمیوں نے اس مکان کا محاصرہ کر لیا جس میں حضرت عیسیٰ

اور ان کے حواری موجود تھے ۔ حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کے لئے آمادہ ہے کہ وہ باہر نکلے اور اس کو قتل کر دیا جائے اور پھر جنت میں وہ میرے ساتھ ہو ۔ ان میں سے ایک آدمی نے اپنے آپ کو اس مقصد کے لئے پیش کیا ۔ حضرت عیسیٰ نے اس کو اپنا کرتااور عمامہ عطا کیا ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر آپ کی مشابہت ڈالدی گئ ۔ جب وہ باہر نکلا تو یہودی اسے پکڑ کر لے گئے اور سولی پر چڑھا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا ۔ (معارف القرآن ۶۰۱/ ۲) ۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ یہودیوں کے سردار یہودا نے اس شخص کو جس کا نام طیطانوس تھا مقرر کیا تھا کہ وہ گھر میں داخل ہو کر حضرت عیسیٰ کو قتل کر دے مگر اللہ نے حضرت عیسیٰ کو تو اٹھالیا اور طیطانوس کی صورت حضرت عیسیٰ جیسی بنادی ۔ جب وہ باہر نکل کر آیا تو لوگوں نے اس کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر مار ڈالا اور سولی دیدی ۔

بعض کا قول ہے کہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو ایک مکان میں بند کر دیا تھا اور ایک چوکیدار نگرانی کے لئے مقرر کر دیا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے اس چوکیدار کی صورت حضرت عیسیٰ جیسی کر دی اور لوگوں نے اسی کو قتل کر دیا ۔ واللہ عالم (مظہری ،۹۲/ ۲) ۔

مذکورہ بالا صورتوں میں سے جو بھی صورت پیش آئی ہو ، سب کی گنجائش ہے ۔ قرآن کریم نے کسی خاص صورت کی تعین نہیں فرمائی ۔ اس لئے حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ۔ البتہ قرآن کریم نے یہ واضح کر دیا کہ یہود و نصاریٰ واقعہ کی حقیقت کے بارے میں شبہ میں پڑ گئے اور انہوں نے اپنے اپنے گمان و قیاس کے مطابق مختلف دعوے کئے ۔ بلا شبہ صحیح واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور وہ زبردست قدرت و غلبہ والا ہے اور اس کا ہر فعل حکمت و مصلحت پر مبنی ہوتا ہے ۔ (معارف القرآن ۶۰۲/ ۲) ۔

اہل کتاب کے کفر پر حضرت عیسیٰؑ کی گواہی

۱۵۹ ۔ وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ

اور ان کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہی دیں گے ۔

تشریح ۔ یہ آیت قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ کے نزول کے متعلق ہے ۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس وقت تو یہ لوگ محض بغض و حسد کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں باطل خیالات رکھتے ہیں اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بھی انکار کرتے ہیں مگر جب قیامت کے قریب حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو یہ سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے ۔ ان میں سے جو مخالفت کریں گے وہ قتل کر دئے جائیں گے ۔ باقی مسلمان ہو جائیں گے ۔ اس وقت ہر طرح کا کفر فنا ہو جائے گا اور زمین پر صرف اسلام ہی کی حکمرانی ہوگی ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰؑ بن مریم ایک عادل حکمران بن کر ضرور نازل ہوں گے ۔ وہ دجّال اور خنزیر کو ضرور قتل کریں گے ، صلیب کو ضرور توڑیں گے اور اس وقت صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوگی ۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے یہی آیت **وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ** ..... تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اس میں قبل موتہ (اس کی موت سے پہلے) سے حضرت عیسیٰؑ کی موت مراد ہے ۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ابھی حضرت عیسیٰؑ کی وفات نہیں ہوئی بلکہ قیامت کے قریب وہ آسمان سے دنیا میں نازل ہوں گے ۔ پھر جب وہ حکمتیں جو اللہ تعالیٰ نے ان سے وابستہ رکھی ہیں پوری ہو جائیں گی تب اسی دنیا میں ان کی وفات ہوگی ۔
(معارف القرآن ۶۰۲ ، ۶۰۳ / ۲) ۔

یہود کی بد نصیبی

۱۶۰ ، ۱۶۱ ۔ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۔ وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۔ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔

الغرض یہود کی انہی بے اعتدالیوں کی وجہ سے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال تھیں ، ہم نے ان پر حرام کردیں اور یہ اس وجہ سے بھی ہوا کہ وہ اکثر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکا کرتے تھے اور اس وجہ سے بھی

کہ وہ سود لیتے تھے حالانکہ ان کو اس سے منع کر دیا گیا تھا ۔ اور اس وجہ سے بھی کہ وہ لوگوں کے مال ناحق کھاتے تھے اور ان میں سے ظالموں کے لئے تو ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

بِصَدِّہِمْ ۔ ان کے روکنے کے سبب ۔ ان کے باز رکھنے کے سبب ۔ مصدر ہے ۔
الرِّبٰوا ۔ سود ۔ بڑھنا ۔ بلند ہونا ۔
اَعْتَدْنَا ۔ ہم نے تیار کیا ۔ **اِعْتَادٌ** سے ماضی ۔

تشریح ۔ گزشتہ آیتوں میں یہود کی نافرمانیوں اور سرکشیوں کا بیان تھا ۔ ان آیتوں میں ان کی مزید نافرمانیاں اور بے اعتدالیاں بیان کی گئی ہیں ۔ مثلاً خود بھی راہ حق سے دور رہنا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے رہنا ، حیلے بہانوں سے سود خوری کرنا جو محض حرام تھی ، لوگوں کا مال نا حق کھانا ۔ ان کا ظلم و زیادتی اور بے جا حرکتیں جب حد سے بڑھیں تو ان کو دنیا ہی میں بہت سی سزائیں دی گئیں ۔ ان میں سے ایک سزا یہ تھی کہ اللہ نے بہت سی نفیس ، عمدہ اور حلال و طیب چیزیں ان پر حرام کر دیں تاکہ رزق کا دائرہ تنگ ہو اور ان کی سرکشی ٹوٹے۔ یہ تو ان کے لئے دنیا کی سزا تھی ۔ آخرت میں ہم نے ان کے لئے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۔ (ابن کثیر ۵۸۴ / ۱) ۔

کامل مومنوں کے لئے بشارت

۱۶۲ ۔ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِا للّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ؑ

لیکن ان میں سے جو لوگ علم میں پختہ اور مومن ہیں وہ اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو (قرآن) آپ پر نازل ہوا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل ہو چکا ہے اور وہ نماز بھی قائم کرتے ہیں اور وہ زکوۃ بھی ادا کرتے

ہیں اور اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر بھی ایمان رکھتے ہیں ۔ یہی وہ لوگ
ہیں جن کو ہم بہت جلد اجرِ عظیم دیں گے ۔
رٰسِخُوْنَ ۔ راسخ ۔ پختہ ۔ مضبوط ، ثابت قدم ۔ رُسُوْخٌ سے اسم فاعل ۔

تشریح ۔ یہود میں سے جو لوگ علم میں پختہ اور مضبوط ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام ، حضرت ثعلبہ بن سعید ، حضرت زید ابن سعید وغیرہ ، اور وہ مومن ہیں اور ان کا ایمان اس کتاب (قرآن) پر بھی ہے جو آپؐ پر نازل کی گئی اور ان کتابوں پر بھی جو آپؐ سے پہلے نازل کی گئیں اور وہ نماز کو واجب و برحق مانتے اور مال یاجان کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو عبادت کے لائق جانتے ہیں اور یوم آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ اس دن ہر اچھے یا بُرے عمل کا بدلہ ملے گا ۔ بہت جلد ہم ان لوگوں کو ایسا اجرِ عظیم عطا کریں گے جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا ۔ (ابن کثیر ۵۸۴/ ۱) ۔

نزولِ وحی

۱۶۳ ۔ ۱۶۵ ، اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۝ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۝ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

بیشک ہم نے آپ کی طرف بھی اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح (حضرت) نوح کی طرف اور ان کے بعد کے انبیاء کی طرف بھیجی تھی اور ہم نے (حضرت) ابراہیم (حضرت) اسمٰعیل ، (حضرت) اسحٰق ۔ (حضرت) یعقوب اور ان کی اولاد اور (حضرت) عیسیٰ اور (حضرت)

ایوب اور (حضرت) یونس اور (حضرت) ہارون اور (حضرت) سلیمان کی طرف بھی وحی بھیجی تھی اور ہم نے (حضرت) داؤد کو زبور دی تھی ۔ اور بہت سے رسولوں کا حال پہلے ہی ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے رسول (ایسے) ہیں جن کا حال ابھی تک ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے (حضرت) موسیٰ سے تو باتیں بھی کی ہیں ہم نے رسولوں کو خوشخبری دینے اور خبردار کرنے کے لئے بھیجا تھا تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے ۔

اَوْحَیْنَا ۔ ہم نے وحی کی ۔ ہم نے حکم بھیجا ۔ اِیْحَاءٌ سے ماضی ۔
اَسْبَاطِ ۔ اولاد ۔ قبیلے ۔ خاندان ۔ واحد سِبْطٌ ۔
قَصَصْنٰھُمْ ۔ ہم نے ان کا قصہ بیان کیا ۔ قَصَصٌ سے ماضی ۔
کَلَّمَ ۔ اس نے کلام کیا ۔ اس نے باتیں کیں ۔ تَکْلِیْمٌ سے ماضی ۔

شانِ نزول ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مسکین اور عدی بن زید نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نہیں جانتے کہ حضرت موسیٰ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز (کتاب) نازل کی ہو ۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں ۔ (ابن کثیر ۵۸۵/۱) ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سیکڑوں معجزوں سے ثابت ہو چکی ہے ۔ جس طرح ہم نے حضرت نوحؑ ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل وغیرہ کو نبی بنایا اسی طرح آپؐ کو بھی منصب نبوت عطا فرمایا ۔ آپؐ کی نبوت اور ان کی نبوت میں کوئی فرق نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی طرف وحی بھیجنے میں بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو دوسرے انبیاء کی طرف نازل کرنے میں اختیار کیا تھا ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو جو زبور عطا کی گئی اس کے نزول کی کیفیت بھی وہی تھی جس کیفیت سے قرآن کریم نازل ہوا ۔ یعنی قرآن کریم کی طرح زبور بھی بتدریج نازل ہوئی ۔ بہت سے رسول ایسے ہیں جن کا حال اس سے پہلے ہم کئی سورتوں میں آپؐ سے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے رسول ایسے ہیں ، جن کا حال ہم نے آپؐ سے بیان نہیں کیا ۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنایا اور حسب ضرورت فرشتے کے ذریعہ ان پر وحی نازل فرمائی ۔ ان میں سے کسی سے بھی اللہ تعالیٰ نے

کلام نہیں فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے واسطے کے بغیر صرف حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا ۔
پھر فرمایا کہ رسولوں کو بھیجنے کی غرض یہ ہے کہ وہ لوگوں کو احکام خداوندی سے آگاہ کریں اور فرماں برداروں کو انعام خداوندی کی خوشخبری سنائیں اور نافرمانوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں تاکہ قیامت کے دن لوگ اللہ کے سامنے یہ عذر نہ کر سکیں کہ ہمیں آپ کے احکام اور مرضی کا علم نہ تھا ۔ اگر ہمارے پاس آپ کے پیغمبر آتے تو ہم ان کا حکم ضرور مانتے ۔
(معارف القرآن ازمولانا محمد ادریس کاندھلوی ۲۳۶/ ۲) ۔

اللہ کی شہادت

۱۶۶ ۔ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۔ وَكَفٰى بِا اللّٰهِ شَهِيْدًا ۔

لیکن جو کچھ آپ پر نازل ہوا اس پر اللہ شاہد ہے کہ اس نے اس کو اپنے علم سے نازل کیا ہے اور اس کے فرشتے بھی اس پر گواہ ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے ۔

شانِ نزول ۔ ابن اسحاقؒ اور ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم بلا شبہ جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں ۔ انہوں نے اس کا انکار کر دیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ (مظہری ۲/ ۴۳۳) ۔

تشریح ۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ جو کتاب (قرآن کریم) آپ پر نازل کی گئی ہے وہ اپنی عبارت اور معنی کے لحاظ سے مکمل معجزہ اور اللہ کے خاص علم کی حامل ہے ۔ اس میں ان چیزوں کا بیان ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مطلع فرمانا چاہا مثلاً اللہ کی رضا مندی اور ناراضی کے احکام ، گزشتہ اور آئندہ کی خبریں ، اللہ تعالیٰ کی وہ مقدس صفتیں جنہیں نہ تو کوئی نبیٔ مرسل جانتا ہے اور نہ کوئی مقرب فرشتہ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود اسکو معلوم کرائے ۔ یہ قرآن آپ کی نبوت کے لئے کافی شہادت ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ نبوت کا اہل کون ہے اور کس پر کتاب نازل کی جائے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کے جو دلائل قائم کر دئے ہیں ان کی موجودگی میں کسی دوسرے کی شہادت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ۔ پس اللہ اور اس کے فرشتوں کی شہادت کافی ہے کہ جو کچھ آپؐ پر وحی کے

ذریعہ نازل ہوا وہ بالکل سچ اور سرا سر حق ہے ۔ (مظہری ۹۳۳، ۹۳۴ / ۱) ۔

منکرین کی گمراہی و انجام

۱۶۷ ۔ ۱۶۹، اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلاً بَعِیْدًا ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ طَرِیْقًا ۔ اِلَّا طَرِیْقَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ۔ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ۔

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسروں کو) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑے ۔ بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور زیادتی کی تو ان کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ ان کو راہ راست دکھائے گا ۔ سوائے جہنم کے راستہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ پڑے رہیں گے ۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے ۔

صَدُّوْا ۔ انہوں نے روکا ۔ **صَدٌّ** سے ماضی ۔

طَرِیْقَ ۔ راستہ ۔ راہ ۔ جمع **طُرُقٌ** ۔

تشریح ۔ جن لوگوں نے حق کا انکار کیا، توریت میں بیان کردہ آپؐ کے اوصاف و حالات کو لوگوں سے چھپا کر ان کو بھی راہ حق سے روکا، اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کی اور اس کی ممنوعات کو اختیار کیا تو ایسے لوگوں کی نہ تو بخشش ہوگی اور نہ ان کو خیر و بھلائی کی طرف ہدایت و رہنمائی نصیب ہوگی ۔ جہنم کے راستے کے سوا کوئی اور راستہ ان کو دکھائی نہیں دے گا ۔ وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی ۔ منکرین اور گمراہوں کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈالدینا، اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے ۔ اس کو اس امر کے لئے کسی سامان اور اہتمام کی ضرورت نہیں ۔ (ابن کثیر ۵۸۹ / ۱) ۔

دعوتِ حق

۱۷۰ ۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ

رَبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔

اے لوگو ! تمہارے پاس ، تمہارے رب کی طرف سے یہ رسول حق بات لیکر آیا ہے ۔ پس تم (اس پر) ایمان لاؤ ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا ۔ اور اگر تم انکار کرو گے تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے ۔

تشریح ۔ یہاں عام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے خدا کا رسول ، قرآن کریم اور سچا دین لیکر آگیا ۔ پس تم اس پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کرو ۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے ۔ اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے ۔ تمہارے کفر و انکار سے نہ تو اس کا نقصان ہوگا اور نہ کوئی نفع کیونکہ زمین و آسمان کی تمام چیزیں اسی کی مخلوق اور اسی کی ملک ہیں ۔ وہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور گمراہی کا مستحق کون ۔ وہ حکیم ہے ، اس کے اقوال ، اس کے افعال ، اس کی شرع اور اس کی تقدیر سب حکمت سے پر ہیں ۔ (مظہری ۳۳ه / ۲ ، ابن کثیر ۵۸۹ / ۱) ۔

اہلِ کتاب کے باطل عقائد

۱۷۱ ۔ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۔

اے اہل کتاب ! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ تعالیٰ کے بارے

میں حق کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ بلا شبہ (حضرت) مسیح تو مریم کے بیٹے عیسیٰ اور اللہ تعالیٰ کے ایک رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس (اللہ) نے (حضرت) مریم کی طرف القا کیا اور اس کی طرف سے خاص روح ہیں۔ سو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو۔ باز آ جاؤ کہ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ بیشک اللہ ہی معبودِ واحد ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کچھ اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اسی کا ہے۔ اور اللہ ہی کافی کارساز ہے۔

تَغْلُوْا ۔ تم مبالغہ کرو۔ تم زیادتی کرو۔ **غُلُوٌّ** سے مضارع۔
اَلْقٰھَا ۔ اس نے اس کو ڈالا۔ اس نے اس کو القا کیا **اِلْقَاءٌ** سے ماضی۔
اِنْتَھُوْا ۔ تم باز رہو۔ تم ترک کردو۔ **اِنْتِہَاءٌ** سے ماضی۔

تشریح ۔ نزول قرآن کے وقت نصاریٰ مختلف فرقوں میں تقسیم تھے۔ ایک فرقہ کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ عین خدا ہیں اور خدا ہی مسیح کی شکل میں دنیا میں اتر آیا ہے۔ دوسرا فرقہ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتا تھا اور تیسرے فرقے کا یہ دعویٰ تھا کہ وحدت کا راز تین میں پوشیدہ ہے، باپ، بیٹا اور مریم۔ قرآن کریم نے یہ واضح کر دیا کہ حق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نہ تو خدا ہیں اور نہ خدا کا بیٹا بلکہ وہ تو حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں اور اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اس سے زیادہ جو کچھ کہا جاتا ہے وہ سب باطل اور لغو ہے خواہ اس میں تفریط ہو جیسے یہود کا عقیدہ ہے کہ وہ (العیاذ باللہ) شعبدہ باز اور مفتری تھے، یا افراط ہو جیسے نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ وہ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں یا تین میں کے تیسرے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اس سے پاک و بلند ہے کہ اس کے بیوی اور اولاد ہو اس کی بڑائی اور عزت میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ رب حضرت عیسیٰ اللہ کے رسول، اس کے بندوں میں سے ایک بندے اور اس کی مخلوق ہیں وہ صرف کلمہ کن کہنے سے پیدا ہوئے۔ حضرت جبرائیل اس کلمہ کو لیکر حضرت مریم کے پاس گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان میں پھونک دیا۔ پس حضرت عیسیٰ، باپ کے بغیر اسی کلمہ سے پیدا ہوئے۔

پھر فرمایا کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اس کی مخلوق اور اس کی مملوک ہے مخلوق میں سے کوئی اس کا بیٹا اور شریک کیسے ہوسکتا ہے۔ سب کے کام بنانے اور سب کی

کارسازی کے لئے وہی کافی ہے اس کو کسی دوسرے کی حاجت نہیں۔ پس نہ کسی مخلوق میں اس کا شریک بننے کی قابلیت و اہلیت اور نہ اس کی ذات پاک میں اس کی گنجائش و حاجت۔ (معارف القرآن ۶۱۸/ ۲، ابن کثیر ۵۹۰، ۵۹۱/ ۱)۔

اللہ کی بندگی سے دل چرانے کا انجام

۱۷۲، ۱۷۳۔ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۔ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۔

مسیح کو تو اس بات سے ہرگز عار نہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ مقرب فرشتوں کو عار ہے۔ اور جو کوئی اس کی بندگی سے عار اور سرکشی کرتا ہے سو وہ عنقریب ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔ پھر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے سو وہ ان کو ان کا پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ بھی دے گا۔ اور جو لوگ عار اور تکبر کرتے ہیں تو وہ ان کو دردناک عذاب دے گا اور اللہ کے مقابلہ میں نہ ان کا کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار۔

يَسْتَنْكِفْ ۔ وہ عار کرتا ہے۔ وہ انکار کرتا ہے۔ اِسْتِنْكَافٌ سے مضارع۔

فَيُوَفِّيْهِمْ ۔ پس وہ ان کو پورا پورا دے گا۔ تَوْفِيَةٌ سے مضارع۔

شانِ نزول بغوی ؒ نے لکھا ہے اور واحدی نے اسباب النزول میں اس قول کی نسبت کلبی کی طرف کی ہے کہ نجران کے نمائندوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ ہمارے آقا پر عیب لگاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں کیا کہتا ہوں۔ اہل وفد نے کہا کہ آپؐ انکو اللہ کا بندہ اور رسول کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا بندہ ہونا تو (حضرت) عیسیٰؑ کیلئے باعث عار نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مظہری ۴۳۶/ ۲)

تشریح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے مقرب فرشتے اسکی بندگی سے ہرگز تکبر اور عار نہیں کرسکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی تو ان کیلئے باعث شرف و کمال ہے۔ عبدیت کے سوا، اللہ تعالیٰ سے حضرت عیسیٰ کی کوئی اور نسبت نہیں۔ پس عبدیت ہی ان کیلئے کمال ہے۔ ذلت و نفرت تو، اللہ

تعالیٰ کے سوا جو سب کا خالق و مالک ہے ، دوسروں کی بندگی سے ہوتی ہے جو مخلوق ہیں ۔ پھر جو کوئی اسکی عبادت سے منہ موڑے اور سرکشی کرے تو وہ عنقریب اسی کے پاس لوٹنے والا ہے اور وہ جلد اپنے بارے میں اسکا فیصلہ سن لے گا۔

پس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا اجر و ثواب دیا جائے گا ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے اپنی طرف سے بھی انعام کے طور پر ان کو مزید ثواب عطا فرمائے گا ۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت سے رک گئے اور انہوں نے تکبر و بڑائی کی تو اللہ تعالیٰ ان کو درد ناک عذاب دے گا ۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ، ان کو اپنے لئے نہ کوئی کارساز ملے گا ، نہ مدد گار ۔ (ابن کثیر ۵۹۱ ، ۵۹۲ / ۱ ، مظہری ۲۸۱ ، ۲۸۲ / ۲) ۔

نورِ مُبین

۱۷۵ ، ۱۷۶ ۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ اعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَ فَضْلٍ وَّ یَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۔

اے لوگو ! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل و برہان آچکی اور ہم نے تمہاری طرف واضح نور (قرآن) نازل کیا ہے ۔ پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کے دین کو مضبوط پکڑا تو وہ انکو عنقریب اپنی خاص رحمت اور فضل میں لے لے گا اور انکو اپنی طرف (پہنچنے) کا سیدھا راستہ بھی دکھائے گا ۔

بُرْھَانٌ ۔ دلیل ۔ جمع **بَرَاھِیْنُ** ۔
مُّبِیْنًا ۔ ظاہر کرنے والا ۔ کھلا ہوا ۔ **اِبَانَۃٌ** سے اسم فاعل ۔
وَاعْتَصَمُوْا ۔ اور انہوں نے مضبوط پکڑا ۔ **اِعْتِصَامٌ** سے ماضی ۔

تشریح ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میری طرف سے تمہارے لئے کامل اور واضح دلیل اور شک و شبہ کو الگ کرنے والی برہان نازل ہو چکی ہے اور میں نے ، تمہارے پاس نورِ مبین یعنی قرآن کریم بھیجدیا ہے ۔ جس طرح اشیا کا انکشاف روشنی سے ہوتا ہے ، اسی طرح حق کا انکشاف قرآن کریم سے ہوتا ہے ۔

پس جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لیا تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل اور مہربانی سے نعمتوں والی جنت میں داخل کرے گا ، ان کے ثواب کو بڑھائے گا ، ان کے درجات کو بلند کرے گا اور انہیں اپنے پاس پہنچنے کا سیدھا اور صاف راستہ

دکھائے گا، جو نہ کہیں سے ٹیڑھا ہوگا اور نہ تنگ۔ پس مومن دنیا میں صراط مستقیم اور اسلام کی راہ پر ہوتا ہے اور آخرت میں جنت اور سلامتی کی راہ پر ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ خدا کی سیدھی راہ اور خدا کی مضبوط رسی قرآن ہے۔ (ابن کثیر ۵۹۲ / ۱، مظہری ۹۳۹ / ۲)۔

میراث کے مزید احکام

۱۷۷۔ يَسْتَفْتُوْنَكَ ۔ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۔ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۔ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۔ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۔ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔

وہ آپ سے حکم پوچھتے ہیں۔ آپ کہدیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص مر جائے جسکی کوئی اولاد نہ ہو اور اسکی ایک بہن ہو تو اس (بہن) کو اسکے تمام ترکہ کا نصف ملے گا اور اگر بہن کے کوئی اولاد نہ ہو تو وہ بھائی اس (بہن) کا وارث ہوگا۔ پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کو اسکے کل ترکہ میں سے دو تہائی ملیں گے۔ اور اگر (کلالہ کے وارث) کئی بہن بھائی، مرد و عورت ہوں تو مرد کو دو عورتوں کے حصے کے برابر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ تم سے اسلئے واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہی میں نہ پڑو۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۔ وہ آپ سے فتویٰ لیتے ہیں۔ وہ آپ سے شرعی حکم معلوم کرتے ہیں۔
اِسْتِفْتَاءٌ سے مضارع۔

يُفْتِيْكُمْ ۔ وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے۔ وہ تمہیں فیصلہ سناتا ہے۔ اِفْتَاءٌ سے مضارع۔

كَلٰلَةِ ۔ وہ میت جسکی وارث نہ اولاد ہو نہ باپ۔

اِمْرَءٌا ۔ مرد۔ شخص۔ انسان۔

حَظِّ ۔ حصہ۔ نصیب۔

شانِ نزول ۔ ابن مردویہ نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلالہ کی میراث کا حکم دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

نسائی نے ابو زبیر کے طریق سے حضرت جابرؓ کا بیان نقل کیا ہے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا

کہ میں بیمار تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اپنی بہنوں کے لئے ایک تہائی مال کی وصیت کر دوں ۔ آپؐ نے فرمایا (ان کے ساتھ) بھلائی کرو ۔ میں نے عرض کیا آدھے مال کی وصیت کر دوں ۔ آپؐ نے فرمایا (ان کے ساتھ) بھلائی کرو ۔ یہ فرمانے کے بعد آپؐ تشریف لے گئے ۔ پھر (کچھ دیر کے بعد) آپؐ تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے خیال میں تم اس بیماری سے نہیں مروگے ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری بہنوں کے معاملے میں حکم نازل فرمادیا ہے ۔ اور وہ دو تہائی مال (کا) ہے ۔ حضرت جابر فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کا نزول میرے ہی حق میں ہوا ہے ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ سورت کے شروع میں جو واقعہ گزرا ہے ۔ حضرت جابرؓ کا یہ واقعہ اس سے الگ ہے ۔ (مظہری ۹۳۹ / ۰۲ ، جلالین ۳۰۵ ، ۳۰۶) ۔

تشریح ۔

۱۔ اگر کوئی شخص مرجائے اور اسکے کوئی اولاد نہ ہو ، نہ بیٹا ، نہ بیٹی اور نہ پوتا ، نہ پوتی اور نہ ماں باپ ہوں اور اسکے ایک عینی (حقیقی) یا علاتی (باپ کی طرف سے) بہن ہو تو اسکو بھائی کے ترکہ میں سے آدھا مال ملے گا۔ اس آیت میں بہن سے سگی یا علاتی بہن مُراد ہے ۔ کیونکہ اخیافی (ماں کی طرف سے) بہن کا حکم سورت کے شروع میں گزر چکا ہے ۔

۲۔ اگر کوئی عورت مرجائے اور اسکے نہ اولاد ہو اور نہ والدین اور وہ صرف ایک سگا بھائی یا ایک علاتی بھائی چھوڑے تو وہ بھائی اپنی اس بہن کے کل مال کا وارث ہوگا ۔ مگر اخیافی بھائی کا یہ حکم نہیں ۔ اسکا صرف چھٹا حصہ ہے جیساکہ سورت کے شروع میں گزر چکا ہے ۔

۳۔ اگر کوئی ایسا شخص مر جائے جس کی میراث نمبر ا پر بیان ہو چکی اور اس کے دو بہنیں ہوں اور بھائی کوئی نہ ہو تو ان بہنوں کو بھائی کے کل ترکہ کا دو تہائی ملے گا ۔ دو سے زیادہ بہنوں کا بھی یہی حکم ہے ۔ ان کو بھی بالا جماع دو تہائی ترکہ ملے گا ۔

۴۔ اگر میت کے نہ اولاد ہو ، نہ والدین اور وہ میت خواہ مذکر ہو یا مؤنث اور وہ چند وارث چھوڑے جن میں مرد اور عورتیں ملے جلے ہوں یعنی بھائی اور بہنیں ملے جلے ہوں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے بشرطیکہ وہ سب عینی یا سب علاتی ہوں ۔ اگر عینی اور علاتی مخلوط ہوں تو ان کا حکم جدا ہے ۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان احکام اور فرائض کو اس لئے بیان کرتا ہے کہ کہیں تم لا علمی کی بنا پر گمراہ نہ ہو جاؤ ۔ اور کسی کو حق سے کم یا زیادہ نہ دیدو ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ۔ لہٰذا تمہیں اس کے احکام کی پابندی کرنی چاہئے ۔ اپنی ناقص رائے کو اس میں داخل نہیں کرنا چاہئے ۔ (معارف القرآن از مولانا ادریس کاندھلوی ۲۶۸ / ۲) ۔